معارف اکبریہ

مؤلفین

علامہ محمد ریاض بھیروی

ڈاکٹر عطاء المصطفیٰ مظہری

عکس

AKSPUBLICATIONS

معارفِ اکبریہ

مؤلفین:

علامہ محمد ریاض بھیروی،

ڈاکٹر عطاالمصطفیٰ مظہری

عکس

AKSPUBLICATIONS

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب: معارفِ اکبریہ

مؤلفین: علامہ محمد ریاض بھیروی، ڈاکٹر عطاالمصطفیٰ مظہری

نظرثانی: ملک فضل الرحمن اڑوڑ

سنہ طباعت: 2021ء

تعداد: 500

قیمت: 500

AKSPUBLICATIONS
Ph: 042-629400, Cell: 03004827500
E-mail: publications.aks@gmail.com
Ground Floor, Mian Chambers, 3-Temple Road, Lahore

انتساب

بنام

خواجۂ خواجگاں، عارفِ جلی

حضرت مولانا محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ثانی خواجہ غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ثالث مولانا صاحبزادہ محمد عبد المالک قدس سرہ العزیز

جن کے خونِ جگر کی کشید سے

جامعہ اکبریہ جیسے حسین نقشِ تمام

نے جنم لیا!

حسنِ ترتیب

سخن ہائے اوّلین

غازی علم الدین شہیدؒ کی شہادت گاہ، سنٹرل جیل میانوالی سے لے کر خسور کی پہاڑیوں سے قدم بوس ہو کر گزرنے والے اباسین کے پانیوں تک کا سفر تاریخ کی چاپوں سے معمور و پرنور ہے۔ شاہراہِ عظیم بلوخیل روڈ میانوالی کے وسط میں ایک تاریخی مقام "جامعہ اکبریہ" کا فلک پیما مینارہ تاریخ کے کاروانوں کا داستان سرا بن کر کھڑا ہے۔ اس مینارے کے بالکل نیچے مغلیہ طرز کی "جامع مسجد میانوالی" سے ملحق خانقاہِ اکبریہ کا ایک حجرہ ہے جس کی الماریاں قرینے اور محبت سے محفوظ بنائی گئی فائلوں اور مسودوں سے بھری پڑی ہیں۔ جن کے صدہا کاغذات پر عہدِ پارینہ کے نقوش مرقوم ہیں۔ ان کی ورق گردانی کریں تو قدیم و جدید میانوالی کی بہت سی اَن دیکھی، اَن کہی پرتیں کھلتی چلی جاتی ہیں، "تحریک ترک موالات، تحریک خلافت، انجمن حمایت العرب، انجمن اصلاح المسلمین، انصار الاسلام، فوج محمدی، بگوی تحریک، تحریک فروغِ تجارت، ہندوؤں سے قطع تعلق کی تحریک، ردِ خاکسار تحریک، تحریکِ پاکستان، تحریک بحالی مہاجرین، تحریک حقوقِ کالاباغ (بغوچی محاذ)، تحریک حقوقِ میانوالی، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام

مصطفیٰ، تحریک ناموسِ رسالت" نہ جانے کتنی ہی اور داستانیں ہیں جو ان کاغذات کی سطور میں دبی اور مستور ہیں۔

قبل ازیں "اکبر السوانح"، "فتاویٰ اکبریہ"، "جمالِ فقر"، "ریگزاروں سے لالہ زاروں تک" نام کی کتابیں، اِن مسودات کو کتابی صورتوں میں بدلنے کی اک شعوری کوشش کا عکس ہیں، زیرِ نظر تالیف "معارفِ اکبریہ" بھی ان خزینوں سے کشیدِ نور کی اک اور کوششِ ناتمام ہے۔ سفر جاری ہے، میر کارواں تھکا نہیں اور کارواں بھی رواں دواں ہے، سر گزشت کی بازگشت کا یہ دائرہ کبھی مکمل بھی ہو گا؟ شاید کبھی نہیں!

احساساتِ تشکر

بنام

محقق ودانشور سراج الدین امجد (اسلام آباد)

بیرسٹر صاحبزادہ محمد عطا المصطفیٰ

مولانا غلام فرید احمد الوی

مولانا منظور عالم سیالوی

صاحبزادہ محمد ضیاء اللہ بھوروی

مولانا فیض محمد چشتی

مولانا اللہ وسایا ارشد ثانی

بیرسٹر رضاء المصطفیٰ

مولانا محمد اسمٰعیل مظہری

حافظ سراج الدین

اعجاز المصطفیٰ

احمد رضا

علاؤ الدین قریشی

ملک غلام فرید

فصل اوّل

میانوالی کے معروف قدیم وجدید مدارس

1۔ مدرسہ اسحاقیہ گانگویہ

حضرت شاہ محمد اسحاق: مدرسہ گانگوی کے بانی

حضرت شاہ محمد اسحاق ہی مدرسہ گانگی کے بانی تھے اور کچھی کے ان علاقوں میں تدریسی روایت کے بانی بھی آپ ہی ہیں۔ آپ سے پہلے یہاں کسی دار العلوم یا مدرسہ کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ آپ کے لوح مزار پُر انوار پر لکھا شاہ معین الحق سنجرانی کا یہ شعر آپ کے علمی مقام و مرتبہ کی عکاسی کرتا ہے۔

شاہ اسحاق آں بحر العلوم
من ندیدم ثانیش در شام وروم

مدرسہ گانگوی کے معروف مدرسین:

حضرت شاہ محمد اسحاق تک اس سلسلہ کے چند مشہور علماء کے نام حسب ذیل

ہیں۔

i۔ مولانا سید محمد عثمان شاہ:

آپ شاہ محمد اسحاق کے فرزند اکبر ہیں۔ اذکار الفاضلین (ص 71) کے مصنف نے انہیں مفسر کچھی کے نام سے یاد کیا ہے اس لقب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شاید قرآن حکیم کی کوئی تفسیر لکھی تھی جو دست برد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکی۔

(ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص48)

ii۔ مولانا سید عبد الواحد گانگوی:

آپ سید محمد عثمان شاہ کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ خود بھی عالم تھے اور آپ کے تینوں بیٹے بھی بڑے فاضل تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ مولانا بہاؤالدین، مولانا محمد حسن اور مولانا خیر محمد۔

iii۔ مولانا بہاؤالدین گانگوی:

مولانا عبد الواحد کے بڑے بیٹے مولانا بہاؤ الدین بھی اچھے عالم دین اور درویش صفت بزرگ تھے۔ ان کے دو بیٹے نامور ہوئے مولانا غلام علی اور مولانا اشرف علی۔

(ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص48)

iv۔ مولانا سید غلام علی گانگوی (م1867ء):

مولانا سید غلام علی مدرسہ گانگی کے صدر مدرس تھے اور آپ کے فرزند

فاضل یگانہ سید احمد الدین گانگوی برصغیر پاک وہند میں معروف ہوئے اور مولانا گانگوی کے عرف سے مشہور ہوئے۔

v۔ مولانا سید احمد الدین گانگوی:

آپ 1867ء سے 1926ء تک مدرسہ گانگی کے صدر مدرس رہے۔ گانگی کے زیر آب آنے کے بعد آپ نے میانوالی میں جامعہ شمس العلوم گانگوی کی بنیاد رکھی۔ آپ ہی کی بدولت مدرسہ گانگی اور جامعہ شمس العلوم ہندوستان بھر میں معروف ہوا۔

vi۔ مولانا سید مقصود علی گانگوی:

آپ مولانا اشرف علی کے بیٹے اور سید احمد الدین گانگوی کے چچا زاد تھے۔ آپ بھی بڑے عالم اور درویش منش انسان تھے۔

vii۔ مولانا سید امیر علی گانگوی (م1964ء):

آپ سید مقصود علی شاہ کے بیٹے اور معروف محقق سید نصیر شاہ مرحوم کے والد ہیں۔ آپ کافی عرصہ تک مدرسہ گانگوی میں مدرس رہے۔ اکثر کتابیں سید احمد الدین گانگوی سے پڑھیں۔ آپ کی کتاب تحفہ لاریب فی تقاسیم علم غیب پر برصغیر کے نامور علماء نے تقاریظ لکھیں۔ دیگر کئی تصانیف ان کی یادگار ہیں طب و حکمت میں بھی یگانہ روزگار تھے سرائیکی کے بہت بڑے شاعر تھے ان کی تصانیف دینی اور طبی موضوعات پر ہیں۔ منظوم مجموعے بھی ان کی یادگاریں ہیں۔

(سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص13)

2۔ مدرسہ سیلواں

قدیم و شہرہ آفاق مدرسہ سیلواں، سیلواں شہر نزد کندیاں میانوالی کی مسجد ردھانیانوالی کے ساتھ قائم تھا۔ مولانا علی محمد ہاشمی بن مولانا غلام رسول ہاشمی اس مدرسہ کے بانی تھے۔ طلباء بالعموم درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ سیلواں شہر کی زیادہ آبادی سیلو قوم کی تھی۔ شہر کے آٹھ نمبردار تھے ان نمبرداروں کے ذمہ طلباء کا کھانا لگا ہوا تھا۔ مولانا علی محمد ہاشمیؒ کی شخصیت کا یہ اعجاز تھا کہ سیلواں جیسی دور اُفتادہ اور گمنام بستی علم کا مرکز بن کر آسمان شہرت پر جا پہنچی۔ انتہائی ذہین و فطین طلباء دور دراز سے کشاں کشاں یہاں کا رُخ کرتے۔ مولانا علی محمد ہاشمی کے فرزندان ارجمند مولانا شیر محمد ہاشمی، مولانا غلام محمد ہاشمی اور مولانا گل محمد ہاشمی بھی مستند اور جید علماء تھے جو کہ سیلواں کے مدرسہ ہی میں اپنے عظیم المرتبت والد گرامی کے دست و بازو تھے اور اُن کے ساتھ درس و تدریس کی ذمہ داریاں سرانجام دیتے تھے۔

مولانا ہاشمی کے فرزندان سے بھی ایک زمانے نے استفادہ کیا لیکن اس بارے میں زیادہ معلومات میسر نہیں ہیں۔ قبل ازیں مولانا علی محمد قریشی کے والد مولانا غلام رسول ہاشمی ہی تھے جنہوں نے دریائے سندھ کے کنارے سیلواں جیسی گمنام بستی میں علم دین کی شمع جلا رکھی تھی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے احکامات پہنچا رہے تھے۔ یہاں کی زندگی بھی انتہائی کٹھن تھی علاقہ دریا کی طغیانیوں کی زد میں رہتا تھا۔ بستے اور اُجڑتے رہنے والے اس علاقے کے لوگوں کو نقل مکانی کرنا پڑتی۔ یوں اُن کی زندگیاں دریا کے پانیوں سے لڑتے لڑتے اور کسب معاش میں گزر جاتی۔ مولانا علی محمد ہاشمی انتہائی طاقت ور تھے۔ جوانی میں آپ نے ایک بہت بڑے پتھر

کو اُٹھا کر پٹخ دیا جس پر واہ واہ مچ گئی۔ مولانا غلام رسول ہاشمی نے فرمایا "کاش میرا بیٹا اپنی اس طاقت کو دین اسلام کو سیکھنے کے لئے خرچ کرتا تو مجھے خوشی ہوتی"۔

(سید طارق مسعود، تاریخ اولیاء میانوالی، ص116)

والد گرامی کی اس خواہش نے مولانا علی محمد ہاشمی کے من کو زخمی کر دیا چنانچہ وہ اپنے والد کی اس خوبصورت تمناء کو دل سے لگا کر اپنے بیٹے شیر محمد کو ساتھ لئے دین کی تعلیم کے لئے نکل پڑے، باپ بیٹا دونوں مختلف مدارس کی خاک چھانتے اور علم کی پیاس بجھاتے پھرے۔ کن مدارس اور مدرسین سے پڑایہ تو معلوم نہیں لیکن مولانا علی محمد ہاشمی کی جلالت علمی کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے شاگردوں میں مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا نور زمان (کوٹ چاندنہ)، مولانا اکبر علی (میانوالی)، مولانا محمد حیات (مندہ خیل)، حضرت پیر غلام حسن (سواگ شریف)، مولوی حسین علی (واں بھچراں)، مولوی محمد جمال گھوٹوی شامل ہیں۔ معروف محقق، سکالر، شاعر اور ادیب سید نصیر شاہ کے والد مولانا امیر علی شاہ گانگوی بھی مولانا علی محمد ہاشمی کے شاگرد تھے۔ مولانا علی محمد مظاہری نے تاریخ میانوالی میں مولانا امیر علی شاہ کو مولانا گل محمد ہاشمی کا شاگرد لکھا ہے۔ تذکرہ علمائے پنجاب کے صفحہ نمبر ۸۶۴ پر اختر راہی یوں رقم طراز ہیں:

> "پیر غلام حسن نقشبندی (موضع ڈگر سواگ، کروڑ لعل عیسن، متولد 1285ھ/1868ء قریباً) خواجہ عثمان دامانی اور خواجہ محمد سراج الدین دونوں کے خلیفہ مجاز تھے اور مولانا غلام محمد ہاشمی سیلواں کے شاگرد تھے۔ مولانا ابو سعد احمد خانؒ (خانقاہ سراجیہ /کھولہ والے) نے بھی ابتدائی عربی و صرف ونحو کی کتب مولانا

عطاء محمد قریشی سیلواں سے پڑھیں۔ مولانا عطاء محمد قریشی بھی مولانا غلام رسول ہاشمی کی طرح حضرت عمر ہاشمی گھنڈی کے قریشی ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا عطاء محمد قریشی تکمیل تعلیم کے بعد کچھ عرصہ مولانا علی محمد ہاشمی کے مدرسہ سیلواں میں پڑھاتے رہے۔ مولانا عطاء محمد قریشی حضرت خواجہ سراج الدین دامانی علیہ الرحمہ (موسیٰ زئی شریف) کے خلیفہ تھے اور اُن کے صاحبزادے خواجہ محمد ابراہیم موسیٰ زئی کے اُستاد بھی تھے۔ مولانا عطاء محمد قریشی کا مزار مبارک گھنڈی نزد کندیاں میانوالی کے قبرستان میں حضرت عمر ہاشمی علیہ الرحمہ کے مزار کے قریب واقع ہے۔"

(سید طارق مسعود، تاریخ اولیاء میانوالی، ص117)

مولانا قاضی اکبر علی قریشی موضع یارو خیل متولد 1821ء (بن مولانا نور محمد شاہ قریشی شاگرد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) نے بھی سیلواں کے قریشی خاندان سے علم حاصل کیا۔ قاضی اکبر علی ایک جید عالم تھے اور 1867ء تک بنوں کی شرعی عدالت کے قاضی رہے۔ قاضی اکبر علی کے دوسرے بھائی قاضی مہر علی شاہ قریشی نے بھی سیلواں سے تعلیم حاصل کی تھی۔ واضح رہے کہ مولانا نور محمد قریشی (1775ء/1829ء) حضرت شاہ عبدلعزیز محدث دہلویؒ کے پاس دہلی تشریف لے گئے تھے تو اقوام قریش سکنہ کے دو علماء مولانا محمد صدیق قریشی اور مولانا غلام صدیق قریشی بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ اس بات سے سیلواں میں علم کے حصول کی روایت کی قدامت کا پتہ چلتا ہے۔

مدرسہ سیلواں کا قیمتی کتب خانہ:

مولانا علی محمد ہاشمی کا سیلواں میں ایک نہایت ہی قیمتی کتب خانہ تھا۔ لیکن چشمہ جھیل کے اندر آجانے کی وجہ سے کتابوں کا یہ خزانہ بروقت نکالا نہ جاسکا اور صد افسوس کہ شاندار قلمی نسخے اور دیگر کتابیں ضائع ہو گئی، علمائے سیلواں کے جمع کردہ یہ علمی نوادر اور جواہر پارے غرقِ دریا ہو گئے۔

مقدرو ہو تو خاک سے پوچھو کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

مولانا علی محمد قریشی کی تاریخ وفات نہیں مل سکی اندازاً آپ کا انتقال انیسویں صدی کے آخر میں ہوا۔ آپکو بھی گھنڈی کے قبرستان میں مولانا عمر ہاشمیؒ کے مزار کے ساتھ دفن کیا گیا۔

(سید طارق مسعود، تاریخ اولیاء میانوالی، ص138)

☆ دیگر قدیم وجدید مدارس دینیہ

مدرسہ اسحاقیہ گانگویہ اور مدرسہ سیلواں کے بعد جو مدارس قائم ہوئے ان کا اجمالاً یہاں تعارف کرایا جاتا ہے۔

مدرسہ قمریہ چکڑالہ

حضرت قاضی قمر الدین محدث چکڑالوی نے 1298ھ میں اس مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ جلد ہی دور دراز سے علم کے حاصل کرنے والے پروانے اس شمع علم پر نثار ہونے کے لئے جمع ہونے لگ گئے۔ افغانستان تک کے لوگ مدرسہ اور خانقاہ کی مقبولیت و

شہرت سے متاثر ہو کر جوق در جوق آنے لگے۔ ابتدائی دور میں حضرت قاضی قمر الدین تمام درجوں کے اسباق خود پڑھایا کرتے تھے۔ بعد میں جب تعداد بڑھ گئی تو ابتدائی اسباق و کتب فارغ التحصیل ہونے والے طلبا حضرات جو ظاہری علوم اور باطنی فیوضات سے منور ہو چکے ہوتے تھے ان کے سپرد فرمادیا کرتے تھے خود حضرت قاضی صاحب دورہ حدیث شریف پڑھایا کرتے۔ عمر بھر یہی معمول مبارک رہا۔ علاقہ چونکہ بہت وسیع تھا جہاں سے طلبا تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ نے ظاہری علوم کی اشاعت اور طریقہ عالیہ مجددیہ کے فروغ کے لئے زندگی مبارک کا لمحہ لمحہ وقف فرما رکھا تھا۔

آپ کے چند معروف تلامذہ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

(1) مولانا ابوسعد احمد خان ، بانی خانقاہ سراجیہ (2) مولانا محدث ولی اللہ ، انہی گجرات (3) خواجہ غلام حسن سواگ، سواگ شریف لیہ (4) حضرت مولانا فضل علی قریشی، بانی خانقاہ مسکین پور ضلع مظفر گڑھ (5) حضرت مولانا سید نور الزمان شاہ، کوٹ چاندنہ (6) حضرت پیر فضل حسین شاہ، خانقاہ پیر پہائی (7) شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتی ، اٹک (8) مولانا قاضی شمس الدین ڈھرنالوی (9) مولانا محمد امیر، جھنڈیر جھنگ (10) مولانا احمد دین کیلوی، سرگودھا (11) مولانا شاہ ولایت، اٹک (12) شیخ الحدیث مولانا رسول احمد برتھال اٹک (13) مولانا میاں محمد، کفری خوشاب۔

قاضی قمر الدین کے بعد آپ کے خلیفہ و جانشین قاضی کلیم اللہ محدث چکڑالوی قرار پائے جو آپ کے داماد بھی تھے۔ آپ سے بھی مدرسہ قمریہ میں درجنوں علماء نے اکتساب فیض کیا۔ بعد ازاں یہ مدرسہ غیر فعال ہو گیا۔

جامعہ شمس العلوم گانگویہ

اس کی اولین بنیاد حضرت مولانا احمد الدین گانگوی صاحب نے رکھی تھی حضرت مولانا خواجہ اکبر علی صاحب بھی آپ کے شاگرد تھے۔ مدرسہ کو مزید فروغ ان کے فرزند مولانا غلام فخر الدین گانگوی نے دیا۔ حفظ وناظرہ اور تجوید وقرات کے ساتھ درس نظامی تک کتب پڑھائی جاتی تھیں۔ یہاں سے فارغ ہونے والے عالم ملک کے طول وعرض میں موجود ہیں۔ مولانا احمد الدین اور مولانا فخر الدین کی وفات کے بعد مدرسہ میں درس نظامی کو مولانا محمد رمضان کامیابی سے چلاتے رہے، اب یہ مدرسہ غیر فعال ہے۔ خانقاہ گانگویہ کے سجادہ نشین صاحبزادہ میاں محمد نعیم الدین شاہ ہیں۔

دار العلوم محمودیہ رضویہ پپلاں (لیاقت آباد)

ڈاکٹر لیاقت علی خان جامعہ محمودیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

> اس عظیم دینی درسگاہ کی بنیاد معروف عالم دین حضرت مولانا غلام محمود پپلانوی نے 1903ء میں رکھی تھی اب تک ہزاروں طلبا اس سے فیضاب ہو چکے ہیں حضرت پیر محمد کرم شاہ اور حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی جیسے فاضلین عصر مولانا غلام محمود کے شاگرد ہیں۔ حضرت مولانا کی وفات کے بعد ان کے فرزند جلیل حضرت مولانا محمد حسین شوق اس کے مہتمم تھے۔ اس ادارے کے اندر شعبہ حفظ و تجوید سے لے کر درس نظامی تک تعلیم دی جاتی۔

(ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص270)

حضرت علامہ ریاض محمود (فرزند محمد حسین شوق) آج کل اس مدرسہ کے روح رواں ہیں۔

جامعہ اکبریہ بلوخیل روڈ میانوالی:

ڈاکٹر لیاقت علی خان جامعہ اکبریہ کے متعلق لکھتے ہیں:

اسے حضرت مولانا محمد اکبر علیؒ نے 1903ء میں قائم کیا تھا پہلے اس کا نام مدرسہ اسلامیہ لخدام غوثیہ تھا۔ حضرت خواجہ محمد اکبر علی کی وفات کے بعد ان کے فرزند جلیل حضرت مولانا غلام جیلانی اس کے مہتمم ہوئے اور مدرسہ کی نشاۃ ثانیہ کا دور شروع ہوا اب اس کا نام جامعہ اکبریہ رکھا گیا مولانا غلام جیلانی کے بعد ان کے فرزند صاحبزادہ عبد الملک اس کے مہتمم ہیں۔

(ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص268)

جامعہ اکبریہ درحقیقت جامعہ گانگویہ کی ہی علمی روایت کا تسلسل ہے۔

دار العلوم جامعہ مظفریہ رضویہ واں بھچراں

مولانا گانگوی اور خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی خواہش پر نواب ملک مظفر خان نے یہ مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ کے پہلے مدرس مولانا گانگوی کے تلمیذ مولانا غلام یٰسین واں بھچروی مقرر ہوئے۔ جو بیس سال سے زائد عرصے تک اس مدرسہ کے روح رواں رہے۔ یہاں ان سے استفادہ کرنے والوں میں مولانا عطا محمد بندیالوی، مولانا غلام فخر الدین گانگوی اور مولانا مفتی محمد حسین شوق پپلانوی جیسے افاضل شامل ہیں۔ بعد ازاں مسلکی اختلافات کی بنیاد پر آپ مدرسہ سے الگ ہو گئے۔ بعد کے مدرسین میں

مولانا شیخ الحدیث اللہ بخش شامل تھے۔ جن سے ہزاروں علمانے اکتساب فیض کیا۔ ان کے بعد اس کے مہتمم مولانا محمد ابراہیم سیالوی رہے اور اب ان کے وصال کے بعد ان کے فرزند مولانا محمد سعید سیالوی چلارہے ہیں۔

(ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص،269)

جامعہ حسینیہ، واں بھچراں

مولانا حسین علی نے واں بھچراں کے مقام پر یہ مدرسہ قائم کیا اور کم و بیش 60سال کے عرصہ کی تعلیم و تربیت سے سینکڑوں علمانے ان سے اکتساب علم کیا۔ بعض مشہور تلامذہ کے نام حسب ذیل ہیں۔☆مولانا عصام الدین بہبودی ☆مولانا غلام رسول انہی، ضلع گجرات ☆مولانا عبدالعزیز، گوجرانوالہ ☆مولانا نصیر الدین غور غشتی ☆مولانا محمد امیر بندیالوی ☆مولانا یار محمد، ملتان ☆مولانا شاہ نور محمد، کشمیری☆مولانا قاضی نور محمد ☆مولانا میاں احمد، میانوالی☆مولانا محمد قاسم، مظفر گڑھ☆ مولانا غلام اللہ خان ☆مولانا نذر شاہ ☆مولانا سرفراز خان گکھڑوی ☆مولانا عنایت اللہ شاہ، گجراتی ☆صوفی عبدالحمید، سواتی ☆مولانا طاہر پنج پیری

(مولانا حسین علی، بلغۃ الحیران، ص4)

جامعہ عربیہ تبلیغ الاسلام موتی مسجد، میانوالی

اس کے بانی مولانا محمد رمضان صاحب فاضل دیوبند تھے۔ مولانا محمد رمضان نے اکثر درسی کتب مولانا اکبر علی چشتی سے پڑھیں۔ بعد ازاں دار علوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ انہوں نے سیاسی و سماجی و مذہبی تحریکات میں بھرپور حصہ لیا۔ ان کے بعد مولانا عبدالجلیل مدرسہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ مولانا عبدالجلیل کی وفات کے

بعد صاحبزادہ عبید اللہ جواد مدرسہ چلارہے ہیں طلبا کی کافی تعداد ہر سال فارغ التحصیل ہوتی ہے۔

دار العلوم تعلیم القرآن جامع مسجد میاں سلطان علی میانہ

مولانا محمد امیر صاحب مرحوم اور مولانا عطا محمد صاحب مرحوم نے اسے شروع کیا تھا۔

جامعہ قاسم العلوم بلوخیل

قدیمی مدرسہ ہے 1947ء میں قائم ہوا تھا۔ اس وقت اس کے مہتمم مولانا علی محمد مظاہری تھے ابتدا میں معروف نابینا عالم حضرت مولانا حافظ احمد صاحب بھی مظاہری صاحب کے ساتھ تدریس میں شریک رہے وہ فوت ہوگئے تو مولانا مظاہری صاحب نے خود سب کچھ سنبھال لیا۔ طلبہ کے لئے سات کمرے ہیں رہائش اور خوراک کا انتظام ہے حفظ وناظرہ، تجوید وقرات کے ساتھ درس نظامی بھی پڑھایا جاتا ہے مدرسہ سے ملحق بہت بڑی لائبریری ہے۔

(ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص،270)

جامعہ شمس صدیقیہ رضویہ جامع مسجد شمس الدین

اس کے بانی اور مہتمم مولانا شیخ الحدیث میاں محمد صاحب تھے اور اب مولانا ضیاء اللہ بھوروی اس کے مہتمم ہیں۔

جامعہ غوثیہ واحدیہ، میانوالی

یہ نئے مدارس میں شامل ہے۔ اس کے مہتمم مولانا منصور شاہ اویسی ہیں۔

جامعہ فیضان مدینہ، میانوالی

کچھ عرصہ قبل دعوت اسلامی کے زیر اہتمام اس مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔اس مدرسہ میں حفظ وناظرہ اور درس نظامی کی کلاسز جاری ہیں۔

منہاج القرآن اسلامک سنٹر، میانوالی

ادارہ منہاج القرآن کے زیر انتظام یہ مدرسہ قائم کیا گیا جہاں حفظ و ناظرہ اور سکول کی تعلیم دی جاتی رہی۔اب یہ مدرسہ غیر فعال ہے۔

مولانا قاضی شمس الدین (ڈیرہ غازی خان) کی ایک قلمی تحریر:

یہ نسخہ کلام پاک استادیم صاحب حضرت الحاج خواجہ احمد الدین صاحب گانگوی عاجز نے اپنے ہاتھ سے یعنی قلمی لکھا ہے۔ جب ہم ان کے پاس گانگی شریف میں پڑھتے تھے اس وقت تین صد طلباء پڑھتے تھے۔ ان کے پاس میں اور میرا ایک ہم سبق طالب علم اکبر علی سکنہ میانوالی ان کے خاص شاگرد تھے۔

عاجز شمس الدین طالب علم گانگوی شہر داخلی وتہ خیل کچہ

اصل سکونتی: ڈیرہ غازی خان

17 جون 1902ء کو یہ کلام پاک بقلم عاجز شمس الدین لکھی گئی، مکمل ہوئی۔

فصل دوم

دبستانِ اکبریہ

(اجمالی تذکرہ)

مولانا محمد اکبر علی چشتی میرویؒ اور خواجہ غلام جیلانیؒ کی حیات ہائے مبارکہ کا طائرانہ جائزہ:

مولانا محمد اکبر علی بن مولانا غلام حسین بن محمد عثمان بن مولانا میاں محمد الیاس بن خدایار بن میاں محمد عبد اللہ 1351ھ بمطابق 1884ء موجودہ ضلع میانوالی کے شہر میانوالی (سابقہ ضلع بنوں کے علاقہ بلوخیل) میں پیدا ہوئے۔ یاد رہے میانوالی 1901ء میں ضلع بنا قدیم زمانے میں موجودِہ ضلع میانوالی کا یہ علاقہ دریائے سندھ کے کنارے یعنی کچھ پر واقع ہونے کی وجہ سے کچھی کہلاتا تھا آپ کے جد امجد میاں محمد عبد اللہ اپنے فرزند میاں خدایار کے ہمراہ کابل سے میانوالی شہر کے مضافاتی قصبہ موچھ کچہ تشریف لائے تھے، دونوں صاحبان کشف و کرامات تھے۔ میاں خدایارؒ کو بانی میانوالی میاں علیؒ کے فرزند حضرت سلطان زکریاؒ کے خلف الرشید حضرت میاں علی احمدؒ سے ارادت

مندانہ نیاز حاصل تھا۔ میاں خدایار کے والد گرامی میاں محمد الیاس شب زندہ دار عابد تھے اور جنات کے عامل تھے اور جنات اکثر تحفے تحائف آپکی نذر کرتے تھے۔ جنات آپ کو بغداد شریف لے گئے، وہیں انتقال فرمایا اور مدفون ہوئے۔

مولانا اکبر علیؒ کے والد گرامی میاں غلام حسین ایک صوفی و درویش منش انسان تھے اور موضع خان بیگ والہ کچہ کے وانڈھا غلام حسین والہ کے باسی تھے۔ لوگوں کی رشد وہدایت کا فریضہ سرانجام دیتے اور ساتھ کھیتی باڑی بھی فرماتے، انکی روحانی وابستگی شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے تھی۔ مولانا غلام حسین کا یہ علاقہ اکثر بیشتر دریائے سندھ کی طغیانیوں کی زد میں رہتا تھا فصلیں اور مکانات تباہ ہو جاتے چنانچہ لوگ تنگ آکر کچہ سے ہجرت کر کے بلوخیل یعنی موجودہ میانوالی شہر میں آکر آباد ہو جاتے اسی طرح مولانا اکبر علیؒ کے والد گرامی مولانا غلام حسین بھی ہجرت فرما کر بلوخیل موجودہ میانوالی شہر کے محلہ زادے خیل میں سکونت پذیر ہو گئے۔ اقوام زادے خیل نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ عام روایت کے مطابق 1880ء کے لگ بھگ اسی محلہ میں ایک چھوٹی سی مسجد کا قیام عمل میں لایا گیا مرورِ زمانہ کے ساتھ یہ مسجد، جامع مسجد میانوالی کہلانے لگی۔ اس مسجد کا موجودہ نام اکبر المساجد ہے لیکن اب یہ عوام وخواص میں جامعہ اکبریہ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت خواجہ محمد اکبر علی لڑکپن ہی سے عبادات وریاضات کی شوقین تھے۔ حتیٰ کہ وفات تک یہ ذوق وشوق روز افزوں ہوتا رہا اور ماند نہ پڑسکا۔ آپ خود راوی ہیں کہ ایک دفعہ ایک بزرگ کوٹ چاندنہ سے تشریف لائے اور طلباء سے پوچھا کہ تم میں سے مفلس ترین طالبعلم کون ہے سب نے متفقہ طور پر میرا نام لیا انہوں نے مجھے ایک

وظیفہ بتایا اور فرمایا کہ جمعرات کو تنہائی میں رات کے وقت وظیفہ پڑھو گے تو مصلے کے نیچے سے چار آنے کی رقم بر آمد ہو گی (اس وقت کے چار آنے آج کے کئی روپوں کے برابر تھے) اسے ہفتہ بھر خرچ کرنا میں نے وظیفہ شروع کیا تو پہلی جمعرات کو واقعتا وظیفہ کے نتائج سامنے آگئے دل میں کچھ حرص پیدا ہوئی، اگلی جمعرات کو پھر وظیفہ کیلئے بیٹھ گیا اچانک دل میں خیال آیا کہ محض دنیاوی ترغیبات کیلئے جس قدر وقت صرف کرتا ہوں کیوں نہ وہی وقت قاضی الحاجات کی رضا جوئی اور عبادات میں گزاروں وہی تنگ دستی دور کر دیگا یہی خیال آتے ہی وظیفہ ترک کر دیا اور وہ وقت بھی خالص عبادت الٰہی میں بسر ہونے لگا۔

فراغت تعلیم کے بعد جب میانوالی میں اقامت پذیر ہوئے تو مسجد کے بیرونی صحن کے ایک کونہ میں تہہ خانہ بنوایا (اسی قسم کا ایک تہہ خانہ جامع مسجد گانگوی میں بھی موجود ہے جس میں مولانا احمد الدین گانگوی تنہائی نشین ہوا کرتے تھے) شب و روز کا اکثر حصہ اسی تہہ خانے میں گزرتا، صبح کا آغاز نماز تہجد سے ہوتا ان کے ہاں تہجد کا خصوصی اہتمام ہوتا تھا لوگ دور دراز سے نماز تہجد ادا کرنے آتے تھے نماز تہجد سے فراغت کے بعد محفل ذکر ہوتی اور مہمانوں کی چائے سے تواضع کی جاتی، صبح کی نماز کے بعد ترجمۃ القرآن اور تفسیر القرآن کی محفل بھی ہوتی۔ آپ نماز باجماعت کے ہمیشہ پابند رہے حتیٰ کہ مرض الموت میں بھی جبکہ آپ پر بے حد نقاہت طاری تھی دو آدمیوں کے سہارے چل کر نماز باجماعت میں شمولیت کیلئے مسجد تشریف لاتے، صبح کی نماز کے بعد حجرہ میں تشریف لے جاتے دروازہ بند کر لیتے جملہ اوراد و ظائف اور معمولات مشائخ چشت سے فارغ ہو کر نماز اشراق ادا فرماتے اور حجرہ سے باہر تشریف

لاتے، نماز چاشت اور اوابین کے ہمیشہ پابند رہے۔ اکثر روزہ رکھتے مگر اس کی نمائش سے گریز فرماتے نماز اشراق کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوتا مثنوی معنوی اور صحاح کی تدریس خود فرماتے پھر حجرہ میں تشریف لے جاتے، ظہر کی نماز کے بعد قرآن حکیم کی تلاوت شروع ہوتی جو نماز عصر تک جاری رہتی۔ عصر کے بعد گھر تشریف لے جاتے، مغرب تک قیام فرماتے اور پھر عشاء کی نماز کے بعد رات کی ریاضتیں شروع ہو جاتیں۔ آپ زاہد شب زندہ دار تھے رات ہی اس راز کی پردہ دار ہے کہ آپ کس وقت بستر پر محو استراحت و دراز ہوتے۔

مولانا اکبر علی کے اساتذہ میں صدر العلماء مولانا احمد الدین گانگوی فرنگی محلی، مولانا نور الزمان کوٹ چاندنہ اور مولانا محمود الحسن دیوبندی نمایاں ہیں۔ خداداد جودت طبع کے باعث صرف 22 سال کی عمر میں علوم اسلامیہ سے فارغ التحصیل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے 1904ء میں دورِ حدیث مکمل کر لیا اور دار العلوم دیوبند سے سند فراغ حاصل کی۔ مولانا عتیق الرحمن نے دار العلوم دیوبند کی صد سالہ تاریخ کے سلسلہ میں فارغ التحصیل طلباء کے جو معاجم مرتب کئے ان میں 25 سال کی عمر میں فارغ ہونے والے طلباء کی فہرست میں "اکبر علی (پنجاب)" سے حضرت مولانا اکبر علی ہی مراد ہیں۔

تحصیل علوم کے بعد بہت سے دروازے آپ کیلئے کھلے تھے، بیشتر مدارس میں آپ تعلیم و تدریس کا شوق پورا کر سکتے تھے، پوری تعظیم و تکریم بھی ہوتی اور مشاہرہ بھی ملتا لیکن آپ کا فیصلہ ہی تھا کہ اپنے آبائی شہر ہی کو مرکز تعلیم و تدریس بنایا جائے، چنانچہ میانوالی تشریف لائے اور محلہ زادے خیل کی چھوٹی سی مسجد میں

امامت و خطابت سنبھالی، ساتھ ہی حلقہ درس قائم کرنے کی کوشش کی مگر لوگوں کی بے رغبتی اور سرد مہری دیکھ کر دل برداشتہ ہو گئے اس وقت یہاں کے لوگوں میں تعلیم کا رواج نہیں تھا آپس میں جھگڑتے رہتے لیکن مہمان نوازی اور غیرت مندی جیسے اوصاف ان کے دیگر معائب پر غالب تھے۔ اس لئے حضرت صاحب نے حلقہ درس کے قیام کا ارادہ فرمایا مگر جب کوششیں کارگر ثابت ہوتی نظر نہ آئیں تو کوفت ہوئی۔

ادھر انہیں ہندوستان سے بھی دعوتی خطوط مل رہے تھے یہاں تک کہ آپ نے ہندوستان جانے کا ارادہ کر لیا، اتفاق سے ایک بزرگ چالیس رفقاء سمیت تشریف لائے اور اسی مسجد میں قیام پذیر ہوئے۔ اہل محلہ نے بہت خدمت کی دو دن انکا قیام رہا مولانا اکبر علی نے بھی ان کی خوب خدمت کی۔ تیسرے روز وہ بزرگ رخصت ہونے لگے تو غلام حسین خان زادے خیل عرض گزار ہوئے "حضور، ہمارے مولانا صاحب ہمیں چھوڑ کر ہندوستان جانا چاہتے ہیں، براہ کرم انہیں سمجھائیں اور دعا فرمائیں کہ خدا انہیں ہماری راہنمائی کیلئے یہیں رکھے۔" وہ بزرگ مولانا کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: "دیکھو بھائی! اس فقیر نے تیس سال خواجہ محمد سلیمان تونسوی کی خدمت کی ہے تب کہیں جا کر یہ کھدر کی ٹوپی، کھدر کی قمیص اور نیلا تہبند ملا ہے، آپ تو اس مسجد میں رہ کر اجلا لباس پہنتے ہیں، اسی مسجد میں ٹھہریں آپکو سب کچھ مل جائیگا مخلوق خدا آپ کے پاس آئیگی۔" انہوں نے تین دفعہ فرمایا "آپ فاضل ہیں! آپ فاضل ہیں! آپ فاضل ہیں!" ان الفاظ کا ایسا اثر ہوا کہ آپ نے ہندوستان جانے کا ارادہ ترک فرما دیا یہ بزرگ خواجہ خواجگان حضرت پیر پٹھان شاہ سلیمان تونسویؒ کے خلیفہ محترم حضرت خواجہ احمد میرویؒ تھے۔

1906ء میں قطب دوراں حضرت خواجہ احمد میروی چشتی کے دست حق پرست پر مشرف بہ بیعت ہوئے اور سلوک کی تمام منازل شیخ کامل کی براہ راست نگرانی میں طے کیں۔ 1907ء میں آپکو خلافت چشتیہ میرویہ سے نوازا گیا۔ غوث زماں حضرت پیر سید مہر شاہ گولڑویؒ نے بھی سلسلہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرما کر خلافت سے نوازا۔ آپ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے مقربین میں سے تھے آپ کے بارے میں "اعلیٰ حضرت گولڑوی کے ہم عصر علماء" کے عنوان سے مہر منیر میں مولانا فیض احمد یوں رقم طراز ہیں۔

"حضرت مولوی اکبر علی صاحب خطیب میانوالی (وصال 27 جمادی اولیٰ 1376ھ، 29 دسمبر 1956ء) حضرت خواجہ احمد میروی کے اعاظم خلفاء میں سے تھے اور ہمارے حضرت (حضور اعلیٰ گولڑوی قدس سرہ) کے ساتھ انکا گہرا روحانی رابطہ تھا، مستند عالم تھے، تصوف، کشف اور روحانیت میں بلند مقام رکھتے تھے۔ چوہدری اورنگزیب صاحب ڈپٹی کمشنر سے، جو ہمارے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ' کے دامن گرفتہ ہیں، ان کے خصوصی تعلقات تھے اور ان سے بعض اوقات خاص اسرار کی باتیں بھی بیان فرما دیتے، مثلاً یہ کہ آج سبق کے دوران فلاں بزرگ کی روح تشریف فرما ہوئی، گولڑہ شریف عرس کے موقع پر ہی کبھی حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ عرس کی مجلس ختم ہوئی تو چوہدری صاحب سے فرمایا کہ آج روحانی مجلس میں آواز

بلند ہوئی کہ غوث کی عمر ایک برس اور بڑھا دی گئی ہے چنانچہ
ایک سال بعد حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا وصال ہوا"۔

اعلیٰ حضرت گولڑوی جب فتنہ واں بھچراں کی بیخ کنی کیلئے واں بھچراں تشریف لائے تو مولانا اکبر علی بھی ان کے ساتھ تھے میانوالی کا یہی دور مختلف فیہ مسائل اور مناظروں کا دور تھا۔ میاں اصغر علی، میاں سلطان علی دونوں بھائی تحصیل علم کر کے ہندوستان سے واپس تشریف لائے۔ مولانا حسین علی آف واں بھچراں نے موسیٰ زئی سے فارغ ہو کر واں بھچراں کو مرکز بنایا۔ مغیبات خمسہ علم غیب اسکا پسندیدہ موضوع تھا اس نے میانوالی کی فضا کو مکدر کیا مناظرے، مجادلے ہوئے جنکی ایک لمبی تاریخ ہے۔ حضرت مولانا محمد اکبر علی اگرچہ ان محافل سے دور رہتے تھے لیکن بالآخر آپ ہی کی طرف رجوع ہوتا تھا۔ ان واقعات کا جملہ قلمی ریکارڈ بھی موجود ہے۔ یہ فتنہ بھی قبلہ عالم گولڑویؒ کی آمد کے ساتھ دفن ہوا قبلہ پیر صاحب واں بھچراں تشریف لائے علاقہ کے علماء ومشائخ کا جمع غفیر آپ کے ساتھ تھا۔ ملک امیر بھچر کی مسجد میں اجتماع ہوا مسجد انسانوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی پہلے تو مولوی حسین علی سامنا کرنے پر تیار نہ تھا پکڑ کر لایا گیا حضرت صاحب نے پہلا سوال فرمایا اس کے ہوش وحواس گم ہو گئے اور مسجد سے بھاگ کھڑا ہوا۔ پھر پکڑ کر لایا گیا عام روایت کے مطابق وہ سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتا تھا لیکن اسے کچھ سمجھ نہیں آتا تھا اور بھاگ کھڑا ہوا اس طرح یہ فتنہ فرو ہوا۔

مولانا اکبر علیؒ کو حضرت غوث الاعظمؒ کی ذات بابرکات سے بے پناہ عقیدت تھی آپ فنافی الغوث تھے آپ نے اپنے دونوں فرزندوں مولانا غلام جیلانی (1909-

1984ء) اور مخدوم غلام ربانی (1993-1912ء) کے نام بھی نسبت غوثیہ سے رکھے، مدرسہ کا نام بھی مدرسہ اسلامیہ لخدام غوثیہ رکھا اور اپنے لنگر کا نام بھی لنگر غوثیہ پسند و تجویز فرمایا۔

جلد ہی آپ کی جلالت علمی کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ طلباء تحصیل علوم اور عوام و خواص تحصیلِ فیوض کیلئے جوق در جوق آپ کی بارگاہ ناز میں حاضر ہونے لگے۔ جس ذات ذوالجلال کے بھروسے پر کام کی ابتداء کی گئی تھی، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اس بندہ متوکل کی دستگیری میں دیر نہ ہوئی اور منزلیں آکر شوق قدم چومنے لگیں طلباء کی رہائش کیلئے کمرے بھی تعمیر ہو گئے درس قرآن کے ساتھ ساتھ درس نظامی کا اجراء بھی کر دیا گیا اسی مدرسہ میں 80 کے قریب طلبا زیر درس رہنے لگے جن کی جملہ ضروریات خورد و نوش، کتب، لباس اور رہائش کا انتظام مدرسہ کی طرف سے ہوتا، حضرت صاحب انتہا درجے کے فیاض تھے جو کچھ بھی آتا طلبا پر روزانہ خرچ ہو جاتا۔ کبھی فکر فردا کیلئے رقم بچا کر نہ رکھی۔ ہر جمعرات کو طلبا کیلئے خصوصی دعوت کا اہتمام ہوتا اگر لنگر میں کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو قرض لیکر بھی لنگر جاری رکھا جاتا۔

مدرسہ میں مولانا شہباز خان بلند شہری، فاضل دیوبند (تلمیذ مولانا محمود الحسن دیوبندی)، مولانا احمد خان روکھڑی فاضل مظاہر العلوم سہارن پور، مولانا میاں محمد میروی فاضل مظاہر العلوم سہارن پور اور مولانا مخدوم چراغ علی جیسے فاضلین تدریس پر مامور تھے، حضرت خواجہ محمد اکبر علی خود حدیث پاک اور مثنوی شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ علم حدیث میں آپکو بڑا کمال حاصل تھا اور ایک ایک حدیث پر سند و متن اور روایت و درایت کے اعتبار سے انتہائی مدلل بحث فرماتے تھے مولانا روم

کی مثنوی جسے عارفین نے زبان پہلوی کا قرآن قرار دیا ہے ہمیشہ آپ کی توجہ کا مرکز رہی۔ آپ کا درس مثنوی دور دور تک مشہور تھا اور بڑے بڑے اہل علم اس میں شریک ہو کر متاع طریقت و سلوک سے بہرہ یاب ہوتے تھے۔ مثنوی پر کامل عبور رکھنے کے باوجود بھی اسی کی ہر نئی شرح دیکھنا ضروری سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی لائبریری کا معتدبہ حصہ شروح مثنوی پر مشتمل ہے۔

آپ شمع میروی کے پروانے تھے اور گلشن میروی کے سدابہار پھول تھے۔ چنانچہ سجادہ نشین دربار عالیہ میراشریف مولانا احمد خان المعروف حضرت ثانی صاحب کے دور میں عرس مبارک کے انتظام کے سلسلے میں مولانا اکبر علی پر بہت زیادہ ذمہ داریاں ڈالی جاتی تھیں اور آپ ان ذمہ داریوں سے بطریق احسن عہدہ برآہوتے۔ آپ ہر سال باقاعدگی سے اپنے پیرومرشد کے عرس مبارک پر حاضری دیا کرتے تھے، سجادہ نشین دربار عالیہ میراشریف کی مولانا موصوف سے اس قدر محبت اورارادات تھی کہ جب بھی آپ میراشریف تشریف لے جاتے تو چھب ریلوے اسٹیشن پر آپ کیلئے خاص سواری موجود ہوتی تھی اور آپ دوران قیام شیخ کی خصوصی توجہ سے سرفراز ہوتے، حضرت ثانی نے اپنی زندگی میں کئی بار مولانا اکبر علی کو میراشریف کا سجادہ نشین نامزد کرنے کی خواہش کا اظہار فرمایا لیکن مولانا خواجہ اکبر علی ہر دفعہ معذرت پیش فرماتے ایک دفعہ جب اصرار بڑھا تو مولانا اکبر علی نے عرض کیا "حضرت! آپ تارک الدنیا اور مجرد مرد خدا ہیں، میں ایک عیال دار آدمی ہوں، میراشریف کا لنگر و جائیداد درویشوں کیلئے وقف ہے، میں بال بچوں کو کھلا کر گناہ گار نہیں بننا چاہتا، میں اپنے پیرومرشد حضور اعلیٰ غریب نواز کے فرمان کے مطابق اپنی

مسجد میانوالی میں رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔" آپ نے مرشد کامل کے فرمان کو حرزِ دل وجاں بنالیا اور مسجد کے مورچے پر سپاہی بن کر ڈٹ گئے۔ چونکہ آپ مرید کامل ثابت ہوئے تھے اس لئے جہانِ ارادت میں تعمیل حکم کی ایسی وفا نے آپکو خلافت اور سجادگی کی "دوقباؤں" والا بنادیا اور اس دورنگی شالہ نے کاروانِ میروی کے اس شہ بالہ کے رنگ وروپ کو دوبالا اور دیکھنے والا بنادیا۔

مسلسل انکار کے باوجود بھی حضرت مولانا احمد خان ثانیؒ نے اپنی وفات سے چندماہ قبل یہ روحانی خلافت اور امانت ایک وصیت نامہ کے ذریعے مولانا خواجہ محمد اکبر میرویؒ کو منتقل فرمادی۔ یہ وصیت نامہ کیا ہے! روح تصوف کا ایک کامل نصاب ہے۔ آپ بھی اسے پڑھ کر شاد کام ہوں اور جنہوں نے ولایت کو وراثت بنالیا ہے وہ لوگ بھی اس سے سبق لیں۔

وصیت نامہ

نقل وصیت نامہ

حضرت خواجہ مولانا احمد خان ثانی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سجادہ نشین میراشریف، ضلع اٹک

برجملہ پیر بھائیاں معلوم باد کہ مارا بذریعہ وصیت نامہ مورخہ 7 ذوالحجہ 1329ھ حضرت احمد میرویؒ قائم مقام خود کردہ وکار لنگر ہر قسم سپرد من فرمودہ چونکہ عمر ناپائیدار است وضعف بدنی روز بروز افزون است سجادگی ایں لنگر موروث نیست مولوی محمد اکبر علی کہ بصحبت خواجہ صاحب میروی باریاب است وازیں جانب مجاز گشتہ است عالم جامع درکار لنگر واقع است ومارا امید قوی است درکار کردگی ایشاں

ترقی سلسلہ خواہد شد۔ با اثبات ہوش وحواس اور اقائم مقام خود متولی لنگر میر اشریف بعد خود کردہ ام، مولوی فقیر عبد اللہ کہ برادر زادہ است اور اپنج روپیہ ماہواری ومیاں حاجی احمد درمان قدیمی وخادم اینجا است سہ روپیہ ماہوار بشرط اقامت در لنگر جاری دارند وخرچ وخوراک ہمچوں دیگر درویشاں ہر دور اباشد۔ ومال وقف شدہ از قسم اراضی چاہی وغیرہ ودیگر ہائے وکتب ہائے موافق وصیت حضور میرویؒ بر فقیران لنگر میرا شریف وقف باشد۔ بعد ادائے قرضہء لنگر وخرچ جنازہ وگور وکفن ہرمال کہ باقی ماند باتولیت ایشاں باشد۔ بر ایشاں لازم باشد کہ خدمت درویشاں وسلسلہ درس وتدریس جاری دارند تاکہ درویشاں بدروازہ دینا داران نروند وباشغل علوم دینیہ وذکر وفکر مشغول باشد۔ لہٰذا وصیت نامہ ہذا وبروئے گواہان معتبران تحریر نمودہ شد

المرقوم

18 رمضان المبارک 1349ھ

العبد: فقیر احمد بقلم خود

اللہ تعالیٰ نے آپکو سلامت وجودت طبع، تدبر، فہم وفراست، دیانت وفطانت، زیرکی، معاملہ فہمی، بلند حوصلگی، استقامت، وسعت ظرفی، خوش خلقی، سخاوت، حق گوئی وبے باکی، مخلوق خدا سے بے نیازی، وسیع النظری، وسعت فکری، بلند ہمتی، اولوالعزمی، بلند پروازی، نظم وانصرام، صبر واستقامت اور دور اندیشی ودوربینی ایسے اوصاف وکمالات سے نوازا تھا۔ آپ بے انتہا خوش نویس تھے۔ آپکا باطنی حسن آپکی تحریروں کی قباء پہن لیتا تھا۔ مستزاد یہ کہ آپ واللہ جمیل ویحب الجمال کے فیضِ حسن کا عکس باکمال تھے۔

آپ کے متعلقین و محبین کا حلقہ از حد وسیع تھا جن میں غریب نواز (ثالث)، حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی، غریب نواز (رابع) شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی، مولانا احمد خان بانی خانقاہ سراجیہ کندیاں، علامہ زماں غلام محمود پپلانوی، مولانا یار محمد بندیالوی، شیخ الحدیث مولانا غلام فخر الدین گانگوی، مولانا احمد خان روکھڑی فاضل دیوبند، مولانا ظہور احمد بگوی، غزالی زماں علامہ احمد سعید شاہ کاظمی، قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی وغیرہ شامل ہیں۔ آپکے مریدین و معتقدین کا شمار ممکن نہیں۔

آپ کے چند میسر مشاہیر تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

☆خواجہ خواجگان حضرت بابا عبد الغفور دریوی دریائے رحمت شریف اٹک ☆حضرت مولانا الحافظ غلام جیلانی صاحب ☆مظہر الاؤلیاء حضرت حافظ پیر محمد مظہر قیوم صاحب پپلاں شریف ☆مولانا قاضی نور احمد صاحب ڈھبوی، ڈھبہ شریف تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال ☆حافظ مولانا عبد الحسیب صاحب مدرسہ حفظ القرآن مسجد لوہاراں وڑچھ ضلع خوشاب ☆مولانا نذر محمد قریشی جامع مسجد فوجیاں بھکر ☆مولانا گل محمد صاحب میرا شریف ضلع اٹک ☆مولانا قریشی امیر احمد صاحب ٹبہ قریشیاں ☆مولانا محمد اکبر خان صاحب روکھڑی ضلع میانوالی ☆مولانا قریشی نیک محمد صاحب دلیوالی ضلع میانوالی ☆مولانا صوفی کرم علی صاحب فیصل آباد ☆مولانا غلام حیدر شاہ دلیوالی میانوالی ☆مولانا حافظ محمد خان صاحب چکڑالہ ☆مولانا محمد اولیاء خان لیٹی ☆مولانا عبد الرحمن صاحب ڈھیریارووالہ ☆مولانا نور محمد صاحب چکڑالہ ☆مولانا قریشی غلام حسین صاحب داؤدخیل ☆مولانا قریشی قمر الدین صاحب وا ں بھچراں

☆مولانا قریشی غلام محمد وردی صاحب سوانس

☆تقریرات بخاری☆ تقریرات مسلم☆ تقریرات ابوداوٗد☆ تقریرات ترمذی (عربی) ☆مختلف درسی کتابوں پر حواشی اور مطبوعہ، غیر مطبوعہ فتاویٰ جات آپ سے یادگار ہیں۔ جن میں سے تقریرات بخاری، رحمت الباری فی عطاء تقریرات البخاری کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ دراصل آپ ایک عظیم المرتبت محدث تھے !

آپ نے اپنے فرزند ارجمند مولانا الحاج الحافظ غلام جیلانیؒ فاضل امروہہ ہندوستان اور پیر غلام جعفر شاہ بن مخدوم سید سلطان اکبر شاہ بخاری کو بالترتیب سلسلہء چشتیہ اور سلسلہ ء چشتیہ قادریہ میں اجازت دیکر خلیفہ نامزد فرمایا۔ مولانا اکبر علی 27 جمادی اولیٰ 1376ھ بمطابق 29 دسمبر 1956ء کو واصل بحق ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ کمیٹی باغ میانوالی کے وسیع میدان میں آپ کے استاد محترم مولانا احمد الدین گانگویؒ نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں اک انبوہ کثیر نے شرکت کی آپ کا مزار انور آپ کی عظیم یادگار اکبر المساجد کے پہلو میں بنایا گیا ہر سال آپکا عرس پاک ان نفوس قدسیہ کی حیاتِ جاویدانی کے ڈنکے بجاتا گزر جاتا ہے۔

اکبر العلماء، عارفِ جلی خواجہ محمد اکبر علی چشتی میروی کی یاد میں!

شاد باد اے چراغِ کُشتگانِ میروی
شاد باد اے نقیب رہروانِ میروی
سلام اے اکبر علی، گل آستانِ میروی
ہست تو سرمایہ کاروانِ میروی
آپ تھے سراپا غزل، اک پیکر حَسیں

تھیں پوشیدہ صبحیں آپ میں اور آنکھیں سویروی
باتیں تھیں کیا غضب، ادائیں بھی سحروی
شاہکارِ حُسن آپ تھے، اے جمالِ میروی
آپ کی نگاہِ ناز سے دل بدل گئے
اہل حرم بنے، تھے جتنے بھی دیروی
حُسنِ دل ربا سے آپ مالا مال تھے
قد تھا سراپا سرو اور زلفیں گھنیروی
فرد فرد ہے آپ کی محبت کا اِک اسیر
آنکھیں تھیں سُرمگیں تو باہیں بھی گھیروی
زندگی کی جنگ کے آپ شاہسوار تھے
رہا بن کے اک کمند، یہ مردِ دلیروی
جامعہ ہے آپ کا سب تحریکوں کا نقیب
آستاں ہے آپ کا اک کچھارِ شیروی
شان ہے بہت بلند آپکے در و بام کی
ادنیٰ سا ایک غلام ہے یہ ریاضِ بھیروی

☆☆☆☆☆☆☆

خوشبوئے ثانی

فیض سبحانی حضرت ثانی خواجہ غلام جیلانی قدس سرہ العرفانی، بانی جامعہ اکبریہ میانوالی، بن محدث کبیر مولانا اکبر علی بن مولانا غلام حسین بن محمد عثمان بن مولانا میاں محمد الیاس بن خدایار بن میاں محمد عبد اللہ، 1909ء میں متولد ہوئے۔ آپ پانچ ہمشیرگان اور ایک بھائی میں سے سب سے بڑے تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی مخدوم غلام ربانی (1912ء-1993ء) نے سرکاری ملازمت اختیار کی۔ مخدوم غلام ربانی پابند شرع، شریف النفس انسان تھے اور مسجد و مدرسہ کے معاملات میں گہری دلچسپی لیتے تھے۔ محدث کبیر خواجہ مولانا اکبر علی چشتی میرویؒ کو غوث اعظم سید شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے والہانہ محبت و عقیدت تھی، انہوں نے اپنے بیٹوں کے نام بھی غلام جیلانی اور غلام ربانی رکھے اسی نسبت غوثیت نے آج تک علم اکبریہ کو سربلند رکھا ہوا ہے۔

مولانا غلام جیلانی سنجیدہ و باوقار، بیدار، ہوشیار اور سعادت آثار تھے چنانچہ خالصتاً دینی ماحول میں ان کی تربیت کا اہتمام کیا گیا۔ مکتب کی ابتدائی تعلیم اور حفظِ قرآن مجید کیلئے خصوصی انتظامات بروئے کار لائے گئے۔ حفظ قران عظیم کیلئے حافظ

قاری شجاع الدین لاہوریؒ کو استاد تعینات کیا گیا۔ درسِ نظامی کی ابتدائی کتب مولانا شہباز خان بلند شہری اور مولانا گل محمد میروی فاضلانِ ہندوستان سے مدرسہ اسلامیہ لخدام غوثیہ (جامعہ اکبریہ کا ابتدائی نام) میں بلا کر تدریس کروائی گئیں۔ اساتذہ کی محنِ شاقہ رنگ لائیں۔ درجہ موقوف علیہ اور دورہ حدیث شریف کیلئے آپ کو شہرہ آفاق تعلیم گاہ جامعہ اسلامیہ امروہہ ہندوستان روانہ فرمایا گیا۔ 1942ء میں آپ علوم دینیہ سے مزین و فارغ التحصیل ہو کر میانوالی مراجعت فرما ہوئے۔

ادھر آپ کے والد گرامی مصافِ میانوالی میں نبرد آزما تھے۔ مولانا اکبر علی کی ہمہ گیر مذہبی، سماجی، انسانی، سیاسی سرگرمیاں تحریک اکبریہ کا روپ دھارے ہوئے تھیں، اک چومکھی لڑائی تھی اور گھمسان کا رَن پڑا ہوا تھا۔ مولانا غلام جیلانی اک تنومند پرعزم نوجوان تھے۔ آپ نے گھر کے محاذ کو بھی سنبھالا۔ مولانا اکبر علی اک تارک الدنیا ولی کامل تھے کسی بھی دن کی آمدن کو اگلے دن پر اٹھا نہ رکھتے۔ سب خرچ فرما دیتے۔ چنانچہ گھر اور بھائی بہنوں کے جملہ اخراجات مولانا غلام جیلانی کی محنت شاقہ ہی سے چلتے۔ آپ اک بلا کے محنتی، جفاکش اور خوددار انسان تھے۔ اپنے والد محترم کے ساتھ خانگی اور سجادہ و دربار کی روحانی ذمہ داریاں بطریق احسن سرانجام دیتے اور تجارت، آڑھت اور سرکاری زمینوں کے ٹینڈر لیکر گھر کا نظم و نسق چلاتے۔ مولانا اکبر علیؒ رحلت فرما ہوئے تو سرہانے سے چھیالیس روپے برآمد ہوئے جو ان کی بے ہوشیءِ علالت کی وجہ سے مصرف پذیر نہ ہو سکے تھے۔ یہی "ترکہءِ فقیر" آپ کیلئے "سرمایہ دل پذیر" اور باعث تحریک بنا۔

آپ فقر کی دولت کے بل بوتے پر مسجد نشین ہو گئے۔ اس عالم سرمستِ بادہ

ءِ ربانی کے توکل کا عالم یہ تھا کہ جو آتا خرچ فرما دیتے۔ ورنہ معاملہ ادھار پر چلتا۔ جملہ خدمات دینیہ، مسجد و عید گاہ کی امامت و خطابت بلاعوض و معاوضہ انجام پاتیں۔ آپ کے لب و دست کبھی بھی شرمندہ سوال نہ ہوئے۔ آپ کی شادی خانہ آبادی اپنے حقیقی چچا میاں محمد حسینؒ کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ تین صاحبزادے، صاحبزادہ محمد عبد المالک، صاحبزادہ محمد عبد السلام، صاحبزادہ محمد عبد الجلیل اور چار صاحبزادیاں متولد ہوئیں۔ 1934ء میں پہلا فریضہ حج ادا فرمایا۔ اس سفر عقیدت سے واپسی ہوئی تو نایاب کتب کا اک ذخیرہ آپ کے ہمراہ تھا۔ 1979ء میں دوبارہ زیارت حرمین شریفین سے بہرہ یاب ہوئے۔

دسمبر 1956ء میں حضرت خواجہ محمد اکبر علیؒ کے وصال کے بعد ان کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ مسجد ہی آپ کا "سجادہ" قرار پایا۔ مولانا اکبر علی کے بپا کردہ مشن کو آگے بڑھایا اور ہمہ نوعیت بار گراں کو ناتواں کندھوں پر اٹھا کر یہ روحانی بیڑہ ساحلِ مراد سے جالگایا۔ کُل ہند، انجمن اسلامیہ میانوالی شاخ کے بانی ارکان میں آپ کا نام شامل ہے۔ اس انجمن نے رفاہی بنیادوں پر تاریخی یتیم خانہ اور عید گاہ تعمیر کروائی۔ آپ کافی عرصہ انجمن اسلامیہ کے صدر بھی رہے۔ میانوالی شہر میں موجود تاریخی اہمیت کے حامل یتیم خانوں، عید گاہ وغیرہ کے دستیاب ریکارڈ سے آپ کی طویل المدتی انتظامی جدوجہد اور کاوش کا پتہ چلتا ہے یہ ادارے تاوقت تحریر پوری شدو مد سے مصروفِ کار و فعال ہیں گو کہ ان کے تعمیراتی خدوخال مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ آپ نے 1962ء میں وسیع و عریض مرکزی عید گاہ کے متصل دار الاطفال کی نئی عمارت تعمیر کروائی۔ مرکزی جامع مسجد میانوالی کی مغلیہ طرز پر عالی

شان تعمیر آپ ہی کا کارنامہ ہے مسجد کی اندرونی وبیرونی آرائش وزیبائش اور جاہ جلال ہر آنکھ کو دعوت نظارہ دیتی ہے۔ بالخصوص محراب وچھت کی شیشہ وکندہ کاری تولائق دید ہے۔

جامعہ اکبریہ میانوالی جیسی عظیم درسگاہ آپ کے کارہائے نمایاں میں سے ایک ہے۔ آپ خود بھی خوش الحان قاری قرآن تھے۔ 52 سال تراویح میں قرآنِ فرقان سنایا۔ صبح کی نماز خود پڑھاتے۔ آپ کی مسحور کن قرات سے نمازیوں پر رقت طاری ہوجاتی۔ خطبہ جمعہ کا انداز بھی نرالہ تھا۔ مولانا عبد الحئیؒ لکھنوی کے مدون خطبات جمعہ جس میں ہر جمعہ کیلئے علیحدہ خطبہ لکھا گیا تھا، پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے خطبات جمعہ کے سامعین، اس ذوق وشوقِ جمعہ اور کیفیات کو آج تک نہیں بھلا پائے۔ مورث اعلیٰ مولانا اکبر علیؒ کی وفات کے بعد 1956ء سے مرکزی عید گاہ میانوالی کی تولیت سنبھالی۔ عید گاہ کی تعمیر وترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ عیدین کی نماز خود پڑھاتے۔ جبکہ دیگر نظم ونسق وانصرام کیلئے کل وقتی بندوبست موجود ہے۔ تاوقت یہ عید گاہ اک شاہی عید گاہ کا منظر پیش کر رہی ہے۔

حضرت الحاج الحافظ القاری خواجہ غلام جیلانیؒ 1942ء میں حضرت خواجہ مولانا احمد خان چشتی میرویؒ آستانہ عالیہ میراشریف المعروف بہ حضرت ثانی سے شرف بہ بیعت ہوئے۔ آپ کو اپنے والد گرامی کی طرف سے بھی خلافت چشتیہ عطا ہوئی۔ آپ نے اس روحانی سلسلے کو بھی باوقار انداز کے ساتھ جاری و ساری رکھا۔ محدود وسائل کے باوجود لنگر خانہ اور مہمانوں کے قیام کیلئے حجرہ جات کی تعمیر کروائی۔ آپ نے انتہائی سادہ زندگی بسر فرمائی۔ آپ عجز وانکساری کا پیکر تھے۔ باوجود جید عالم

وحافظ و قاری ہونے کے آپ اپنے آپ کو طالب علم ہی شمار کرتے تھے آپ عمر بھر مسجد میں معتکف اور استغنا کی پناہ میں رہے۔

1930ء کے تحیر خیز عشرے میں دار العلوم اسلامیہ، جامعہ مسجد میانوالی (موجودہ جامعہ اکبریہ) میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ محمد اکبر خان خنکی خیل کو صدر چنا گیا، اسی اجتماع میں مولانا عبد الستار خان نیازی نے پہلی تقریر فرمائی۔ اُن دنوں آپ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے جوائنٹ سیکرٹری تھے۔ اُس وقت مسلم لیگ غریبوں کی جماعت ہوا کرتی تھی۔ 1940ء کے عشرے کے انقلاب خیزیت کا آغاز ہوا۔ اِدھر میانوالی میں ہندوستانی قومیت اور مولانا حسین احمد مدنی کی فسوں کاریت کا بت پاش پاش ہو رہا تھا، مولانا احمد الدین گانگوی فرنگی محلی، مولانا اکبر علی اور مولانا غلام محمود پپلانوی کے تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے حق میں آنے والے فتوے نے سب رکاوٹوں کو پاٹ ڈالا تھا، پنجاب کے دیگر اضلاع کی طرح میانوالی کے وڈیروں اور یونینسٹوں کو مسلم لیگ کی پناہ میں آنا پڑا۔ جن لوگوں کی مخالفت پر مولانا غلام جیلانی کو سابق ادوار میں مالی نقصانات میں سے بھی گزرنا پڑا تھا۔ ظہورِ پاکستان کے بعد عمائدین اکبریہ مقاصد حصول پاکستان کیلئے ہی سرگرم رہے۔ قیام پاکستان سے پہلے اور مابعد بھی عمائدین اکبریہ کا اختصاص یہ رہا کہ وہ عظیم اور آفاقی مقاصد سے پیوست رہے، مقامی وڈیرے کبھی بھی ان شاہینوں کو زیر دام نہ لا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ جامعہ اکبریہ، تحریک ترک موالات سے لیکر تادم تحریر تحریک ختم نبوت تک ہمیشہ نقیب حریت و آزادی رہا ہے۔ اس در پر پرکشش ترغیبات ہمیشہ رد ہوتی رہیں۔ قیام پاکستان سے پہلے زمینوں کی الاٹ منٹ ہو یا بعد میں، تمام پیش کشوں کو قبول نہ کیا گیا۔ بہر حال

قیام پاکستان کے بعد مہاجرین کی آباد کاری کیلئے معززین شہر کی جو کمیٹی تشکیل دی گئی، مولانا غلام جیلانی اُس کمیٹی کے رکن تھے۔ مولانا غلام جیلانی دنیاوی آسائشوں سے اس حد تک بے غرض تھے کہ مولانا فخر الدین گانگوی نے اپنی ذاتی ڈائریوں میں اُن کے سائیکل اور بسوں کی چھتوں پر سفر کرنے کے تذکرے بھی کئے ہیں۔ "یہ صورتیں الٰہی اب کس دیس بستیاں ہیں!"

آپ زندگی بھر مشائخ چشتیہ کے معمولات پر پابند رہے۔ نماز تہجد کے بعد قرآن پاک کی تلاوت انکا معمول تھا۔ نماز فجر خود پڑھاتے اور اسکے بعد درودِ مستغاث، مسبعات عشر، دعائے کبیر، سلسلہ چشتیہ کے علاوہ دلائل الخیرات شریف کی تلاوت روزانہ کے ورد میں شامل تھی۔ مثنوی مولانا روم کے علاوہ فارسی ادب سے خصوصی دلچسپی رکھتے تھے۔ اوائل عمر میں یہ اسباق طلباء کو خود پڑھاتے تھے، نمازِ چاشت کے بعد تھوڑی دیر آرام کرتے۔ مہمانوں کے لنگر کا خاص خیال رکھتے تھے۔ صبح و شام گھر سے کھانا منگوا کر اپنے ہاتھوں سے تقسیم کرنا باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ میرا شریف اور گولڑہ شریف گیارھویں کے عرس مبارک میں شمولیت آپ کی زندگی کا معمول تھا زندگی کے آخری سال سجادہ نشین قبلہ بابو جیؒ سے آپکا خصوصی روحانی تعلق تھا، انکی طرف سے سلسلہ قادریہ کے جملہ وظائف و معمولات کی اجازت تھی، ہر سال گیارہویں شریف کے عرس پر گولڑہ شریف حاضری دیتے تھے۔ آخری سال طبیعت ناساز تھی، شوگر کی زیادتی کی وجہ سے جسم، نقاہت کا شکار تھا۔ خادموں نے عرض کیا حضور گولڑہ شریف تشریف نہ لے جائیں، گرمی زیادہ ہے، فرمایا: "زندگی بھر کبھی ناغہ نہیں ہوا، شاید یہ حاضری آخری ہو، دربارِ غوثیہ میں ضرور جاؤنگا" اور واقعتاً یہ عرس کی آخری حاضری

ثابت ہوئی۔

حیات مستعار کی آٹھویں دہائی میں عارضہ قلب کی شکایت لاحق ہوئی، کافی علاج معالجہ کرایا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ بخار کی شکایت ہوئی، جمعہ کے دن حجامت کرائی، غسل فرمایا۔ خادم خاص حاجی غلام یٰسین کو حکم فرمایا کہ امانتوں والی کاپی اٹھالاؤ۔ صاحبزادہ عبد المالک صاحب کو فرمایا کہ کاپی پر کس کس کی امانتیں لکھی ہیں، اپنے سامنے پڑھوا کر کاپی رکھ دی۔ نماز جمعہ باجماعت ادا فرمائی۔ رات اپنے حجرے میں بسر فرمائی۔ بوقت تہجد چار بجے صبح مورخہ 7 جنوری 1984ء بمطابق 3 ربیع الاول 1404ھ خالقِ حقیقی سے جاملے۔ آپ کا نماز جنازہ ساڑھے تین بجے سہ پہر ہاکی سٹیڈیم میانوالی میں پڑھا گیا نماز جنازہ پیر محمد مظہر قیومؒ نے پڑھائی۔ ہزاروں انسانوں نے اشکبار آنکھوں کیساتھ آپ کے جنازے میں شرکت کی۔ آپ کو آپ کے عظیم والد محدث کبیر مولانا اکبر علیؒ کے پہلو میں جامعہ اکبریہ میانوالی کے متصل دفن کیا گیا۔

لوحِ مزار حضرت ثانیؒ

نذرانہ عقیدت: حضرت پیر سید نصیر الدین نصیرؒ (چراغ گولڑہ شریف)

کرم بحالِ مَن اے کِردگارِ لَاثانی
کہ بہرِ حمدُ و ثَناہا فقط تُو شایانی
زِ بندگان تُو آں بَندہ دَر لَحد اَست
کہ دَر حیات بہ پیشت نہاد پیشانی
تمام عُمر بہ تَبلیغ دین نمودَم صَرف
جوارِ اہلِ ہدایت مَرا کُن ارزانی

زِ غایت کرم آنجا مَرا بدہ مسکَن
کہ بوسہ پائے نبی رَا زنم بہ آسَانی
بہ کوچہء تُو فقیرانہ آمدم شاہا
بَہ اِیں طَرب کہ کَسے رَا زِ دَر نمی رانی
بہ تُربتِ مُتوفی نُزولِ رَحمَت کُن
کہ اُوست اَز رَہِ نِسبَت غلامِ جِیلاَنی
سُخَن تمَام شُد وَ اَز نصیر تردَامَن
رَسَد سَلام بَہ اَیں زَمرَہ ہائے رُوحَانی

ترجمہ:

اے خالقِ بے مثال! میرے حال پر کرم فرما! کیونکہ صرف تو ہی تمامتر حمد و ثنا کے لائق ہے۔ تیرا وہ بندہ اس تربت میں محو استراحت ہے کہ جس نے زندگی میں جبیں تیرے حضور جھکائے رکھی۔ میں نے تمام عمر تبلیغ دین میں صَرف کی، مجھے اہل ہدایت کا قرب نصیب فرما! نہایت لطف و کرم سے مجھے ایسی جگہ مسکن عطا فرما کر میں آسانی سے نبی پاک ﷺ کے قدموں کے بوسے لے سکوں۔ اے خواجہ میں تیرے آستاں پر پاپیادہ آیا ہوں اس کیف کے ساتھ کہ تو کسی کو اپنے دروازے سے نہیں لوٹاتا۔ مرحوم و مغفور ہستی کی تربت پر رحمتوں کا نزول فرما کر یہ ہستی نسبتاً شاہِ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کی غلام ہے۔ پس بات ختم ہوئی اور نصیر گنہگار کی طرف سے اِن روحانی سلسلوں کو سلام پہنچے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

فصل ثالث

خواجہ اکبر علی کے معروف تلامذہ کے مختصر احوال و آثار:

حضرت خواجہ محمد اکبر علیؒ نے جو فہرست طلباء لکھی ہے اُن میں سے چند معروف علماء کے اسماء گرامی ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔ اس فہرست میں بعض علماء وہ ہیں جنکی فہرست حضرت صاحبزادہ محمد عبدالمالک میروی نے فراہم کی ہے۔

☆علامہ عبدالکریم چشتی ☆ خواجہ خواجگان حضرت بابا عبدالغفور دریوی دریائے رحمت شریف اٹک ☆حضرتؒ مولانا الحافظ غلام جیلانی صاحب ☆حضرت غلام ربانی ☆حضرت میاں فضل احمد ☆ حضرت حافظ پیر محمد مظہر قیوم پپلاں شریف ☆مولانا قاضی نور احمد صاحب ڈھبوی، ڈھبہ شریف تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال ☆حافظ مولانا عبدالحسیب مدرسہ حفظ القرآن مسجد لوہاراں وڑچھہ ضلع خوشاب ☆مولانا نذر محمد قریشی جامع مسجد فوجیاں بھکر ☆مولانا گل محمد میرا شریف ضلع اٹک ☆مولانا قریشی امیر احمد ٹبہ قریشیاں ☆مولانا احمد خان روکھڑی ☆مولانا محمد اکبر خان روکھڑی ضلع

میانوالی ☆ مولانا پروفیسر حافظ محمد اجمل خان (ڈھرنکہ) ☆ مولانا قریشی نیک محمد دلیوالی ضلع میانوالی ☆ مولانا صوفی کرم علی فیصل آباد ☆ مولانا غلام حیدر شاہ دلیوالی میانوالی ☆ مولانا حافظ محمد خان چکڑالہ ☆ مولانا محمد اولیاء خان لیٹی ☆ مولانا عبد الرحمن ڈھیر یارووالہ ☆ مولانا نور محمد چکڑالہ ☆ مولانا قریشی غلام حسین داؤد خیل ☆ مولانا قریشی قمر الدین واں بھچراں ☆ مولانا قریشی غلام محمد وردی سوانس ☆ حضرت مولانا حافظ زین العابدین ☆ مولانا خدایار ☆ مولانا محمد رمضان (موتی مسجد) ☆ فقیر عطار سول ☆ علامہ ضیاء الدین ☆ حضرت عطار سول مؤذن ☆ محمد انور صوفی ☆ مولانا نور خان چکڑالہ ☆ مولانا قمر الدین ☆ مولانا گل خان ☆ حضرت فقیر جہانگیر خان ☆ مولانا عبد اللہ ☆ حضرت احمد شاہ سید ☆ حضرت عطا محمد (شہباز خیل) ☆ امیر محمد قریشی ☆ مولانا غلام سرور ☆ مولانا شیر محمد ☆ مولانا محمد علی ☆ مولانا نور محمد ☆ مولوی احمد گل ☆ حافظ قمر الدین ☆ حافظ خان محمد ☆ مولوی مہر محمد ☆ مولوی نیک محمد ☆ مولانا علی محمد بلوخیلوی ☆ حضرت صالح محمد شاہ (دلیوالی)

چند معروف علماء کے احوال یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

1۔ حضرت علامہ حافظ عبد الکریم چشتی (م1974ء):

علامہ حافظ عبد الکریم چشتی موچھ (میانوالی)، 1280ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ نے قرآن مجید موضع تری خیل میں حافظ محمد اسماعیل سے حفظ کیا۔ صرف ونحو کی ابتدائی کتب ضلع اٹک میں پڑھیں علاوہ ازیں حضرت میاں علی محمد شاہؒ اور حضرت خواجہ محمد اکبر علی میرویؒ (م1956ء) سے کتب دینیہ پڑھنے کے بعد ہندوستان کا رخ کیا اور یوپی میں مختلف افاضل سے اکتساب فیض کیا اور سند فراغت حاصل کی۔ فتح جنگ

میں حضرت قاضی نور حسین فتح جنگیؒ سے بھی علم حاصل کیا۔ میرا شریف میں بھی زیر تعلیم رہے۔ بستی کھوکھر ضلع ڈیرہ غازی خان میں بھی پڑھتے رہے۔ ترجمہ و تفسیر کے سلسلہ میں حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گیلانیؒ (م1937ء) سے اکتساب فیض کیا۔ آپ کی بیعت شمس العارفین حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالویؒ (م1300ء) سے تھی۔ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ملتان میں کافی عرصہ تدریس فرمائی بعد ازاں چنیوٹ کی چٹی مسجد میں تاحیات مستقل مقیم رہے۔ آپ سے مقامی کالجز کے طلباء عربی کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آپ چنیوٹ میں 1970ء کے عشرہ میں علیل ہوئے اور واپس اپنے وطن موچھ تشریف لے گئے۔ آپ نے محلہ اسلام پورہ موچھ میں 15 مارچ 1974ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار شریف موازوالہ شریف موچھ میں واقع ہے۔

(مولانا مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج8، ص257-260)

2۔ حضرت خواجہ محمد عبد الغفور دریا شریفؒ (م1397ھ):

آپ کی پوری زندگی عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں گزری۔ آپ نے قرآن مجید شکر درہ شریف میں حفظ کیا۔ حفظ کے بعد حصولِ علم دین کے لیے مختلف مقامات پر تشریف لے گئے۔ بعض کتابیں خواجہ محمد اکبر علی چشتی میروی سے پڑھیں۔ اس کے علاوہ جن مقامات پر حصول علم کے لئے تشریف لے گئے ان میں کامرہ، اکھوڑی، رام پور اور دہلی شامل ہیں۔ آپ طالب علمی کے دَور میں ہی تقویٰ وطہارت کا پیکر تھے۔ اور تمام زندگی مجاہداتِ شاقہ میں گزاری۔ آپ کی پہلی بیعت بھی مانکی شریف میں ہے۔ بعد میں آپ سواگ شریف حضرت غلام حسن سواگ (م1358ھ) کی بارگاہ میں

حاضر ہوئے اور بیعت فرمائی۔

(مظہری، عطا المصطفیٰ، التحفۃ الروحانیہ فی الشجرۃ المظہریہ، اسلام آباد: میثاق انٹرپرائز، ص66-67)

آپ جب بھی دربارِ عالیہ پیر سواگ پر حاضر ہوتے تو کیمبل پُور (اٹک) سے باوضو ہوکر گاڑی پر سفر کرتے۔ اور کروڑ سٹیشن پر اُتر کر پیدل دربار شریف تک چلتے۔ جب حضرت پیر سواگ کے مزار شریف پر روضہ تیار ہو رہا تھا تو دریا شریف سے طلباء لے کر آپ حاضر ہوتے اور اپنے ہاتھ سے خود کام کرتے۔ حضرت ثانی صاحب خواجہ غلام محمد سواگوی (م1382ھ) نے آپ کو سلاسِل اربعہ میں خلافت عطا فرمائی۔ آپ نے اپنی مسجد تین منزلہ بنوائی تھی اس خیال سے کہ دریا شریف گاؤں کی کوئی عمارت اللہ کے گھر سے اونچی نہ ہو۔ پوری زندگی کسی شخص سے مسجد یا مدرسہ کے لیے آپ نے کوئی پیسہ نہیں لیا۔ آپ کا مزار پُر انوار دریائے رحمت شریف میں مرجعِ عوام وخواص ہے۔ آپ کے تمام صاجزادگان خدمتِ دینِ متین میں آج بھی شب و روز مصروف ہیں۔ جو چشمہ فیض حضرت خواجہ صاحب نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں جاری فرمایا تھا، آج بھی تشنگانِ معرفت کو سیراب کر رہا ہے۔ دریا شریف میں دینی مدرسہ قائم ہے۔ جس میں قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں آج بھی سامعہ نواز ہو رہی ہیں۔ اور اس دینی وروحانی مرکز میں درس و دریس، افتاء اور تصنیف و تالیف کا کام جاری ہے۔

(عطا المصطفیٰ مظہری، تحفۃ الروحانیہ، ص66-67)

3۔ حضرت خواجہ حافظ میاں فضل احمد گیلانی (م1981ء):

آپ 1901ء بمطابق 1319ھ کو محلہ میاں فتح محمد میانوالی میں پیدا ہوئے۔

آپ نے حفظ القرآن اپنے مدرسہ میں حضرت مولانا حافظ مظفر خانؒ سے کیا اور دیگر مروجہ علوم وفنون اپنے حقیقی ماموں حضرت خواجہ مولانا اکبر علی چشتی میرویؒ (م 1956ء) سے حاصل کئے۔ چودہ برس کی عمر میں والد ماجد کی شفقت سے سے محروم ہوگئے اور آپ کی دیکھ بھال اور تربیت کا ذمہ آپ کے محسن ماموں جان نے اٹھایا۔ آپ نے مجاہد اعظم ضیاء العارفین حضرت خواجہ حافظ الحاج محمد ضیاء الدین سیالویؒ کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں بیعت ہو کر خلافت پائی۔

(مولانا مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج 8، ص 285-287)

آپ نے اپنے مرشد کریم کے ارشاد پر جامع مسجد کی امامت اور نگرانی کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا۔ 67 سال مسجد کی خدمت کی۔ آپ صوم وصلوۃ، معمولات ووظائف اور شریعت مطہرہ کے انتہائی پابند تھے۔ اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک تھے۔ اپنے شیخ کریم کے عاشق صادق تھے۔ آپ بڑے عابد وزاہد، متقی اور سخی تھے۔ غریب پرور، شفیق ومہربان اور عجز و انکساری کا پیکر تھے۔ آپ 19 جنوری 1981ء بروز دوشنبہ کو فوت ہوئے۔ قبر انور جامع مسجد میاں فتح محمد میں مرجع خلائق ہے۔

4۔ مولانا غلام فخر الدین گانگوی (م 1983ء):

ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت علامہ مولانا غلام فخر الدین گانگوی بن شیخ الحدیث والتفسیر مفتی اعظم مولانا سید احمد الدین گانگوی بن حضرت مولانا میاں غلام علی 1922ء / 1321ھ میں بمقام گانگی شریف واقع غربی جانب میانوالی پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب 32 واسطوں سے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی تک پہنچتا ہے۔ آپ کا

خاندان علمی و دینی اعتبار سے ہمیشہ ممتاز رہا۔ آپ نے 1927ء میں اپنے والد کی معیت میں میانوالی میں سکونت اختیار کی اور تاحیات یہیں سکونت پذیر رہے۔ قرآن کریم ناظرہ اور اردو کی پرائمری تعلیم سے فارغ ہو کر 1934ء میں اپنے والد بزرگوار شیخ الحدیث والتفسیر مولانا احمد الدین گانگوی کی درسگاہ جامع شمس العلوم میں علوم وفنون کی تحصیل کے لئے داخل ہوئے۔ اس سلسلہ میں کچھ عرصہ واں بھچراں کے مشہور مدرسہ جامعہ مظفریہ رضویہ میں بھی تحصیل علم کے لئے رہے۔ وہاں آپ نے مولانا احمد الدین گانگوی کے شاگرد مولانا غلام یٰسین واں بھچروی سے استفادہ کیا۔ 12 تمبر 1946ء کو ہندوستان میں اہل سنت وجماعت کی مشہور بلند پایہ دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ لیا اور وہاں صدر الافاضل استاذ العلماء سید نعیم الدین مراد آبادی سے دورہ حدیث کیا۔ اس کے علاوہ وہاں پر تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی مراد آبادی سے بھی استفادہ کیا۔ قیام مراد آباد کے دور میں صدر الفاضل کے دو چھوٹے صاحبزادوں (ظہیر میاں، حنفی میاں) کو فارسی وصرف پڑھاتے تھے۔ 1947ء میں دستار فضیلت کا شرف حاصل کیا۔ جولائی 1947ء میں واپس میانوالی آکر اپنے خاندانی دستور کے مطابق خطابت فتاویٰ نویسی تبلیغ اور دینی کتب کی تدریس میں مشغول ہو گئے۔

(سید طارق مسعود شاہ، سرزمین اولیاء میانوالی، ص167)

حدیث کے بعض اسباق خواجہ اکبر علی چشتی سے پڑھے۔ صحاح ستہ اٹھائے آپ جامع مسجد میانوالی (جامعہ اکبریہ) پہنچ جایا کرتے اور مولانا اکبر علی سے اکتساب فیض کرتے۔ اس بات کا تذکرہ مولانا حق نواز چشتی (تلمیذ رشید مولانا غلام فخر الدین

گانگوی) نے تذکرہ سید احمد الدین گانگوی و فخر الدین گانگوی میں کیا ہے۔

مولانا غلام فخر الدین گانگوی نے 1950ء میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع شمس العلوم کو جدید بنیادوں پر استوار کیا اور اپنی نگرانی میں ابتدائی تعلیم قرآن حکیم و نظم فارسی سے لے کر حدیث، تفسیر تک کے تمام علوم کی تعلیم دی۔ فتاویٰ نویسی کا بھی معقول انتظام کیا۔ اور بعض پیچیدہ مسائل پر اس قدر بہترین فتاویٰ دیئے جن کی نظیر نہیں ملتی۔ تبلیغی فرائض بھی انتہائی محنت سے سرانجام دیئے۔ سیاست میں حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی کے ہمراہ جمعیت علماء پاکستان میں مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے۔ اس دوران ضلعی کنوینئر، ضلعی صدر اور نائب صدر کل جمعیت علماء پاکستان کے عہدوں پر فائز رہے۔ حضرت شیخ الاسلام ہی کے ہاتھ پر شرف بیعت کیا اور انہی سے خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔ حضور شیخ الاسلام کی خواہش پر حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی کی تعلیم کے لئے کچھ عرصہ آستانہ عالیہ سیال شریف مقیم رہے۔ مفتی اعظم سیال شریف کا عہدہ بھی آپ کے پاس تھا۔ قیام سیال شریف کے زمانے میں آپ سے خواجہ حمید الدین سیالوی اور شیخ الحدیث مولانا اشرف سیالوی جیسے افاضل نے اکتساب فیض کیا۔ آپ نے تقریباً 32 سال تک علوم اسلامیہ کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور اس دور میں کثیر تعداد میں علماء نے آپ سے علمی وروحانی استفادہ کیا۔ آپ کے زمانے میں جامع شمس العلوم میں حسب ذیل اساتذہ پڑھاتے رہے۔

(سید طارق مسعود شاہ، سرزمین اولیاء میانوالی، ص 167-168)

مدرسین جامعہ شمس العلوم گانگوی:

☆سید احمد الدین گانگوی ☆سید غلام فخر الدین گانگوی ☆شیخ الحدیث محمد زاہد افغانی ☆مولانا میاں نور محمد ☆مولانا نور الدین ☆مولانا غلام مصطفی خان ☆مولانا بشیر احمد ☆مولانا لطیف اللہ ☆مولانا غلام احمد ☆مولانا محمد حیات ☆مولانا محمد خان ☆مولانا محمد ہاشم ☆قاری محمد مختیار احمد (شعبہ تجوید) ☆مولانا محمد اسلم ☆مولانا محمد دین سید فیروز شاہ مفتی اعظم مولانا غلام فخر الدین گانگوی کے متعلق اپنے مضمون دبستان میانوالی میں یوں رقم طراز ہیں:

> "اس جہان حیرت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو بظاہر کتابیں نہیں لکھتے، ادیب نہیں کہلواتے، ادبی سرگرمیاں بپا کرنے کے لئے بھاگ دوڑ نہیں کرتے لیکن ان کے اندر کتنی ہی انمول کتابیں تصنیف ہوتی رہتی ہیں۔ وہ جب بولتے ہیں تو ادب کے شہ پارے تخلیق ہوتے ہیں۔ جب کسی ادبی محفل میں رونق افروز ہوتے ہیں تو علم وادب کے چراغ روشن کر دیتے ہیں۔ ان میں اولین شخصیت حضرت علامہ غلام فخر الدین گانگویؒ کی تھی انہیں درویشی غنا کے ساتھ زندگی کرنے کا ہنر آتا تھا۔ وہ لوگوں کو دین سے قریب لاتے تھے دور نہیں لے جاتے تھے۔ علم کو حلم کے ساتھ فروغ دینے کا سلیقہ ان سے زیادہ میں نے کسی میں نہیں دیکھا۔"

(ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص317)

مولانا غلام فخر الدین گانگوی کے تلامذہ:

☆خواجہ حمید الدین سیالوی☆ شیخ الحدیث محمد اشرف سیالوی ☆ جامع المعقول والمنقول مولانا محمد نواز (لوکوشیڈ کندیاں) ☆ پروفیسر حافظ محمد اجمل خانؒ(ڈھرنکہ) ☆ پیر سید محمد باقر شاہ آف کوٹ گلہ شریف ☆ مولانا غلام نبی (اسکندر آباد) ☆ مولانا غلام عباس خان ☆ مولانا محمد یونس لاہور ☆ مولانا عطا محمد شاہ دلیوالی ☆ مولانا محمد یعقوب (سرگودھا) ☆ مولانا سید محمد شاہ پشاور ☆ مولانا محمد شہباز خان سرحدی ☆ مولانا غلام ربانی (فیصل آباد) ☆ مولانا محمد گل خان ☆ مولانا محمد امیر کیمبل پوری ☆ مولانا بشیر احمد ☆ مولانا ہدایت احمد ☆ مولانا محمد حسین ☆ مولانا نور زمان ☆ مولانا غلام فرید ☆ مولانا شیر زمان ☆ مولانا عزت گل ☆ مولانا غلام رسول ☆ مولانا گل شیر ☆ مولانا علی محمد ☆ مولانا نور محمد ☆ مولانا محمد سعید کلاں ☆ مولانا محمد سعید خورد ☆ مولانا سلطان محمود (اٹک) ☆ مولانا خان زمان ☆ مولانا محمد اسماعیل (حضرو) ☆ مولانا نور الٰہی ☆ مولانا محبوب الٰہی ☆ مولانا عمر حیات ☆ مولانا عبد المالک ☆ مولانا شیر رسول ☆ مولانا عبد الرحیم کندیاں ☆ مولانا گوہر خان ☆ مولانا اعتبار خان ☆ مولانا در محمد ☆ مولانا شبیر احمد ☆ مولانا غلام حامد ☆ مولانا خوشی محمد (داؤد خیل) ☆ مولانا محمد اسحاق ☆ مولانا منظور الحق ☆ مولانا محمد اکرم ☆ مولانا محمد اکبر ☆ مولانا فضل الٰہی ☆ مولانا محمد رشید ☆ مولانا محمد نواز ☆ مولانا شبیر احمد ☆ مولانا امانت اللہ ☆ مولانا محبوب الٰہی ☆ مولانا محمد رفیق سیالوی ☆ مولانا فیض محمد چشتی ☆ محمد ریاض بھیروی

5۔ مولانا حافظ عبدالحسیب وڑچھوی (م 1983ء):

آپ مولانا قاری الٰہی بخش کے ہاں 1910ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد نے سن صغیری میں اللہ کی لاریب کتاب کو حفظ کرنے کی غرض سے وادی سون میں ایک مردِ کامل حضرت قاری قمر الدین کورڈھی کے سامنے شرف تلمذ پایا قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد روحانی منازل طے کرنے کیلئے میر اشریف اٹک حضرت خواجہ احمد میروی سے بیعت فرمائی کچھ عرصہ بعد اپنے آبائی گاؤں وڑچھہ شریف میں باقاعدہ 1880ء میں درس قرآن شروع کیا۔ حضرت حافظ الٰہی بخش کے تین صاحبزادے تھے سب سے بڑے بیٹے مولانا محمد سعید جو کہ اپنے وقت کے عالم اور پنجابی شاعر بھی تھے دوسرے چھوٹے بیٹے حافظ محمد رفیق اور سب سے چھوٹے تیسرے بیٹے حضرت الحافظ قاری عبدالحسیب جو کہ 1910ء میں پیدا ہوئے اپنے والد محترم سے قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد حضرت محمد اکبر علی کی بیعت کی وہاں ہی تعلیم مکمل کر کے اپنے والد گرامی کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے قرآن مجید کے مشن کو فروغ دینے کیلئے مسند تدریس پر فائز ہوئے اور 1983ء تک تقریباً 43 سال کے عرصہ تک قرب وجوار پورے ملک پاکستان سے تشنگانِ علم آئے اور قرآن مجید کے فیضان سے منور ہوئے کیونکہ اس خاندان کو اللہ کریم نے فروغ قرآن پاک کیلئے چن لیا تھا۔

حضرت حافظ عبدالحسیب کو اللہ کریم نے دو بیٹے عطا فرمائے بڑے بیٹے سلطان الحفاظ حضرت قاری حافظ عبدالرؤف، دوسرے بیٹے استاد الحفاظ قاری حافظ عبدالستار ہیں دونوں بھائیوں نے اپنے والد محترم کے مشن کو جاری رکھا 1983ء سے 1994ء تک پھر حافظ عبدالستار نے 1994ء سے 2006ء تک جاری رکھا۔ 2006ء

سے حضرت حافظ عبد الرؤف کے چھوٹے صاحبزادے استاد الحفاظ قاری محمد سعید نے خاندانی روایت کو برقرار رکھا ہوا ہے اور تاحال یہ فیضان جاری و ساری ہے حضرت حافظ عبد الرؤف کا وصال مبارک 1994ء ہے لیلۃ القدر 27رمضان المبارک کو ہوا۔ حضرت حافظ عبد الستار کا وصال 2017ء۔12 محرم الحرام کو ہوا۔

حضرت قاری حافظ عبد الحسیب اپنے مدرسہ جامعہ حسینیہ تجوید القرآن مرکزی جامع مسجد لوہاراں والی وڑچھ شریف میں سپرد خاک ہیں۔ آپکے پہلو میں آپکے دو صاحبزادے بھی سپرد خاک ہیں۔

حضرت حافظ عبد الحسیب پر شاندار روضہ مبارک کی تعمیر ہو چکی ہے جو کہ 2004ء میں مکمل ہوئی شاندار ڈبل سٹوری مسجد عالیشان مدرسہ جامعہ حسیبیہ تجوید القرآن مرکزی جامعہ مسجد لوہاراں والی وڑچھ شریف ضلع خوشاب میں واقع ہے۔ جامعہ حسیبیہ تجوید القرآن مرکزی مسجد لوہاراں والی وڑچھ شریف کے مہتمم استاد الحفاظ قاری محمد سعید عرصہ خدمات جامعہ حسیبیہ تجوید القرآن 140سال پر محیط ہے۔

6۔ حضرت خواجہ غلام جیلانی چشتی میروی (م1984ء):

آپ کے حالات فصل دوم میں گزر چکے ہیں۔

7۔پروفیسر مولانا میاں محمد اجمل (1930-1984)

پروفیسر مولانا میاں محمد اجمل مذہباً حنفی، مشرباً چشتی، نسبتاً تونسوی اور وطناً ڈھرنکوی و چکڑالوی تھے۔ آپ کے نانا قاضی کلیم اللہ چکڑالوی حضرت قاضی قمر الدین محدث چکڑالوی (م1909) کے داماد اور جانشین تھے۔ پروفیسر صاحب نے

درسیات کی تکمیل حسب ذیل افاضل واکابر علماء سے کی۔

(1)۔استاذ العلماء قاضی کلیم اللہ چکڑالوی (2) امام المناطقہ علامہ عطا محمد بندیالوی (3) شیخ الحدیث علامہ غلام فخر الدین گانگوی (4) مولانا خواجہ محمد اکبر علی چشتی میروی (5) حضرت مولانا ولی اللہ (6) مولانا رسول خان ہزاروی

آپ کو علامہ عطا محمد بندیالوی کے اجلہ تلامذہ میں شمار کیا جاتا ہے اور آپ علامہ بندیالوی کی ابتدائی کلاس کے طلباء میں شامل تھے۔ مولانا اللہ بخش واں بھچروی آپ کے ہم درس تھے۔ بیعتِ روحانی سلسلہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ میں حضرت خواجہ حافظ سدید الدین تونسوی سے تھی۔ حضرت مولانا الشاہ ضیاء الدین احمد مدنی سے بھی ارادت رکھتے تھے۔ مشائخ میں حضرت خواجہ محمد صدیق بھوروی، خواجہ قمر الدین سیالوی، خواجہ درویش محمد تونسوی اور پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی سے خصوصی نیاز مندی رہی۔ طبقہ علماء میں مولانا محمد ذاکر (جامعہ محمدی شریف جھنگ) مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی، علامہ سید محمود احمد رضوی، خواجہ غلام جیلانی، مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا محمد علی نقشبندی (جامعہ رسولیہ شیرازیہ)، مولانا سعید احمد مجددی، مولانا محمد عالم سیالکوٹی، ابوالفتح مولانا اللہ بخش واں بھچروی سے تعلقات رہے۔

1960ء میں جامعہ پنجاب سے ایم اے عربی کا امتحان دیا۔ صوبہ بھر میں سیکنڈ پوزیشن حاصل کی۔ 22جنوری 1961ء میں لیکچرر مقرر ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں شعبہ عربی کے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ بھی رہے۔

سیاست میں جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ وابستہ رہے۔ علاقائی سیاست اور علماء میں آپ کے وقار کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مجاہد ملت مولانا عبد

الستار خان نیازی نے ڈھرنکہ جلسے میں برملا کہا تھا کہ نواب آف کالا باغ کے جبر واستبداد کا مقابلہ کرنے کے لیے میں جس شخص کو اپنا متبادل سمجھتا ہوں وہ پروفیسر حافظ میاں محمد اجمل صاحب ہیں۔ اگر یہ اس علاقے سے بطور امیدوار قومی اسمبلی کھڑے ہو جائیں تو ان کے علم وفضل کی وجہ سے میں ان کے حق میں بیٹھ جاؤں گا۔

آپ علم وفضل کے اعتبار سے علماء میں ایک امتیازی وقار کے حامل تھے۔ مولانا اللہ بخش واں بھچروی آپ کے علم وفضل کے معترف تھے۔ ہر سال میلاد النبی ﷺ کے پروگرام میں باقاعدگی سے شرکت فرماتے۔ صاحبزادہ محمد عبد المالک چشتی نظامی نے راقم السطور کو بتایا کہ انہوں نے اپنی زندگی کی پہلی تقریر پروفیسر صاحب کے روبرو ڈھرنکہ میں کی تھی۔ صاحبزادہ صاحب مولانا اللہ بخش واں بھچروی کے تلمیذ مجید ہیں۔ مولانا واں بھچروی نے ہی تقریر کا حکم دیا اور ساتھ فرمایا کہ تقریر اچھی طرح تیار کرنا۔ پروفیسر صاحب بھرپور فاضل ہیں ان کے سامنے کوئی غلطی نہ ہونے پائے۔ حضرت مولانا حافظ صاحب کا وصال 1984ء میں ہوا اور تدفین آبائی علاقہ ڈھرنکہ میں ہوئی۔

8۔ حضرت قاضی نور احمد ڈھبوی (م 1994ء):

حضرت علامہ قاضی نور احمد چشتی کے والد گرامی کا نام مبارک مولانا قاضی سراج الدین اور دادا جان کا نام مبارک جناب قاضی قمر الدین ہے۔ یہ بزرگوار ڈھبہ شریف میں تشریف لائے اور سادہ وقدرتی ماحول پسند آگیا۔ ڈھبہ علاقائی پنجابی زبان میں اونچی ٹیلہ نما اور ڈھلوان کو کہتے ہیں۔ یہ بستی کچھ ایسی جگہ واقع ہے جو اردگرد کی زمین سے نسبتہً اونچی معلوم ہوتی ہے۔ یہ گاؤں تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال میں واقع

ہے۔ چکوال سے تقریباً 100 کلو میٹر کے فاصلہ پر گاؤں واقع ہے۔ قاضی خاندان اعوان برادری کی ایک شاخ ہے۔ اس برادری کی اکثریت ڈھبہ شریف سے 5 کلو میٹر (تقریباً) کے فاصلہ پر واقع گاؤں میں رہتی ہے جسے کوٹ قاضی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس گاؤں میں بنیادی آبادی اسی خاندان کی ہے اس لئے اس کا نام کوٹ قاضی ہے۔

(مولانا محمد ابراہیم چشتی، حیات طیبہ مختصر تذکرہ نور احمد چشتی، میروی، اکبری، جامعہ نوریہ رضویہ سراج العلوم ڈھبہ، چکوال، 2013ء، ص 39)

قاضی قمر الدین کا تبلیغ اسلام سے گہرا تعلق تھا۔ نہایت دین دار اور صوفی منش انسان تھے۔ زندگی بھر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ علاقہ کی اکثریت نے ان سے تعلیم قرآن حاصل کی۔ آپ رات کو ذکر واذکار میں مشغول رہتے۔ اللہ کی ان پر بہت مہربانی تھی، مولانا سراج الدین عالم دین اور مبلغ اسلام گزرے ہیں۔ آپ نے بھی اپنے والد بزرگوار کی جانشینی کا حق ادا کیا۔ آپ کی بھی ساری زندگی رضائے خداوندی اور غلامی رسول ﷺ میں بسر ہوئی۔ ڈھبہ شریف کے ساتھ ساتھ گردونواح کی آبادیوں، ڈھوک اور ڈیروں تک آپ کا فیضان پہنچا۔ خلق خدا کی خوب تربیت و خدمت بجالائے۔ آپ اللہ کے مقبول بندے تھے۔ لوگ آپ کی دینی خدمات اور نفسی شرافت کی وجہ سے بہت احترام و عزت کرتے تھے۔ مولانا سراج الدین کے ہاں عمر کے آخری حصہ میں حضرت خواجہ احمد میروی کی دعا سے 14 محرم الحرام 1340ھ بمطابق 17 اکتوبر 1921ء پیر شریف کے دن اللہ تعالیٰ نے تمنا پوری فرمائی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ مولانا سراج الدین نے اپنے خلیفہ صوفی مہر خان کو آستانہ عالیہ میرا شریف روانہ کیا کہ حضور اعلیٰ حضرت خواجہ احمد

میروی کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیٹے کی پیدائش کی مبارک باد پیش کریں۔ ولی کامل اور مرشد برحق نے بکمال شفقت و کرم فرمایا کہ بیٹے کا نام نور محمد ہم نے رکھ دیا ہے اور برکت و حفاظت کیلئے تعویذ بھی عطا فرمایا۔

مولانا سراج الدین نے اپنے سعادت مند صاحبزادہ کا چاندی کے برابر وزن کیا اور لنگر میرا شریف میں چاندی بھجوادی۔ چالیس روز بعد بچے کو لیکر خواجہ میروی سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ میری عمر کا آخری حصہ ہے یہ بچہ کیسے بڑا ہو گا تو خواجہ کریم نے فرمایا۔ مولانا صاحب فکر نہ کریں۔ تمہارا بیٹا بہت بڑا عالم دین ہو گا۔ دنیا کے فیصلے کرے گا اور ان کا فتویٰ چلے گا۔

19 جمادی الاولیٰ 1350ھ بمطابق یکم اکتوبر 1931ء بروز جمعۃ المبارک ابھی آپ کی عمر دس برس تھی کہ والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ صاحبہ نے نہایت شفقت و محبت سے پرورش اور تربیت کا فریضہ ادا کیا۔ کبھی کبھی حضرت کی زیارت کیلئے حاضر ہوتیں اور نہایت منت سماجت کرتیں کہ حضور میرا صرف یہی ایک لڑکا ہے اور والد کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا ہے۔ دعا فرمایئے اللہ پاک اسے دولت علم وفقہ سے مالامال فرمائے۔ تاکہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور دل کو قرار آئے۔ حضرت دعا فرماتے اور وہ مطمئن ہو کر اس یقین سے واپس آتیں کہ اللہ کے مقبول بندے نے جو دعا فرمائی ہے وہ ضرور قبول ہو گی۔

ابتدا میں حضرت قبلہ قاضی نور احمد نے قاضی کلیم اللہ صاحب جو آپ کے رشتہ دار تھے۔ ان کے پاس چکڑالہ میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی۔ پھر آپ کے والد گرامی حضرت مولانا سراج الدین کی وصیت کے مطابق دربار عالیہ میرا شریف کے دار

العلوم میں داخل کرادیا گیا۔ تعلیم قرآن (ناظرہ) کی تکمیل کے بعد آپ نے درس نظامی کی کتابیں شروع کر دیں۔ حضور ثانی صاحب کی خصوصی شفقت اور سرپرستی بھی حاصل تھی۔ جب آپ کہیں سفر پر تشریف لے جاتے تو جناب قاضی نور احمد کو ہمراہ لے جاتے۔

ازاں بعد اگلے مراحل طے کرنے کیلئے آستانہ عالیہ میراشریف کا خزانہ علم و عرفان لیکر آنے والی شخصیت کی جناب میں قدرت نے میانوالی کی رہنمائی فرمادی۔ جہاں آپ نے حضرت فیض درجت، پیر طریقت، رہبر شریعت خواجہ محمد اکبر علی چشتی میروی سے علم کا فیضان حاصل کیا۔ آپ نے کچھ عرصہ بہاولپور میں مولانا قاضی محمد صادق صاحب کے پاس بھی تعلیم حاصل کی اور پھر آپ نے علوم منطق حضرت علامہ مولانا مہر محمد صاحب کی خدمت میں جامعہ فتحیہ حنفیہ بریلویہ رضویہ سے پڑھے اور درس نظامی کی آخری تعلیم دورہ حدیث شریف آپ نے مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم سہارنپور (انڈیا) سے تکمیل فرمائی۔

مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم سہارنپور (انڈیا) سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد 1944ء میں آبائی گاؤں ڈھبہ شریف تشریف لائے تو ابتدائی طور پر یہاں گاؤں میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ ارادہ یہ بنتا تھا کہ کسی اور جگہ کسی ادارہ میں درس و تدریس کا آغاز کیا جائے۔ چنانچہ اللہ کی یاوری اور رہنمائی سے میانوالی حضرت علامہ خواجہ محمد اکبر علی چشتی میروی کی خدمت میں حاضری دی اور دل کے خیالات کا اظہار کیا کہ ڈھبہ شریف رہنے کا ارادہ نہیں ہے اور کئی وجوہات بھی بیان کیں۔ تو ولی کامل حضرت خواجہ محمد اکبر علی نے نظر ولایت سے بہتر مستقبل دیکھتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے اپنے گاؤں ڈھبہ

میں ہی رہنا ہے اور یہی میری رضا ہے۔ آپ بفضل اللہ تعالیٰ سلسلہ تبلیغ اور درس وتدریس کا آغاز کردیں۔

حضرت خواجہ محمد اکبر علی چشتی نے اپنے اسلاف ومتقدمین کی طرح علامہ قاضی نور احمد کی ترتیب کیلئے اپنی مثال بیان فرمائی کہ جب میں بھی فارغ التحصیل ہو کر میانوالی پہنچا تو میرا ابھی دل میانوالی میں نہیں لگ رہا تھا۔ میں نے اپنے مرشد کریم خواجہ احمد میروی کے دربار میں حاضری دی اور اپنا ارادہ خواہش ظاہر کی۔ تو خواجہ میروی سرکار نے فرمایا کہ مجھے تونسہ شریف سے حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کی خدمت عالیہ میں 28 برس کی غلامی کے بعد ایک سبز چادر سفید رنگ کا کرتہ اور ٹوپی عنایت فرمائی گئی۔ آپ نے اچھا بھلا سفید لباس پہنا ہوا ہے۔ یہ بات میرے دل میں گھر کر گئی۔ کہ مرشد تونسوی کا حکم اور مرضی یہی ہے کہ اپنے گھر میانوالی میں رہ کر درس وتدریس اور تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا جائے۔

اسی طرح خواجہ محمد اکبر علی نے قاضی نور احمد کو حکم دیا کہ آپ نے ڈھبہ ہی میں دین کی خدمت کرنا ہے اور اس پسماندہ گاؤں کو ڈھبہ شریف بنادینا ہے۔ چنانچہ قاضی نور احمد صاحب نے پختہ تہیہ کرلیا اور ڈھبہ شریف آکر سلسلہ دین کی تبلیغ اور درس وتدریس شروع کردی۔ اللہ کے ولی کا لگایا پودا ایسا بار آور ہوا کہ وہ آج تک بھی سدا بہار ہے۔

بیعت وخلافت: جب حضور اعلیٰ خواجہ احمد میروی کا وقت وصال آیا تو خواجہ میروی نے آپ کو اپنے پاس بلا کر شفقت فرمائی۔ ہاتھ کو اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا اور فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کی بیعت ہمارے ساتھ ہوگئی۔ باقی آپ کی امانت (فیوض

وبرکات) حضرت خواجہ محمد اکبر علی کے پاس ہے، اُن سے وصول کر لینا۔ لہٰذا آپ نے بیعت خواجہ میروی سے فرمائی جبکہ خلافت وروحانیت کی تکمیل حضرت خواجہ اکبر علی کے ہاں ہوئی۔ بنابریں آپ اپنے نام نامی کے ساتھ چشتی میروی اکبری تحریر کروانا پسند فرماتے تھے۔

سراج العلوم جامعہ نوریہ رضویہ: علوم دینیہ کی تکمیل فرما کر جب قبلہ استاذ العلماء قاضی نور احمد سہارنپور سے واپس وطن تشریف لائے اور دیگر کسی مدرسہ میں تدریس و تبلیغ فرمانے کا ارادہ نہ فرمایا تو آپ نے والد گرامی کے نام مبارک کی یاد سے سراج العلوم جامعہ نوریہ رضویہ دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی ۔ اس کے دو شعبے تجویز فرمائے (1) شعبہ حفظ القرآن (2) شعبہ درس نظامی۔ آغاز میں بذات خود دونوں شعبہ جات میں سرپرستی و تدریس فرماتے تھے۔

شعبہ درس نظامی آپ کی سرپرستی میں زندگی مبارک کے آخری ایام تک علوم دین، قرآن و حدیث اور فقہ، کے انمول موتی بکھیرتا رہا اور تشنگان علم و فقر آپ کے سرچشمہ فیض سے اپنی پیاس بجھاتے رہے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں کی زندگی آپ کی نگاہ، دعا اور تربیت سے صراط مستقیم پر بسر ہوئی اور بے شمار بے راہ رو اور گمراہوں کو راہ ہدایت نصیب ہوا۔ محتاط اندازے سے عرض کروں تو آپ کی رہنمائی سے ہزاروں فیض یافتگان شاگردان خلق خدا کے رہنما بنے ہوئے ہیں۔ یوں آپ کا فیض نسل در نسل لاکھوں تک پہنچ رہا ہے اور آپ کی روشن کردہ شمع سے روشنی پھیلتی رہے گی۔

آپ نے 62 سال دو ماہ دس دن عمر پائی آپ نے 15 شعبان 1414ھ بمطابق 27 جنوری 1994ء بروز جمعرات وصال فرمایا۔ جنازہ آپ کے پیرزادہ

صاحبزادہ محمد عبدالملک سجادہ نشین آستانہ عالیہ اکبریہ میانوالی نے پڑھایا۔

معروف تلامذہ:

حضرت علامہ محمد ابراہیم سیالویؒ، پنجند، شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ مظفریہ واں بھچراں میانوالی، حضرت مولانا محمد منظور الحق، سکا، مہتمم جامعہ نوریہ رضویہ، حضرت مولانا عبدالرحمن، پنجند، ریٹائرڈ فوجی خطیب، حضرت مولانا الحاج محمد یونسؒ، ڈھبہ شریف، مہتمم جامعہ فخرالعلوم لاہور، حضرت مولانا محمد عارف، ڈھرنال، ریٹائرڈ فوجی خطیب، حضرت مولانا الحاج غلام یٰسین، میال، مبلغ اسلام بھکر، حضرت مولانا غلام عباس چشتی، کوٹگلہ شریف، مبلغ اسلام میانوالی، حضرت مولانا کریم داد ساقی، کوٹگلہ شریف، مبلغ اسلام کراچی، حضرت مولانا صوفی نور احمد، کوٹگلہ شریف، مبلغ اسلام میانوالی، حضرت مولانا محمد اکبر خان سیالوی، کوٹگلہ شریف، مبلغ اسلام سیالکوٹ، حضرت مولانا صوفی احمد خان، پنجند، مبلغ اسلام پنجند، حضرت علامہ حافظ محمد اکرام حسین سیالوی، ڈھبہ شریف، مدرس، جامعہ شمس العلوم کراچی، حضرت مولانا الحاج سراج الدین، میال، مبلغ اسلام خوشاب، حضرت مولانا صوفی محمد امین، سیال، مبلغ اسلام میانوالی، حضرت مولانا محمد ابراہیم چشتی، میال، مبلغ اسلام فیصل آباد، حضرت مولانا شیر محمد سیالوی، ٹکا، مبلغ اسلام اور مہتمم مدرسہ فیصل آباد

(محمد ابراہیم چشتی، حیات طیبہ، مختصر تذکرہ خواجہ نور احمد میروی، اکبری، جامعہ نوریہ رضویہ سراج العلوم ڈھبہ، چکوال، 2013ء، ص95)

9۔ حضرت پیر محمد مظہر قیومؒ (م2009ء):

آپ 1935ء میں چکی شریف داخلی لاوہ تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال میں

پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان اور علاقہ کافی عرصہ تک علم و حکمت کا مرکز رہا۔ حضرت خواجہ حسن سواگ چکی شیخ جی میں علمی استفادہ فرماتے رہے۔ علوم ظاہری کی تکمیل آپ نے اپنے زمانہ کے مشہور اساتذہ سے فرمائی جن میں مولانا خواجہ محمد اکبر علی چشتی میروی، خواجہ غلام جیلانی، مفتی محمد حسین شوق، مولانا شیخ الحدیث فیض احمد فیض (صاحب مہر منیر) اور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب شامل ہیں۔ آپ کا زندگی بھر معمول رہا کہ ہر سال اپنے مشفق استاذ خواجہ محمد اکبر علی چشتی میروی کے عرس مبارک کے موقع پر حاضری دیا کرتے۔ آپ کو خرقہ خلافت کی نعمت حضرت خواجہ عبد الغفور دریائے رحمت شریف سے عطا ہوئی۔ آپ کو تینوں سلسلوں، قادریہ، چشتیہ اور نقشبندیہ میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ کے مناقب بے شمار اور فضائل لاتعداد ہیں۔ مشائخ کرام اور اولیائے عظام سے آپ کو والہانہ محبت تھی، آپ نے تقریباً ساری زندگی فرض نمازیں باجماعت ادا فرمائیں، ساری زندگی تہجد، اشراق، چاشت اوابین اور بعد از نمازِ عشاء صلوۃ التسبیح آپ کے معمولات میں شامل رہیں۔

ہر نماز کے بعد ختم خواجگان، سلسلہ عالیہ قادریہ، نقشبندیہ اور چشتیہ کے اسباق و وظائف کے علاوہ حزب البحر، دلائل الخیرات اور قصیدہ غوثیہ کے وظائف بھی آپ کے معمولات میں شامل تھے۔ قرآن پاک سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ رمضان المبارک میں آپ چار قرآن پاک کا ختم بصورت جماعت ادا فرماتے، جن میں ایک صلوۃ التراویح میں، دوسرا بعد از نماز تراویح بصورت نوافل، تیسرا اوابین میں اور چوتھا بصورت تہجد ادا فرماتے، گردے کی تکلیف سے قبل آپ پورا قرآن پاک 29

دیں رمضان المبارک دو رکعت میں ادا فرماتے۔ آپ ہمیشہ سفید لباس زیب تن فرماتے، سر پر سفید عمامہ سجاتے اور سفید چادر اوڑھے سر کو جھکائے رکھتے، چشم تر، آہ سرد، رنگ زرد کا عملی نمونہ تھے۔ دھیمی اور پُر سوز آواز میں کلام فرماتے۔ آپ نے 23 رمضان المبارک 1430ھ بمطابق 14 ستمبر 2009ء بروز پیر وصال فرمایا، روزنامہ نوائے وقت لاہور 16 ستمبر 2009 کے مطابق آپ کے جنازہ کے شرکاء کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ آپ کا مزار مبارک پپلاں شریف ضلع میانوالی میں مرجع خلائق ہے۔

(عطا المصطفیٰ مظہری، تحفۃ الروحانیہ، ص 66-67)

10- پروفیسر محمد اشفاق چغتائی (م 2000ء)

(پروفیسر محمد اشفاق چغتائی نے اگرچہ علمی و روحانی استفادہ حضرت خواجہ غلام جیلانیؒ سے کیا ہے لیکن آپ نے حضرت خواجہ اکبر علیؒ کے احوال و آثار پر جمال فقر کے نام سے انتہائی مقبول تذکرہ تحریر فرمایا ہے۔ اس لئے آپ کی حیات و خدمات کو یہاں ذکر کیا جارہا ہے۔)

محمد اشفاق چغتائی 1958ء کو میانوالی کے محلہ شیر مان خیل میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام فتح محمد خان تھا جو پولیس لائن میانوالی میں ٹھیکیدار تھے۔ والدہ بی بی مریم ہائی سکول میانوالی میں ایس وی گریڈ کی معلمہ تھیں۔ محمد اشفاق چغتائی کا بہن بھائیوں میں چوتھا نمبر تھا۔ ان سے بڑوں میں ایک بھائی اور تین بہنیں تھیں۔ جبکہ منصور آفاق بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہیں۔ پیدائش کے وقت انکا نام اشفاق احمد خان رکھا گیا۔ ان کی میٹرک کی سند پر یہی نام درج ہے۔ بی اے کے زمانے میں

انہوں نے اپنا نام بدل کر محمد اشفاق چغتائی رکھ لیا۔ بعد کی دستاویزات پر یہی نام درج ہے اور یہی نام انکی پہچان بنا۔ محمد اشفاق چغتائی بچپن ہی سے نیک صفت، فرمانبردار اور صفائی پسند تھے۔ اپنی والدہ سے انہیں خاص انس تھا اور وہ گھر کے کام کاج میں اپنی والدہ کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ والدہ سے انتہا درجہ کی محبت آخر دم تک رہی۔ گھر کے مذہبی ماحول کے باوصف بچپن ہی سے پنجگانہ نماز کی عادت پڑ گئی تھی جو بیماری اور سخت تکلیف کے دنوں میں بھی نہ چھوٹی۔ گھر کے اسی پاکیزہ ماحول سے انکے دل میں عشق رسول ﷺ کی شمع روشن ہوئی اور محبت رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ ان کا سرمایہ حیات ٹھہری اور ان کے بعد کی زندگی کا لمحہ لمحہ اپنے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق بسر ہونے لگا۔ محمد اشفاق چغتائی کو میانوالی کے بزرگ ہستیوں حضرت خواجہ زکریاؒ اور حضرت مولانا اکبر علیؒ سے خاص روحانی عقیدت تھی۔ حضرت مولانا اکبر علی کے حالات زندگی اور آپ کی کرامات پر محمد اشفاق چغتائی نے ”جمال فقر“ کے نام سے کتاب لکھی۔

مولانا عبد الستار خان نیازیؒ سے محمد اشفاق چغتائی کو بچپن ہی سے عقیدت تھی۔ نیازی صاحب کی رعب دار شخصیت ان کے عالمانہ انداز و اطوار اور جامعہ اکبریہ میں ان کی دل گرما دینے والی تقاریر اپنے والد کے ہمراہ مسجد میں آنے والے بچے کے ذہن و دل پر اپنا بھرپور تاثر چھوڑ رہی تھیں۔ مولانا نیازی کو حضرت علامہ اقبال سے عشق تھا اور انہیں بیشتر کلام اقبال ازبر تھا سو وہ اپنی تحریر و تقریر میں علامہ اقبال کے حوالے کثرت سے دیتے تھے۔ محمد اشفاق چغتائی کی اقبال سے اولین شناسائی بھی مولانا نیازی کے توسط سے ہوئی، پھر ایسی ہوئی کہ جوانی میں ہی سارا کلام اقبال ازبر کر لیا اور

مرتے دم تک فکر اقبال سے ان کا ناطہ مضبوط تر رہا۔ سو محمد اشفاق چغتائی کو جو پہلا آئیڈیل ملا وہ مولانا عبد الستار خان نیازی کی شخصیت تھی۔ تحریک پاکستان کے کارکن اور ایک صاحب کردار شخص کے حوالے سے نیازی صاحب میانوالی کے ہر اس نوجوان کا آئیڈیل تھے جس کا خمیر کسی دینی اور مذہبی گھرانے سے اٹھا تھا۔ محمد اشفاق چغتائی نے اس محبت کو پروان چڑھایا اور اپنے آپ کو نیازی صاحب کا روحانی فرزند قرار دیتے ہوئے، جمعیت علماء پاکستان جمعیت علماء پاکستان کے زیر اثر طلبا میں عشق رسول پیدا کرنے والی تحریک انجمن طلبا اسلام میں شامل ہو گئے۔ عشق رسول ﷺ کی یہ تحریک ان کے اندر فکری و نظری انقلاب پیدا کرنے کیلئے بہت موزوں ثابت ہوئی اور وہ اپنا مستقبل اسی تحریک کے ساتھ وابستگی کی صورت میں دیکھنے لگے۔

1982-83 ء میں بی اے کے طالبعلم کی حیثیت سے گورنمنٹ کالج میانوالی میں ایک سرکردہ طالبعلم راہنما کی حیثیت سے دیکھے اور جانے جاتے تھے۔ اس وقت وہ بزم اقبال کے صدر اور طلبہ یونین کے نائب صدر تھے۔ ایک طالب علم کی حیثیت سے ان کا فکری نظام عشق رسول ﷺ، دین اسلام اور فکر اقبال کے گرد گھومنے لگا تھا۔ کالج کے زمانے میں اپنی زندگی کو فکر اقبال کے مطابق ڈھالنے کیلئے محمد اشفاق چغتائی نے کلام اقبال اور معاصر علوم کا گہرا مطالعہ کیا اور معنوی تلمیذ اقبال کی حیثیت سے روح اقبال سے اس تعلق کی بنیاد ڈالی کہ جس کے نتیجہ میں فکر اقبال، زندگی کے ہر عمل میں ان کا وسیلہ اظہار ٹھہری۔ وہ خوابوں میں بھی حضرت علامہ اقبال سے ہدایات لینے لگے اور عالم بیداری میں بھی۔ محمد اشفاق چغتائی کی شخصیت اور نظم و نثر سے فکر اقبال جس طرح مترشح ہے اس سے اقبال شناسی کی ایک جدا کتاب تحریر کی

جاسکتی ہے۔ گورنمنٹ کالج میانوالی میں بی اے کے دوران ہی وہ ایک قادر الکلام شاعر، زیرک ادیب اور دانشور کی حیثیت سے تسلیم کئے جاچکے تھے۔ انہوں نے اے ٹی آئی (انجمن طلباء اسلام) کے تحت مختلف مقامات پر اپنے خطابات کا سلسلہ شروع کر دیا جہاں ان کی گفتگو محبت رسول ﷺ، دین اسلام اور امت مسلمہ کو درپیش مسائل کے حوالے سے ہوتی تھی۔ میانوالی میں انجمن طلبا اسلام کے لیڈر کے طور پر ان کا رابطہ ارد گرد کے اضلاع اور پنجاب کے دور دراز علاقوں تک تھا۔ انہوں نے بھکر میں اے ٹی آئی کی بنیاد رکھی جو اس وقت میانوالی ہی کی ایک تحصیل تھی۔ محمد اشفاق چغتائی نے ادارہ "لا تفرقو" کی بنیاد بھی رکھی اور "پیغام سروش" کے نام سے ایک علمی و ادبی مجلہ شائع کیا۔ محمد اشفاق چغتائی نے اپنی تحریکی اور تخلیقی سرگرمیوں کو اپنی تعلیم کی راہ میں کبھی رکاوٹ نہ بننے دیا۔ بی اے کے امتحان میں درجہ اول میں کامیابی حاصل کی اور پورے سرگودھا ڈویژن میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کئے۔ تعلیمی میدان میں یہ شاندار نتیجہ انہیں کشاں کشاں لاہور لے گیا۔ لاہور میں انکے بڑے بھائی مشتاق احمد خان، جو انجینئرنگ یونیورسٹی میں ڈپٹی رجسٹرار تھے ان کے لئے بڑا سہارا تھے۔ محمد اشفاق چغتائی نے اپنے دینی میلانات کو مد نظر رکھتے ہوئے پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے علوم اسلامیہ میں داخلہ لیا۔ انکی لاہور میں موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں اے ٹی آئی صوبہ پنجاب کا نائب ناظم بنادیا گیا۔ چنانچہ تعلیمی مصروفیات کے علاوہ زیادہ وقت تحریکی کاموں میں صرف ہونے لگا۔ انہوں نے اپنی نظامت کے دوران پنجاب کے دور دراز علاقوں کے دورے کئے اور طلبہ میں محبت رسول ﷺ کی شمع فروزاں کرنے کیلئے پر اثر خطاب کئے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی میں جہاں جماعت اسلامی کی

تنظیم اسلامی جمعیت طلبہ کا قبضہ تھا۔ اے ٹی آئی کی بنیاد رکھنے کی کوشش کی۔ یہ بات طلبہ اسلامی جمعیت کے طلبا اور راہنماؤں کیلئے انتہائی تکلیف دہ تھی چنانچہ انہوں نے ایک منصوبے کے تحت محمد اشفاق چغتائی کو ایم اے اسلامیات کی کلاس سے بلا کر اغوا کیا اور ان پر بری طرح تشدد کیا اور پھر انتہائی زخمی حالت میں انہیں ہسپتال کے دروازے پر چھوڑ آئے۔ جماعتی غنڈوں کے بے رحمانہ سلوک کی تلخ یادیں زندگی بھر ان کے ہمراہ رہیں وہ جماعت اسلامی کو ایک تنگ نظر اور اپنے ضمیر کی قیدی جماعت کی نظر سے دیکھتے رہے۔ اس کے بعد محمد اشفاق چغتائی نے پنجاب یونیورسٹی میں اپنی مزید تعلیم کا سلسلہ منقطع کر دیا اور پرائیویٹ طور پر ایم اے اردو اور علوم اسلامیہ کی تیاری کرنے لگے۔ اسی دوران انہوں نے ایل ایل بی میں بھی داخلہ لے لیا مگر اسے مکمل نہ کر سکے۔ 1987 میں انہوں نے پرائیویٹ امیدوار کے طور پر ایم اے اردو کی ڈگری درجہ دوم میں حاصل کی اور اس کے بعد ایم اے علوم اسلامیہ کی ڈگری بھی درجہ دوم میں حاصل کی۔

لاہور میں قیام کے دوران محمد اشفاق چغتائی علامہ طاہر القادری سے متاثر ہوئے اور ان سے راہ و رسم اتنے بڑھا لئے کہ طاہر القادری کے انتہائی قابل اعتبار عزیزوں میں شمار ہونے لگے۔ علامہ طاہر القادری اس وقت اتفاق مسجد کے خطیب اور میاں نواز شریف کی قائم کردہ اتفاق اکیڈمی کے منتظم اعلیٰ تھے۔ محمد اشفاق چغتائی کو اتفاق اکیڈمی میں بطور سپروائزر نوکری ملی تھی لیکن بعد میں نواز شریف کے والد میاں شریف سے کسی مسئلہ پر اختلاف کی بناء پر استعفیٰ دے دیا۔ طاہر القادری سے دوری اور میاں شریف سے اختلافات کے ضمن میں منصور آفاق نے اپنے مضمون میں

تفصیل سے اظہار خیال کیا۔ اتفاق اکیڈمی چھوڑنے کے بعد محمد اشفاق چغتائی میانوالی آگئے اور اے ٹی آئی کے ایک راہنما شاعر اور ادیب، دانشور کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے۔ اس کے بعد ان کا عارضی تقرر بطور لیکچرر اسلام آباد کے ایک ماڈل کالج میں ہوا، لیکن جلد ہی پنجاب سروس پبلک سروس کمیشن نے انہیں پنجاب ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں لیکچرر منتخب کرلیا۔ ان کا پہلا تقرر گورنمنٹ کالج سرگودھا میں ہوا۔ یہاں وہ 1987ء سے 1988ء تک تدریسی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ ماہ جنوری کے آخر میں انہوں نے سرگودھا کے کسی لیکچرر کے ساتھ میانوالی باہمی تبادلہ کروالیا۔

میانوالی میں محمد اشفاق چغتائی کی مدت ملازمت کے دوادوار ہیں پہلا دور فروری 1988ء سے مئی 1990 تک کا ہے۔ مئی میں انہوں نے پروفیسر محمد فیروز شاہ کے ساتھ گورنمنٹ کالج بھکر باہمی تبادلہ کرالیا تھا۔ بھکر میں اپریل 1993ء تک مقیم رہے۔ محمد اشفاق چغتائی اپنی زندگی میں بیداری امت اور وحدت امت کے خواب دیکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری کو اگرچہ زیادہ منظر عام پر نہیں آنے دیا۔ مگر ان کی شاعری اور نثر کے ایک ایک لفظ سے ان کی اس خواہش کا پتہ ملتا ہے۔ وہ ایک ایسی عالمگیر تحریک برپا کرنا چاہیے تھے جو بیداری امت کی تحریک ہو اور جس کا لازمی نتیجہ اتحاد واتفاق امت ہو۔

محمد اشفاق چغتائی نے لاہور جاکر صاحبزادہ خورشید گیلانی سے ملاقات کی اور اپنے اہداف و نظریات بیان کئے۔ محمد اشفاق چغتائی نے خورشید گیلانی کو میانوالی آنے کی دعوت دی اور ان کے اعزاز میں جامعہ اکبریہ میں ایک بڑے جلسے کا اہتمام کیا

جس میں میانوالی کی بیشتر دینی اور علمی شخصیات نے شرکت کی۔ صاحبزادہ خورشید شاہ گیلانی نے کراچی سے الفجر کے بند ہونے کے بعد لاہور سے ماہنامہ تسخیر شروع کیا تو محمد اشفاق چغتائی اوراس کی مجلس ادارت میں شامل تھے۔ صاحبزادہ خورشید گیلانی سے نظریاتی اور دلی وابستگی نے انہیں اپنے مقاصد کے حصول میں بھی بے چین اور بے قرار کردیاتھا۔ محمد اشفاق چغتائی اس وقت تک راولپنڈی اسلام آباد میں صاحبزادہ خورشید گیلانی کے سب سے معتمد ساتھی تھے۔ خورشید گیلانی اسلام آباد آئے تو بھی مرکزی نقطہ تحریک احیائے امت ہی رہا۔

اسی دوران علامہ اقبال کا تصور حقیقت مطلقہ کے موضوع پر ان کی یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کی رجسٹریشن ہوگئی اس سے پہلے وہ اسی یونیورسٹی علامہ اقبال کے تصور وجود وشہود پر ایم فل کا مقالہ تحریر کر کے ڈگری لے چکے تھے۔

محمد اشفاق چغتائی بیمار تو بچپن ہی سے رہا کرتے تھے لیکن یونیورسٹی کے دوران انکی حالت بہت بگڑ گئی تھی۔ خراب صحت کے باوجود مسلسل کام کرتے تھے، یونیورسٹی کا بھی تحریکی اور تحریری و تخلیقی بھی پھر گھر داری بھی تھی کہ بچے چھوٹے تھے اوران کے لاڈ پیار کی وجہ سے ماں سے زیادہ ان سے مانوس تھے، اس پر مستزاد یہ کہ ایلوپیتھک طریقہ علاج کے بھی سخت مخالف تھے اور ہومیوپیتھک طریقہ علاج کے سخت شیدائی تھے۔ اگر یہ کہیں کہ وہ اپنی صحت کے بارے میں غیر سنجیدہ تھے تو یہ درست نہ ہوگا۔ اپنی دانست میں ہومیوپیتھک کو بہترین طریقہ علاج تصور کرتے تھے، پھر ان کی غذا میں ہمیشہ، شہد کلونجی کا تیل اور روغن زیتون شامل رہاتھا، پھر ان کی صحت کیوں گرتی چلی گئی۔ یہ سوال ان کی شخصیت کے بارے میں ایک اور لمبی بحث

کا تقاضا کرتا ہے جس کا یہ محل نہیں ہے۔ ستمبر 2000ء میں اپنی بیماری کی وجہ سے انہوں نے بچوں کو واپس میانوالی بھیج دیا تھا۔ اس وقت ان کی والدہ ساتھ تھیں۔ میانوالی میں بیس بائیس روز کا قیام ان کی گرتی ہوئی صحت پر مزید کاری ضرب لگا گیا۔ وہ دوبارہ شدید بیماری کی صورت میں چند دن ہومیو پیتھک ڈاکٹر ریاض احمد کا علاج کرایا مگر آفاقہ نہ ہونے کی صورت میں پمز ہسپتال داخل کرا دیا گیا۔ وہ یہاں اٹھارہ دن زیر علاج رہے لیکن کوئی دوا کار گر ثابت نہ ہوئی اور آخر 18 نومبر 2000ء کو وہ امت کا درد رکھنے والا شخص ہم سب کو داغ مفارقت دے گیا۔ اپنی تخلیقی استعداد اور معیار کے لحاظ سے ان کا شمار بڑے ادیبوں اور شاعروں میں ہوتا ہے۔ نثر میں محمد اشفاق چغتائی کا جو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کام ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

علامہ اقبال کا تصور وجود و شہود (مقالہ برائے ایم فل اقبالیات) مطبوعہ، فقر غیور (مطبوعہ)، صراحی (رباعیات) مطبوعہ، چراغ (شاعری) مطبوعہ، اقبال اور وحدت اسلام (اس مقالے پر سفارت خانہ ایران کی طرف سے اول انعام دیا گیا) کربلائے وقت اور اقبال (1990ء میں عراق پر امریکی حملے کے پس منظر)، اقبال بارگاہ صدیقی میں (پمفلٹ)، خواب اقبال کی عملی تعبیر، اقبال اور سرمایہ داری، مقالہ برائے پی ایچ ڈی بعنوان علامہ محمد اقبال اور محی الدین عربی کے نظام ہائے فکر میں مشاہدے کا تقابلی مطالعہ، علامہ اقبال اور احیائے امت کی جدید حکمت عملی، مسئلہ کشمیر کا حل افکار اقبال کی روشنی میں، مسلمان عورت اقبال کی نظر میں، کربلا کا سرمدی پیغام علامہ اقبال کی نظر میں، تقابلی مطالعہ گلشن راز و گلشن راز جدید، علامہ اقبال ایک مرد فقیر، علامہ اقبال کا انقلابی تصور دین، علامہ اقبال کا تصور حج۔

ان کے علاوہ دیگر مقالہ جات جن میں:

صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول بس، سی ٹی بی ٹی یا دستاویز غلامی، جشن عید میلاد النبی منانے والوں سے گنبد خضریٰ کی پکار، احیائے بامت کیوں اور کیسے، برائیوں کا انتخاب، اظہار الحق ہمدل و ہمزبان اقبال، حرف وصوت، سرمایہ داری اور شرع پیغمبر، آ و نقش جہاں بدل ڈالیں، عمران خان کا فکری انقلاب، پروفیسر طاہر القادری اور ان کی تحریک، مشائخ عظام اور علما امت کے نام، تیر و سناں و خنجر و شمشیر آرزواست، مروجہ ابلیسی سیاست کا بائیکاٹ، ایک ایمانی تقاضا، وزیر اعلیٰ پنجاب کا صدام حسین کیخلاف جہاد، مصطفی نایاب ارزاں بولہب، سر وحدت ملی، سامراج کیا ہے، پاکستان کی نظریاتی اساس اور جمہوریت، فرزند اقبال کی خدمت میں، امام احمد رضا خان بریلوی کے حوالے سے ایک تحریر، خطاب بعنوان احیائے امت، عطا الحق قاسمی کی جرم ظریفی (نصاب برائے ایم اے اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی)، فردوس بریں کا تنقیدی مطالعہ) آواز دوست کا مطالعہ، مزاحیہ شاعری کے زمانے میں ایک مردانہ آواز، محمد کمال اظہر کی کتاب کمالیات۔

جہاں تک محمد اشفاق چغتائی کی شاعری کا تعلق ہے وہ اس عہد کے بڑے شاعر تھے۔ منصور آفاق نے اور میں نے شاعری میں ان سے بہت کچھ سیکھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ شعر کہنے کے باوجود شاعر کہلوانا پسند نہیں کرتے تھے، نہ ہی شاعروں سے ان کے شاعرانہ مراسم تھے۔ وہ اپنے اندر کے شاعر کو ہمیشہ دوسروں سے چھپا کر رکھتے، اس کے پیچھے جو نفسیاتی وجوہات ہیں ان کے مرشد وہادی حضرت علامہ اقبال کے شاعری سے دستبرداری کے سر عبد القادر کو خط کے علاوہ شاید یہ بات

بھی تھی کہ بطور شاعر، ملت اسلامیہ کیلئے جو ان کا عملی پروگرام تھا وہ پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ ہمارے شعرا میں زیادہ تعداد بے عمل لوگوں کی رہی ہے جو اپنی عملی زندگی میں عموماً ناکام انسان کے روپ میں سامنے آتے ہیں مگر وہ ایک بہت اچھے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ مکمل عملی انسان تھے۔ بے عملی اور فکری انتشار نہیں چھو کر بھی گزرا تھا۔ جو منصوبہ بناتے اور عمل کرنے کی کوشش بھی کرتے۔ وسعت مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ پاس بیٹھنے والے کو چند منٹ میں اپنا گرویدہ کر لیتے تھے۔ ہمدردی، سخاوت، خلوص اور دوسرے کے دل میں اتر جانے والی ساری خصوصیات ان میں موجود تھیں۔ ان کے شعری مجموعوں میں "چراغ" اور رباعیات میں "صراحی" شامل ہیں۔

(اسد مصطفی، پہلی محمد اشفاق چغتائی ادبی کانفرنس، 2008، نستعلیق مطبوعات لاہور، ص148،164)

فصل رابع

قلمی مکتوبات و فتاویٰ و ملفوظات

1 مولانا محمد اکبر علی چشتی بنام سید احمد دین گانگوی

786

بخدمت جناب حضرت مولانا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کافیہ کے دو نسخے موجود ہیں اور طلبا پڑھنے والے تین ہیں اگر کتب خانہ حضور والا میں کافیہ موجود ہو تو بدست حامل عریضہ عطا فرما کر مشکور فرمائیں۔

نیاز مند، محمد اکبر علی از جامع مسجد میانوالی

23 محرم الحرام 1357ھ

2 مولانا محمد اکبر علی چشتی بنام سید احمد دین گانگوی

786

حضرت مولانا و مخدومنا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محمد اکبر خان حامل عریضہ ہذہ کو نور الانوار کی ضرورت ہے۔ اگر درس میں موجود ہو اس کے حوالے فرمائیں اور انشاء اللہ بعد فراغت حاضر کرے گا۔

محمد اکبر علی (14-6-39)

(گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش 25، م ن 115)

3 مکتوب خواجہ محمد اکبر علی بنام سید احمد الدین گانگوی

786/787

المخدوم المطاع السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض ہے کہ جناب عالیہ سہ روز سے تکلیف ہے اس لئے آج حاضری سے معذوری ہے بشرط تخفیف انشاء اللہ کل یکشنبہ یا دوشنبہ حاضر ہوں گا۔ فتویٰ کی نقل ارسال جناب عالیہ ہے مولوی عبد العزیز نے متعدد فتاویٰ سے قبل اس کے چند فتاویٰ کی نقل شدہ صاحبزادہ مولوی زین الدین صاحب برائے مطالعہ لے گئے تھے مگر انہوں نے واپس نہیں کی ہے۔ مبادا جناب سے بھی کوئی برائے مطالعہ لے جائے اور پھر واپس نہ کرے خیال مبارک فرمائیں گے۔ نقل کرنی مشکل ہوتی ہے۔ 14 ربیع الاول 1360ھ

رقمیہ نیازیہ محمد اکبر علی عفاعنہ

4 از کوٹ چاندنہ

786

16 محرم الحرام 1363ھ

بخدمت والا منقبت سراپائے برکت حضرت مولانا بالفضل اولنا جناب مولانا محمد اکبر علی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ورضوانہ حامل عریضہ ہذا غلام محمد ساکن چکی شیخ جی نے اپنی بھتیجی مسماۃ روشن بانو نابالغہ کا ایجاب قبول نکاح اپنے لڑکے مسمی میاں محمد کے واسطے اصالتاً من الجانبین عند الشہود بر سر اجلاس کیا تھا اِس کے بعد تھانہ وغیرہ میں رپورٹ وغیرہ ہوتی رہیں۔ نکاح درست ہے۔ میں اگر حاضر ہو سکا تو شہادت بالمشافہ اصالتاً عرض کروں گا۔ برادران مولانا الحاج غلام جیلانی وعزیز غلام ربانی سلمہا اللہ کو سلام مسنون عرض ہے۔

بقلم خود العارض بندہ فخر الدین

5 بخدمت المکرم المحترم رئیس التجار زبدۃ طریقۃ القادریہ والچشتیہ قدس اسرارہم

الحاج محمد مظفر محمود صاحب الجلال والجمال دامت برکاتکم وفیوضاتکم۔

سلام مسنون الاسلام تحفہ بہیہ رفیعہ خیر الانام علیہ افضل الصلوات والسلام۔ اے قیام یوم القیام۔

حضرت غالباً حضور گولڑوی والی دربار غوثیہ کی معیت میں اجمیر شریف تشریف فرماکر واپس دولت خانہ ہون (ہوں) گے۔

ماہ رجب المرجب کا ورود مسعود ہے۔ صدقات فرضیہ ونفلیہ کے ایام ہین (ہیں)۔ مالداران اس ماہ کے اندر عموماً مال صدقات سے بری الذمہ ہوا کرتے ہیں۔ گذشتہ سالون (سالوں) مین (میں) آنحضرت کی کرم نوازی سے دو قسط سو سو روپے در دولت سے وصول ہوئی تھین (تھیں)۔ مدرسہ عربیہ لخدام غوثیہ کی حالت کمزور ہے۔ اکثر لوگ وہابی اور مودودی اس نام سے بھی حسد کرتے ہین (ہیں)۔ متمول اشخاص ان علاقوں مین (میں) وہی آزاد لوگ ہین (ہیں)۔ آمدن کم اور خرچ زیادہ ہے۔ تکلیف رہ جاتی ہے بناءً علیہ عرض کرنا تفصیلی مناسب سمجھا گیا ہے۔

8 رجب 1374ھ۔ دعا کا طالب

محمد اکبر علی جامع مسجد میانوالی

(مہر مدرسہ اسلامیہ لخدام غوثیہ)

6 عزیز القدر ملک نور محمد صاحب، سلام مسنون الاسلام ودعوات

محبت نامہ آں عزیز پہنچ کر کاشف مافیہا ہوا۔ دعا کی جاتی ہے کہ پروردگار تکالیف دنیاوی سے آں عزیز اور اس کے کنبہ کو جلدی راحت اور خوشنودی عطا فرماوے۔ الصبر مفتاح الفرج پر عمل کریں۔

مشکلے نیست کہ آسان نشود
مرد باید کہ ہراساں نشود

شغل حصول رزق حلال کو نہ چھوڑیں پروردگار کی نظر رحمت سے برکت ہوا کرتی۔

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد

اگر خارے بود گلدستہ گردد

کسب حلال کو نہ چھوڑنا چاہیے۔ اور قلت آمدن سے گھبرانا نہ چاہے۔

ہر دو عزیز اور طلبا مسجد جامع سے السلام علیکم

8 جمادی الاول 1371ھ

دعا گو محمد اکبر علی از جامع مسجد شہر میانوالی

7

786

آباد خدا رکھے میخانہ محمدؐ کا

میرے حضرت کے سچے نیاز مند حفظہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرے مکرم ومحترم مولوی صاحب جس کام سے آئے۔ آن مخلص کو کہیں گے حتی الامکان اس میں کسی قسم کا دریغ نہ کریں بلکہ اسکی آرزو پوری کریں کیونکہ وہ اپنی بے گناہی ثابت کر رہا ہے۔ زیادہ

الراقم وہی مسافر چند روزہ از گولڑہ

19-12-39

8 بخدمت مولوی محمد رمضان صاحب۔ سلام ممنون الاسلام

ارشاد باری تعالیٰ عزاسمہ

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ الی آخر الایة یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا إِن جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَیَّنُوا الی آخر الایة

ہر دو آیة کریمہ سے خبر کے صدق اور کذب کا طریقہ نکلتا ہے۔ طرز عمل ارشاد عزاسمہ کے موافق ہونا لازمی ہو گا۔ یہی معیار کلام ہے۔ ارشاد لَاتُفَرِّقُو (الایۃ) وارشاد فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ (آخر آیۃ) تک سے نہی مسلمانان امت محمدیہ کے اندر تفرقہ اندازی کا ہے۔ اجتماع کے اندر تفریق کرنا مذموم اور قبیح ہو گا۔ یہ سب ارشاد مہمل اور غیر ضروری خیال میں نہ ہوں۔ (والسلام)

وعلینا الا البلاغ۔ فاعتبرو یا اولی الابصار

آپکا ناصح بہی خواہ

متولی جامع مسجد (میانوالی)

9 عزیز القدر نور محمد سلمک الاحد

سلام مسنون الاسلام و دعا

لفافہ مرسلہ آں عزیز کاشف مافیہا ہوا

صبح کی نماز کے بعد روزانہ اللھم استرنی بسترک الجمیل 313 بار باوضو پڑھ لیا کریں ملک عبدالحق صاحب کی 5 مارچ تاریخ حکم کی مقرر ہے۔ پروردگار کا رحم درکار

ہے۔

برخوردار حافظ غلام جیلانی تونسہ شریف بہ تقریب عرس مبارک خواجہ صاحب گیا ہوا ہے۔

والسلام

29 جمادی الاول 1371ھ

دعا گو محمد اکبر علی از جامع مسجد (میانوالی)

10 حضرت صاحبزادہ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرس حضور قبلہ عالم کیلئے مصروفیت ہے ایام عنقریب ہیں۔ خداوند کریم کے فضل سے اور خواجگان کے طفیل سخت سردیوں میں پیر بھائیوں کو کل ضروریات مہیا ہو جاویں گی۔ غالباً کچھ بھگل لنگر کے تیار ہونگے۔ عرس مبارک سے پہلے یا موقع عرس پر انشاء اللہ پہنچیں گے۔

الحمد للہ کہ لنگر کے وظیفہ خواران کی زبان بندی ہوتی جاتی ہے۔ حضور سجادہ نشین صاحب فرمودہ ہے کہ زبان بندی کیلئے دو اشیاء کافی ہیں۔ حسن خلق اور احسان۔ ہر دو کی رعایت سے انسان سرکش بھی تابع ہو جاتا۔ شکر ہے کہ جناب کے تجربہ کی وجہ سے ہر دو بالا کی استعمال سے مشکور ہوئے ہیں۔ صرف چند اور سنا جاتا ہے۔ کہ مخالفت ظاہر کرتے ہیں اگر یہی آلہ خلق اور انصاف کو ملحوظ رکھیں گے تو انشاء اللہ میدان صاف ہو سکتا ہے۔ حضور اعلیٰ کے گھر میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ آپ فراخدلی اور کشادہ دستی سے خدمت خلق اللہ کرتے جائیں۔ (مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللهِ بَاقٍ)،

حضور اعلیٰ کا گھر خدائی خزانہ ہے۔ ہر گز کم نہ ہو گا۔ اور لوگ ممنون احسان اور گرویدہ ہو جائیں گے۔ مقولہ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ

خیرے کن اے فلان وغنیمت شمار عمر

زان بیش کہ بانگ بر آید فلاں نماند

متواتر سہ چہار سال قحط اور خشک سالی کی وجہ سے اضلاع ویران رہے۔ خصوصاً چکڑالہ کا مالیہ بھی معاف ہے۔ ملک عبدالحق اور ملک زین العابدین کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ہر دو تکلیف سے حیاتی گزار رہے ہیں۔ انکے بال وبچہ اہل وعیال کثرت سے ہیں۔ اسباب خوردنی اور سامان پوشیدنی کی قلت قرضہ نقادی کی بار بار سرکار کی طرف سے طلب۔ اور سچ تو یہ ہے کہ آپ کے رشتہ دار قریبی اور آباؤ اجداد سے ان کے ساتھ تعلق اجنبی لوگ لنگر کے مختیار اور لنگر کے معتمد علیہ اور لنگر سے انکے واسطے ہر طرح سے سامان آسایش۔ مگر آنکا ایسا قصور کہ آپ کی انکی طرف عدم توجہ۔ انکے ہمراہ امداد کرنی صدقہ اور صلہ رحمی ہے اور لنگر کے صحیح مصرف ہیں۔

11 بخدمت خان حکیم عبد الرحیم خان صاحب زاد اللہ عمرکم واقبالکم وتقواکم۔ سلام مسنون

تحفہ امۃ خیر الانام علیہ افضل التحیہ والسلام

(۱) حکیم صاحب آپکا اور آپکے برادران کا دعاگو کے ساتھ وہ سلسلہ تعلق کا وابستہ ہے کہ منقطع ہونا مشکل ہے۔ یہ پروپیگنڈہ کہ مولوی یعنی راقم مرزائیوں کو مسلمان

سمجھتا ہے۔ اور یہ کہ بارہ سو روپیہ لے کر احمدیوں کو فتویٰ لکھ دیا ہے کہ وہ مسلمان ہیں بھلا وہ کون شخص ہو گا کہ خاتم النبیین کے منکروں کو مسلمان تصور کرے۔ اور یہ جھوٹا پراپیگنڈہ آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اس کے موجد اعلیٰ آپ کو کہا جاتا ہے اور اس جھوٹ کی اشاعت کا منصب تھل کچہ زریت زرگراں کو بتلایا جاتا ہے کہ نور سپکل کے ذریعے غلط بیانی کرتے پھرتے ہیں مگر دروغ کو کب تک فروغ ہوتا ہے، چند ایام کے بعد ھباءً منثوراً ہو جاتا ہے (الصدق ینجی والکذب یہلک) ہر دو کا انجام ہو گا۔

(۲) حکیم صاحب ایسے بہتان کا ایجاد لامذہبی کا نتیجہ ہے۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ مذہب حنفی سے پھسلا ہوا کبھی قدموں پر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ جو تحریک لامذہبوں سے نکلتی ہے اس کا بے چارہ شکار ہوتا رہتا ہے۔ مرتے دم تک اسکو یقین نہیں ہوتا کہ کونسی تحریک کے اندر نجات مضمر ہے۔

(۳) مولوی صاحبان مختلف تحریکوں کے اندر جکڑے ہوئے بغیر اپنی تحریک والوں کے کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ بناءً علیہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں ہو گا اور اس وعید نبوی صلعم سے خوف نہیں کرتے کہ اگر وہ کافر نہ ہو گا تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ نعوذ باللہ من ہذہ الجراۃ علی اللہ وعلیٰ رسولہ وعلیٰ المسلمین۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ لَاتَفَرَّقُو آخر آیۃ تک وارشاد عزاسمہ وَأَنَّ ہٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْماً .فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ

امت نبی کریم ﷺ کے اندر تفرقہ ڈالنا اور فرقہ بندی کی ہر دو ارشاد کے اندر نہی ہے، یہ طرز عمل مزموم و قبیح ہو گا۔ پروردگار افعال اعمال شینو سے محفوظ فرماوے۔

(2) ارشاد یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ الی آخر الایۃ تک

(3) اس ارشاد عزاسمہ سے بد ظنی اور جاسوسی کرنی اور غیبت کرنے سے ممانعت ہے۔ ارشاد عزاسمہ یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِن جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوا الی آخر الایۃ تک سے صدق اور کذب خبر کا طریقہ نکلتا ہے۔ ہر شخص کے قول کو بلا تحقیق سچا نہ سمجھنا چاہیے۔

(۴) حکیم صاحب جراثیم لامذہبی سے بچیں۔ چند نصائح مشت نمونہ خروار کے طریقہ پر آپکو عزیز خیال کر کے لکھ دیئے گئے ہیں۔ واللہ یہدیکم سواء السبیل

وما علینا الا البلاغ المبین

دعا گو از جامع مسجد میانوالی

12۔ تونسہ مقدسہ 24 جون

محب الفقرا مکرم بندہ حضرت قبلہ مولوی صاحب مولانا غلام جیلانی صاحب دام ظلہ

سلام و نیاز

جناب کا محبت نامہ کاشف محبت ہوا۔ یاد آوری کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ آپ جیسے بزرگان کی معمولی توجہ بھی حصول ثواب کیلئے کافی سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ شاد کام رکھے۔ آمین

کیونکہ سب کے ازاں آپ زیر موید یا چاند پر پھر منہ بند کر کے سر ڈالا

جائے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ اپنے حبیب کا اور پیر پٹھان اور آپ سے صالح بزرگ ہستیوں کا کرم کر گیا۔ برائے دعا زہ بازا۔ امید ہے گا ہے بگا ہے اپنی خیریت سے محظوظ فرمایا کریں گے۔

زیادہ نیاز

13۔ عزیز القدر عبد الجلیل زید عمرہ وعلمہ وتقواہ۔ سلام مسنون و دعوات وافیات

نماز پنجگانہ پابندی کے ساتھ پڑھیں اور استاد کا ادب اور ان کے فرمان کی تعمیل ضرور کریں۔ بری صحبت سے نفرت لازمی ہے۔ تعلیم جو اصلی مقصود سفر کا ہے اُس کی مصروفیت باعث فخر ہو۔ گھروں میں بفضل ایزدی خیریت ہے۔ بے فکر ہو کر تعلیم کے اندر شاغل رہیں۔ اہلیان گھروں کے بڑے اور چھوٹوں سے دعوات اور سلام۔

والسلام خیر الختام

12 صفر المظفر 1370ھ

دعا گو محمد اکبر علی جامع مسجد (میانوالی)

14۔ مکتوب مولانا اکبر علی بنام مولانا احمد الدین گانگوی

حضرت مولانا صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، چند اشتہار مولوی احمد الدین صاحب کیلوی نے بھیجے، جناب کا اسم گرامی بھی درج ہے۔ غالباً جناب کا اور مولوی صاحب مسائل مندرجہ استفتاء میں تبادلہ خیال ہو رہا ہو گا۔ لہذا ارسال خدمت ہے۔ علاوہ اس کے حامل رقعہ علاقہ ہرنولی کا نکاح خوان ہے اور میرا پیر بھائی ہے۔ اس نے رجسٹر کے لئے درخواست دی ہوئی ہے جو کہ حضرت صاحبزادہ مولوی شیر محمد صاحب زیدہ عمرہ کے پاس ہے۔ اسکو دیا جانا رجسٹر کا انسب ہے۔ مہربانی فرما کر رجسٹر کیلئے سفارش فرمادیں۔ میں انشاء اللہ عنقریب برائے زیارت حاضر ہونگا۔ عزیز غلام جیلانی باہر گیا ہوا ہے۔

23ذی الحجہ 1357ھ

عریضہ محمد اکبر علی جامعہ مسجد میانوالی

مکتوب مولانا احمد الدین گانگوی بجانب مولوی احمد الدین صاحب کیلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

من المسکین احمد الدین ثبتہ اللہ تعالیٰ فی مقام الصدق والیقین الی مولانا المکرم المعظم المحترم اخی الاعز فی الدین المولوی احمد الدین اوصلہ اللہ تعالیٰ الی اعلیٰ مراتب الدنیا والدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد فیا اخی قد وصل الی مکتوبك الذی ارسلۃ الی مولانا محمد اکبر علی، فیہ الخطاب والعتاب علی تنبیھی ایاك بمسامحات فصل

الخصومات التى تصور عنك كثيرا۔ والا غلوطات التى تجرء عليها وفيرا۔ غضبت من بطشى ولم تخف من بطش شديد البطش، اطلت لسان الغضب الى والطلقت عنان الغيظ على۔ اهذه عادة السادات۔ كلا والله ان عادات السادات سادات العادات۔ اهذه طريقة ارباب النجابات۔ كلا والله ان هذه الطريقه منبع المرخرفات۔ اهذا منهاج ذوى الهداية والاهتداء، كلا والله ان هذا المنهاج اصحاب السعاية والارتشاء، اماعلمت ان الاطلاع على العيوب مفيد لاصحاب العيوب۔ ليتنبهوا عليه ويزيلوا عن انفسم العيوب۔ اما عرفت ان تعقب المصلح الناصح اذا كان صحيحاً لايستحق هو به العقاب۔ ولايستوجب العتاب۔ بل يجب اداشكره فمن لم يشكر الناس لم يشكر نعمة ربه وازالةمابه التعقب۔ واصللع مابه تُعقب والغيظ عليه اول دليل على البغضة والحقد۔ والمحاسدة والكد۔ والتبختر والتفخر۔ وابتجر والتكبر۔ فرحم الله من اذا نبيه على المسامحة شكر منبه وازال مغالطاته وحفظ الخليقة من سيئاته۔ وعد تعقب من رتعقب من حسناته۔ وويل ثم ويل لمن تجبر وطغى وتفخر وغوى وغضب من اصلاح مصلحيه وكرب من تبيان مسامحات مالديه۔

وما احسن قول عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه لاغير فيهم ان لم يقولو النا ولا خير فينا ان لم تقبل اخرجه ابو يوسف فى كتاب الخراج۔

واحسرتاه حسبتنى بذلك عدواً بينا۔ كلا والله انى كنت لك ناصحاً اميناً۔ هل تنقم منى الا ان اخرجتك من قعر النكال واوصلتك الى ذروة الكمال۔

امتثلت فيه بامر الامير الكبير عليه وعلىٰ آله افضل صلوات العليم الخبير انصر اخاك ظالماً اومظلوماً فقال رجل يارسول الله انصره

مظلوماً فکیف انصرہ ظالماً فقال تمنعه من الظلم فذلك نصرك اياه
بخاری ومسلم

(بخاری، ابو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الاکراہ، رقم الحدیث،6586)

ولعمر ابيك ان المراة اذا زوجت بغير زوجها فقد وضعت فی غير محلها وهذا هوا الظلم وشناعة الظلم غنية عن البيان فعيت فی ابطاله وبرات ذمتك عن وباله۔

وعلمت بقول عز من قائل عليه الصلوٰة والسلام الدين النصيحة ثلاثاً قلنا لمن قال لله ولكتابه ولرسوله ولائمة المسلمين وعامتهم مسلم

(سجستانی، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی النصیحہ، رقم لحدیث،4944)

فيا اخی قد نصحت لك ولكن لا تحبون الناصحين واقتفيت بارشاد المرشد الاعظم صلی الله عليه وسلم ان احدكم مراة اخيه فان رای بداذی فليمط عنه۔ وفيما صنعة اباطة اذاك وازاله زراك۔ الان انبهك بقول باب مدينة العلم رضی الله تعالیٰ عنه غرك غرك ذلك ذلك فاخش فاخش فعلك فعلك تهدا بهذا والسلام فلنشرع بجواب المكتوب بالا ختصار ليست شعری كيف كتبت فی مكتوبك (كيفما فعلتم فی رستاق جهانواله منفردين من غير محضر هذا الراقم الاثم) مع انك قائل بجواز القضاء علی الغائب كما عملت به فی هذه المعاملة بل فی اكثر النوائب۔ افتلومنی علی امر ابدعة وشرع شرعة وحكم افتيت ومعهذا انك دعيت هناك حين اجتمع العلماء لترديد فتواك لكنك اعرضت وتوليت وابيت ماحضرت وما اتيت فلا تاس علی ما جنيت ولا تلومن الا نفسك۔

ثم كتبت (والا فحورقة العلوم المنقولة بفضله عندنا ومقلاع

الفنون المعقولة ومقاليد هالدنيا) الى آخر ما كتبت من الافتخارات واخرجت من بطنك البخارات۔ قد اشتهر بين الانام من الخواص والعوام ان لكيلو يين لغات مخصوصة بهم يتكلمون بها فيما بينهم ولا يفهمها غير هم لعل اكثر الفاظ هذا المكتوب منها۔ فلهذا الوجه كتبت فی مكتوبك (انی علی یقین بانك لاتقدر على فهم ما كتبت اليك آه) ظنا منك بانی لم اعرف بلغاتكم وحسن عاداتكم۔ ليكن وهمك هذا فاسد لانی مارسكيم مدة يسيرة فی اوائل عمری فانی اعرف بحالكم و كيد كم وحبالكم۔

فمن عاداتك القديمة المتعارفة انك ترهب الناس وترعبهم باطوارشتے۔ تارة بذ كر اسماء الكتب الكثيرة فی مسئلة حتى يقع الرعب المخاطب فينتهی عن مخالفتك وتارة بكون الكتب الكثيرة موجودة فی حانوتك وتارة بكتا بته مكتوب بلغات غريبة كيلوية وغير ها وتارة بتشهير تصنيف كتاب فی مسئلة متنازعة الذی كتب بقلم دقيق على اربعة عشر اوراق بالهندسة الانگريز يه ليقع الرعب فی قلوب المتخاصمين

فينتهو عن المخاصمة ويسلموا تسليما

فاقول وبالله احول وبه اصول بالفارسية

بهر انگی كه خواهی جامه می پوش

من انداز قدت رامی شناسم

لوكان كثرة الكتب موجبة للاهتداء لكان گلاب سنگه اشد الناس ابتداءً لانه مامن كتاب من كتب العلوم والفنون الا وعنده نسخ متعددة منه وكذا لوكان مهارة العربية باعثة للصداقة لكان المسيلمة الكذاب اصدق الناس جميعاً لكونه ماهرا فصيحاً فی العرب

وكذلك تصنيف كتاب كبير لايستلزم ولايدل عن حقيقة المصنف فضلاً عن فضله۔

واني اعظك ياأخي ان تقدر على ترك هذه العادة المدنية فاتركه لان الناس يستهزؤن ويضحكون في عقبك على هذا ثم كتبت ايها الاخ الاعز ما كتبت وما كان ينبغي لك ان تكتب ما كتبت (وهل انتم ايها المخاطبون الا القلغون ولاملاذولاماوى) الى اخر ما كتبت عفاك الله هل سمعت من عالم يقول مثل ذلك۔ اوسلك احد من اهل العلم هذه المسالك۔

كلا والله لايرك في هذه المبارك الاالموصوف بالولوح في المعالك۔ولايتكلم بمثل هذه المزخرفات الاانهالك۔ السالك بغير بصيرة في الليل الحالك كبرت كلمة خرجت من فيك وعظمت جملة برزت من يتك۔ مالك تبتجر في العلوم وتبختر في الفهوم مبلغ علمك ليس كما ترى ومنتهى مقالك فما لا يخفى۔ثم كتبت (انا لاندع اياكم ومعديكم ومعاوينكم الى ان كتبت لاجرم ان بنا حثكم في دين الله الخ

اقول الان وقدابيت من قبل وكنت من القاعدين وفي قعر البيت من الناعسين حين ناداك العلماء في ساحة المقابلة ودعوك دعوة عامة للبحث والمناظرة فجنبت عن الحرب وقعدت في الكرب۔ فلما رايت ان الحرب قدوضع اوزارها وانطفأ نارها وشرارها وثبت ان توقدنار الفتنة التي خمدت وتيقظ اعين الظلمة التي رقدت۔ ياأسفايا حملك على هذا اوايش بعثك بكذا ان الله لايصلح عمل المفسدين۔

ثم كتبت ياأخي (لاندعكم سدى والانتركنكم مهمين) اقول في الجواب نعوذ بالله من شروركم۔ونجعله في نحوركم

جواب الہندیۃ بالہندیۃ

جناب کو یاد ہو گا کہ اس سے پہلے بھی آپ نے مجھے مناظرہ کا چیلنج دیا تھا جو کہ بصورت اشتہار مسمی بازاحتہ الانغلاق شائع کر کے ایک پرچہ اب کی طرح مولانا مولوی محمد اکبر علی صاحب کی طرف بھیجا اور مجھے محروم رکھا گیا جو بہت عرصہ کے بعد ملا۔ اس کے جواب یا تردید میں، میں نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام "ابرام العہود فی اکرام الشہود" تھا۔ اب اس مسئلہ نکاح میں دوسرا اعلان مناظرہ بذریعہ مولوی محمد اکبر علی صاحب مجھے موصول ہوا۔ ان دونوں اعلانوں کا ایک ہی جواب ہے وہ یہ کہ دونوں مسئلہ متنازعہ کی بابت جناب کی دستخطی تحریریں ہمارے پاس موجود ہیں یعنی ازاحتہ الانغلاق اور فیصلہ نامہ نکاح حجاماں جہان والہ اور ان دونوں تحریروں کی تردید جو اس عاجز نے کی ہے وہ بھی موجود ہیں اعنی ابرام العہود و تردید فیصلہ بس یہی مناظرہ تھا جو ہو چکا صرف تصفیہ کی ضرورت باقی ہے جس عالم متبحر متدین کو آپ منتخب کریں مجھے اطلاع بخشیں اگر مجھے پسند ہوا تو ہر چہار تحریر اونکی (ان کی) خدمت میں ارسال کر دی جائے گی۔

جس کو وہ صحیح قرار دیں وہ صحیح اور جسکو غلط قرار دیں وہ غلط متصور ہو گی۔ بس یہی فیصلہ ہے اور یہی مناظرہ، باقی زبانی للہرچی نے کی ضرورت کیا ہے اگر اس طریق کو آپ پسند نہ کریں تو معلوم ہوا کہ آپ مناظرہ کرنا نہیں چاہتے بلکہ خالی دھمکیاں دیتے ہیں۔ آپ نے کھیل بنا رکھی ہے کوئی معاملہ ہوا تو مناظرہ مناظرہ پکارتے ہیں میں پوچھتا ہوں کہ عمر بھر میں کبھی کسی عالم کے ساتھ مناظرہ کرنے کا اتفاق بھی ہوا ہے یا کہ صرف مناظرہ کا نام سنکر مستی میں آجاتے ہیں۔ تقریری مناظرہ کا اب

نشان بھی نہیں رہابلکہ جو ہو رہے ہیں سب مجادلے یا مکابرے فریقین میں سے جس سے پوچھئے یہی کہتے ہیں کہ ہم جت (جیت) گئے اور خصم ہر (ہار) گئے۔ آپ کو بھی شاید یہی سوجھی ہو کہ زبانی مناظرہ میں فیصلہ تو کبھی ہوا نہیں البتہ رام رولا مچنے میں بچت ہوگی۔

مگر یاد رکھئے کہ اگر تقریری مناظرہ کرنا پڑا بھی تو جدید طریق پر ہرگز نہ ہوگا قدماء کے طریق پر ہوگا اور باقاعدہ وبشرائط مجوزہ علم مناظرہ کے ہوگا اور ثالث مقبولہ فریقین ہوگا الحاصل مناظرہ تقریری کا امکان بھی نظر نہیں آتا کیونکہ جو جو شرائط میں پیش کروں گا ان کو آپ منظور نہ کریں گے جو جو شرائط آپ پیش کریں گے وہ مجھے ناپسند ہونگی علی ہذا القیاس ثالث کی تعیین تو اس کے بجائے جو مناظرہ تحریری قبل ازیں ہوچکا اوسی (اسی) پر اکتفاء کیوں نہ کیا جائے صرف تعیین ثالث کی ضرورت ہے سو اگر مولوی محمد اکبر علی جو کہ آپ کے دوست اور عالم متدین مسلم الکل ہیں اور آپ کی ان کے ساتھ خط وکتابت بھی ہے اگر ان کو اس تصفیہ کے لئے منتخب کریں تو مجھے کوئی انکار نہیں ہر چہار تحریرات ان کی خدمت میں پیش کردی جائے گی جو فیصلہ کریں وہی فیصلہ ہوگا اب اگر آپ اس طریق مناظرہ وفیصلہ کو ناپسند کریں اور جدید مناظرہ کرنے کی خواہش پیش کریں تو معلوم ہوا کہ آپ کو احقاق حق منظور نہیں بلکہ کھیل کودیاد ھمکی منظور ہے اگر کھیلنا ہے تو کسی دوسرے ہم پلہ کے ساتھ کھیلئے، میں آپ کے ساتھ کھیلنے کودنے کے لئے ہرگز طیار (تیار) نہیں ہوں۔

نوٹ خوب یاد رہے کہ آپ کی وہی تحریر زیر بحث ہوگی جو پہلے آپ کی دستخطی ہماری پاس موجود ہے جس کا تعقب ہوا اس کے بجائے نہ کوئی نئی بات مسموع ہوگی اور نہ ہی جدید تحریر رہا مقدمہ کینالانوالہ فریقین یہاں آئے اور دوران بیان

حالات کے انہوں نے آپ کا نام صرف اس طریقہ پر لیا کہ پہلے مولانا کیلوی صاحب کو اس فیصلہ کے لئے یہاں طلب کیا گیا اور وہ تین بار آئے بھی مگر مدعی ان کے فیصلہ کو نا منظور کرتا جس وجہ سے وہاں فیصلہ نہ ہوا، اب ہم دونوں تجھ کو حکم قرار دے کر اقرار نامہ لکھ دیتے ہیں ہمیں تیرا فیصلہ منظور رہے۔ ان میں سے کسی فریق نے یہ نہ کہا کہ ایک فریق مولانا کیلوی صاحب کو اور دوسرا تجھ کو حکم مقرر کرتے ہیں۔ جب ان کی تقریر سے معلوم کہ مدعا علیہا کے متولیان کا خاص خیال ہے کہ گو شرعاً مدعی کا نکاح ثابت بھی ہو جائے تو ہم بدون وصولی معاوضہ کے تبدیل پارچات ہر گز نہ کر دیں گے جیسے پہلے وہ عورت بیٹھی ہے بعد میں بھی ویسی بیٹھی رہے گی۔

تو میں نے کہا کہ واپس جا کر مشورہ کر و کہ اگر شرعی فیصلہ کے اجراء کی کوئی رکاوٹ نہ کریں تو اس عورت کو بھی ہمراہ لانا اور تحکیم نامہ کے علاوہ فریقین اجراء فیصلہ کا حلفی عہد کریں بلکہ تحریر کر دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دونگا اور اجراء کا انکار کریں تو میں بے مطلب جھگڑے میں نہیں پڑتا۔ چنانچہ وہ چلے گئے اور پھر آکر اجراء فیصلہ کا انکار کر دیا تب میں نے ان کو واپس کر دیا یہ معاملہ ہے اس جھگڑے کا۔

فقط والسلام وبہ تم المرام

(نوٹ: مولانا کیلوی معروف عالم اور مولانا احمد خان کے خلفاء میں شامل تھے، ان کے دو قلمی رسائل (البراہین القاطعۃ، اتفاق البررۃ التقی) کتب خانہ سعدیہ، خانقاہ سراجیہ میں موجود ہیں۔)

قلمی فتاویٰ

سید احمد الدین گانگوی سے پوچھا گیا ایک فتویٰ:

ماقولکم رحمکم اللہ اس صورت میں کہ ایک شخص بحالۃ غصہ اپنی منکوحہ کو کہتا ہے کہ میں تم کو طلاق دیتا ہوں۔ اور یہ کلام سہ بار کہی۔ اسکے بعد عورت کہتی ہے کہ میرے باپ اور ماں کا نام نہیں لیا گیا۔ طلاق واقع نہیں ہوتی۔ مطلق ہر سہ دفعہ اسکے باپ اور ماں کا نام لیکر یہی لفظ کہتا ہے کہ میں تم کو طلاق دیتا ہوں۔ اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ میں تمکو طلاق دیتا ہوں۔ یہ کلام انشاء طلاق ہے یا نہ اور کیا اس صورت میں مطلقہ ثلثہ ہوئی یا نہ۔ بینوا ترجروا

18 ربیع الاخر 1361ھ

المستفتی مسافر بقلم محمد اکبر علی خطیب جامع مسجد میانوالی

(الجواب) باسمہ سبحانہ۔ یہ لفظ یعنی (میں تمکو طلاق دیتا ہوں) انشاء ہے عرفاً کیونکہ عوام میں زمانہ ماضی و حال میں کوئی امتیاز نہیں۔ اور طلاق میں الفاظ ماضی کا ہونا شرط نہیں جیسا کہ الفاظ مخصوصہ طلاق مصرحہ فقہاء کرام سے ظاہر ہے وجہ اس کی یہ

ہے کہ عقود میں مثلاً بیع وشراء ونکاح وغیرہ میں ایجاب وقبول کے الفاظ میں کہیں ایک جانب سے اور کہیں دونوں جانبوں سے ماضی کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور طلاق عقود میں سے نہیں۔ اس میں ماضی وحال مساوی البتہ استقبال کی صورت میں وعدہ تصور کیا جاتا ہے جس سے طلاق واقع نہیں ہوتی صورت مسئولہ عنہا میں دلالت حال یعنی غصہ ومذاکرہ طلاق دونوں کی موجودگی میں مطلق کا بار بار یہی لفظ استعمال کرنا بدوں ایقاع کے دیگر کوئی معنی نہیں رکھتا لہٰذا میرے خیال میں طلاق واقع ہوگئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم واحکم بالصواب۔

حررہ المسکین احمد الدین گانگوی بقلمہ

- مولانا اکبر علی سے پوچھا گیا ایک فتویٰ

فتویٰ شرعی: کہ زید اور اس کی بیوی خالدہ میں جھگڑا ہوا انتہائی غصہ کی حالت میں خالدہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی، دی، دی۔ پھر مجمع عام میں اس سے پوچھا گیا کہ تم نے کن الفاظ سے اپنی بیوی کو طلاق دی، زید نے پھر مذکورہ الفاظ دہرائے اور آمد بوقت تنازعہ کے زید اور خالدہ کے درمیان تین گواہ بھی موجود ہیں اور خالدہ کے پاس زید سے ایک دودھ پیتا بچہ بھی ہے، برائے مہربانی جواب جلد مطلع فرمادیں کہ بچہ خالدہ کے پاس رہے یا نہیں۔ (سائل: مولوی عبد القدوس ضلع مراد آباد ہندوستان)

الجواب: (1) اس صورت میں خالدہ پر تین طلاق پڑے گی اگر شوہر کی نیت تین طلاق کی نہ ہو خالدہ جب تک کسی غیر شخص سے نکاح نہ کرے حق پرورش خالدہ کا رہے گا۔ کذا فی کتب الفقہ

(2) صریح طلاق میں نیت اور تاکید کا اعتبار نہیں ہوتا ہر حالت میں طلاق پڑ جاتی

ہے، لفظ طلاق دی، دی، دی (یعنی طلاق دی) پوری عبارت اس طرح ہو گی)

طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی کا ایک ہی مفہوم اور ایک ہی مطلب ہے۔ بہر حال طلاق کا مکرر ایقاع ہے۔ اس میں نیت اور تاکید کا عذر غیر مسموع ہے۔ بہر حال صورت مسئولہ میں ہر حالت میں مکرر طلاق تین شمار ہو نگی (محمد اکبر علی، جامع مسجد میانوالی)

■ حضرت مولانا احمد الدین گانگوی اور مولانا اکبر علی کا جاری کردہ ایک اہم فتویٰ

فتوی شرعی: کہ یہ لفظ ہندی میں کہا (میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے) الفاظ طلاق صریح ہے یا کنایات میں سے ہے یا اس سے طلاق رجعی واقعی ہوتی ہے یا بائن اور تین دفعہ کہنے سے واحد بائن واقع ہو گی یا ثلاثہ، مثلاً ایک شخص بیوی کو مذکورہ لفظ تین دفعہ کہے بنیت طلاق اور ہر دفعہ سنگریزہ جو اس کے ہاتھ میں ہو یکے بعد دیگرے ڈالتا جائے کیا اس صورت میں وہ عورت مطلقہ بثلاثہ ہو گئی یا نہیں۔ (سائل مولوی غلام یٰسین روکھڑی)

الجواب: تحقیق مغلظہ محققین وفضلاء کے اس عورت پر طلاق ثلثہ مغلظہ واقع ہو گئی وجہ اس کی یہ لفظ میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے ہندی میں طلاق صریح سے، خواہ اس کو ترجمہ لفظ عربی کا قرار دیا جائے جیسا کہ مولانا عبد الحئی لکھنوی نے اپنے مجموعۃ الفتاویٰ جلد اول ص 383 میں اس کی تصریح فرمائی ہے یا اس کے کسی لفظ کنائی عربی مثلاً سرحتک وغیرہ کا ترجمہ سمجھا جائے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو لفظ کسی کنائی لفظ کا ترجمہ ہو وہ اس کنائی کی طرح ہمیشہ کے لئے کنائی رہے جو صراحت کا منہ دیکھنا بھی

نصیب نہ ہو لیکن معناً وہ لفظ اپنے محاورہ میں اگر طلاق صریح کی طرح طلاق میں غلط الاستعمال ہو جائے جو عند رضاعۃ الی المراۃ سوائے طلاق کے دوسرا معنی نہ سمجھا جائے تو وہ بھی صریح کے حکم میں ہے۔

جیسا کہ در مختار میں ہے،

وصریح عالم یستعمل الافیہ ولو بالفارسیۃ اس کے تحت علامہ شامی نے لکھاہے، ای غالبا کما یفیدہ کلام البحر آہ اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ ہر لغۃ جو لفظ طلاق کے لئے غلط الاستعمال ہو جائے تو وہ صریح ہو جاتا ہے، اور یہ لفظ عام شائع نہیں ہے جب اس کو عورت کی طرف نسبت کیا جائے تو عرفاً سوا طلاق کے دوسرا کوئی معنی غالباً نہ لیا جاتا ہے اور نہ سمجھا جاتا ہے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہ لفظ ہندی میں طلاق صریح کے الفاظ سے ہے۔ جیسا کہ ہر لغۃ میں کوئی نہ کوئی لفظ طلاق صریح کے لئے مخصوص ہو چکا ہے، مولانا عبد القادر اپنے رسالہ ارشاد المبین ص 21 (طبع کراچی) میں لکھتے ہیں،

طلاق صریح عربی میں لفظ طلاق کا ہے اور اردو میں چھوڑی اور ہندی میں چھڈی اور فارسی میں ہشتم ترا زنی اللہ تعالیٰ نے ہر زبان میں ایک لفظ بمعنی طلاق صریح بنایا، خواہ پشتو میں یا ترکی میں یا فارسی میں یا انگریزی میں جو معنی طلاق کے ہیں صریح الطلاق عالم یستعمل الافیہ اور فقہا لکھتے ہیں فی کل لغۃ طلق صریح ہر بولی میں طلاق صریح ہے۔ مثال کے طور پر چند روایات ذکر کرتے ہیں تاکہ اس کا مطلب پورا واضح ہو جائے جس سے اطمینان کلی حاصل ہو جائے اور شک نہ رہے، مثلاً کن بوش، بوش اول یہ ہے دونوں لفظ ترکی میں لفظ عربی، خالیۃ یا خلیہ کے ترجمے ہیں اور

یہ عربی لفظ ان الفاظ طلاق کنائی سے ہیں جن سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے لیکن یہ ترکی الفاظ جو اس کے ترجمے ہیں چونکہ طلاق میں غالب الاستعمال ہیں۔ شامی ج 2 ص 440 میں ہے۔

قال فی الشرنبلالیہ وقع السوال عن التطلیق بلغة وترك بل رجعی باعتبار العقد وبائن باعتبار مدخول، سن پوش اور بوش اول لان معناه خالیة او خلیة فلینظره قلت وافتی الرحیمی تلمیذ خیر الرمی بانه رجعی وکما قال افتی به شیخ الاسلام ابو سعید ونقص مثلا شیخ مشائخنا اتر کما فی عن فغازی علی افندی مفتی دار الطسنت وعن الحامدیة

اور اسی کتاب کے ص 476 میں ہے،

ومثله قد معناه فی اول باب الصریح من وقوع الرجعی بقول سن بوش اول فنی لغة اترك مع ان معناه العربی انت خلیة ویلو کتابته لکنه فی غلب فی لغة اترك استعماله فی الطلاق۔

اسی طرح رہا کردم فارسی سرحتک عربی کا ترجمہ ہے اور سرحتک سے بوجہ کنائی ہونے کے طلاق بائن واقع ہوتی ہے لیکن اس کا فارسی ترجمہ یعنی رہا کردم مجلکہ صریح ہو چکا ہے اور اپنے محاورہ میں بمعنی طلاق غالب الاستعمال ہو گیا ہے۔ بعد اس کے طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ شامی ج 2 ص 476 میں ہے

بخلاف فارسیة قول سرحتك ومور ما کردم لانه صار صریحا فی العرف علی ما صریح به نجم الزاهدی الخوارزمی فی شرح القدوری آه ثم قال فان سرحتك کنایة لکنه فی العرف الفرس استعماله فی الصریح وقد مر ان الصریح مالا یستعمل الا فی الطلاق فی ای لغة کانت آه ثم قال واما اذا تعود ف استعماله مجرد الطلاق لا یقید کونه بائنا یتعین وقوع الرجعی به کما

فارسية سرحتك۔

اسی طرح محاورہ فارسی میں ہے، بہشتم یا بہشتم ازذنی ان دونوں لفظوں سے حضرت امام اعظمؒ بوقت نیت طلاق طلاق رجعی کے قائل ہیں اور حضرت امام ابو یوسفؒ بھی جب عجم میں تشریف لے گئے اور اس کے محاورات سے واقف ہوئے توان دونوں لفظوں کے طلاق صریح ہونے اور ان سے طلاق واحد رجعی واقع ہونے کے قائل ہوگئے۔

جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان ج2 ص218 میں ہے۔

ولوقال بهشتم او بهشتم اذزنی لا يقع الطلاق فی قول ابی حنيفة وان كان ذلك فی ذكر طلاق او خصومته او ذانوی الطلاق يعق واحدة رجعية وعن ابی يوسف له انه حين خالطلا لعجم وجد منها صريحا فی العجم فقال يقع الطلاق وان لم ينوفی ای حال كان ولا يدين قضاء انه عنی به اترك للخروج وان نوی بائنا اور ثلاثا فهو علی مانوی لانة يحتمل ذلك فی الفتهم

اور فتاویٰ سراجیہ ج2 ص246 میں ہے۔ولو قال بهشتم اويله كردم اوپائے كشاده كردم وقع بلانية ويكون رجيعياً قاله الامام الميرانی

ہزاروں نظائر کتب فقہ میں موجود ہیں جن کا احتوا دائرہ امکان سے خارج ہے لہٰذا ان پر اکتفا ہو جو اہل انصاف کے لئے کافی اطمینان بخش ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو لفظ جس لغت میں طلاق کے لئے غالب الاستعمال ہو جائے جو عند الطلاق ولا ضافة الی المراة یہی معنیمتبادر الفھم ہو خواہ وہ لفظ ہندی ہو یا ترکی عربی ہو یا فارسی افغانی ہو یا انگریزہ تو حکماً صریح ہو جاتا ہے جس سے عند الطلاق رجعی طلاق واقع ہو جاتی ہے زیر بحث لفظ کا بھی یہی حال ہے کہ جب ہی کوئی

مرد اپنی عورت کو خطاب کر کے کہے گا تو سوائے طلاق کے دوسرا کوئی معنی ومفہوم نہیں لیا جائے گا، ماشاء اللہ یہ صراحت اس حد تک پہنچ چکی ہے اور عوام میں اس کا اس قدر اثر ہے کہ عموماً لوگ اپنے محاوروں میں اس لفظ کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں مثلاً کوئی کسی سے کہے کہ تم نے فلاں کام یا فلاں عورت کو چھوڑ دیا ہے تو جواب میں یہ نہیں کہتا کہ میں نے چھوڑ دی بلکہ اس کے بجائے کوئی اور لفظ جو اس کے مفاد کا مفید ہو استعمال کرتا ہے۔ اگر ہو آیا خطاً کہہ گزرے تو فوراً علماء سے مسئلہ پوچھنے کو دوڑتا ہے، یہی ہیں اس صراحت کے نتائج چونکہ مطلق نے لفظ صریح طلاق کو تین دفعہ استعمال کیا ہے، لہٰذا صورت میں عورت مطلقہ بہ سہ 3 طلاق ہو چکی ہے۔

■ مولانا غلام محمود پپلانوی کا ایک فتویٰ جو خواجہ اکبر علیؒ کی تصدیق سے شائع ہوا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ خروج الی المصلی یعنی عید کی نماز عید گاہ میں جا کے ادا کرنا سنت ہدی اور سنت مؤکدہ ہے یا سنت زائدہ اور مستحب یا سنت کفایہ بقول بعض متفقہ مثل نماز تراویح کے اور جناب سرور عالم ﷺ اور صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین و تبع تابعین و سلف صالحین و جماہیر علماء دین کا عمل اس بارے میں کس طرح رہا ہے۔ عید گاہ میں مجتمع ہو کے ادا کرتے رہے۔ یا متفرق طور پر مساجد میں اور باوجود ہونے مصلین کے گنجائش جامع مسجد میں اور نہ ہونے عذرات شرعی بارش و بیماری وضعف پیری وغیرہ کے عید گاہ کی نماز ترک کر کے متفرق طور پر مساجد میں کاہلی و سستی سے ادا کرنا غیر ضروری تصور کر کے کسی قباحت

شرعی کو ملتزم ہے یا نہیں؟

الجواب: نماز عیدین کی عید گاہ میں ادا کرنا سنت متوارثہ ہے۔ یعنی جناب سرور کائنات ﷺ اصحاب اور تابعین رضوان اللہ اجمعین وعامہ مومنین سلف سے خلف تک کا عمل اسی پر چلا آیا ہے اور آنحضرت ﷺ علی سبیل المواظبت یعنی ہمیشہ باوجود وفضیلت مسجد نبوی کے عید گاہ میں نماز ادا فرماتے رہے۔ صرف ایک مرتبہ بعذر بارش مسجد نبوی میں ادا فرمائی۔ روایات ذیل مثبت اس مدعا کے ہیں۔ علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری صحیحین کی حدیث وکان النبی ﷺ یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلی ای الجبانۃ کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں۔ وانہ افضل من صلوتہا فی المسجد لمواظبۃ صلی اللہ علیہ وسلم علی ذالک مع فضل مسجدہ وعلی ھذا عمل الناس فی الامصار۔ اور نیز اسی کے قریب منقول ہے، قال ابن القیم ولم یصلی العید بمسجدہ الا مرۃ واحدۃ اصابھم مطر فصلی بھم العید فی المسجد انتھی۔ وصلوتہا فی المسجد علی مذھب مالک بدعۃ الا ان تکون ثم ضرورۃ داعیۃ الی ذالک فلیس ببدعۃ لان النبی ﷺ لم یفعلھا ولا واحد من الخلفاء بعدہ۔

پس رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کا عید کی نماز ہمیشہ عید گاہ میں ادا فرمانا دلیل واضح سنت مؤکدہ ہونے خروج الی المصلی کی یعنی عید کی نماز عید گاہ میں ادا کرنے کی ہے۔ کیونکہ سنت مؤکدہ کی یہی تعریف ہے کہ جس فعل کو نبی علیہ السلام نے ہمیشہ بر سبیل عبادت کیا ہو۔ نہ بطریق عادت اور کبھی اتفاقاً ترک ہی فرمایا ہو وہ سنت ہدی اور سنت مؤکدہ ہے۔ جس فعل کو نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ نہ کیا ہو وہ مستحب اور مندوب

ہے۔ جو فعل بر سبیل عبادت نہ ہو بلکہ بر سبیل عادت ہو وہ سنن زائدہ سے ہے۔ جیسا کہ داہنہ ہاتھ سے کھانا داہنے ہاتھ کی طرف سے لباس پہننا شروع کرنا اور داہنا پیر پہلے مسجد میں داخل کرنا، چنانچہ کتب معتبرہ میں اس کی صراحت مذکور ہے۔ شرح وقایہ میں اور شیخ محقق نے اشعۃ اللمعات میں یہی لکھا۔

دوسری دلیل: دوسری سنت مؤکدہ ہونے عید کی نماز عید گاہ میں یہ ہے کہ عید کی نماز عید گاہ میں ادا کرنے کو فقہ کی کتب معتبرہ میں صاف لفظوں میں سنت کہا ہے۔ اور اس کے تارک کو تارک سنت لکھا ہے۔ در مختار میں مذکور ہے، والخروج الیھا ای الجبانۃ لصلوۃ العید سنۃ وان وسعھم المسجد الجامع۔ اور نہر الفائق میں ہے، فی التجنیس وغیرہ الخروج الی الجبانۃ سنت وان کان یسعھم المسجد الجامع عند عامۃ المشائخ وھو الصحیح وعلیہ الفتوی۔ وھکذا فی الفتاوی الھندیہ۔ بحر الرائق اور فتح القدیر میں مذکور ہے کہ امام عید گاہ کو واسطے نماز عید کو جاوے۔ اور شہر میں ضعفاء کو نماز پڑھانے کے واسطے کسی کو خلیفہ کر جائے۔ اور اس کی عبارت یہ ہے۔ السنۃ ان یخرج الامام الی الجبانۃ ویستخلف من یصلی بالضعفاء فی المصر۔ یہاں تک کہ کتب معتبرہ میں عید گاہ کی نماز کو ترک کر کے جامع مسجد میں عید کی نماز ادا کرنے والوں کو تارک سنت قرار دیا ہے۔

چنانچہ بحر الرائق میں مذکور ہے۔ صلوۃ العید واجبۃ حتی لو صلی العید فی الجامع ولم یتوجہ الی المصلی فقد ترک السنۃ

تیسری دلیل: خروج المصلی کی سنت مؤکدہ کی یہ ہے کہ تنویر الابصار متن در مختار میں عید کے مستحبات کو بالتفصیل شمار کیا ہے۔ اور مستحبات مذکورہ سے خروج الی المصلی کو

علیحدہ کرکے سنت کے لفظ سے یوں تعبیر کیا ہے۔ والخروج الیھا سنة. اگر یہ بھی مستحبات میں داخل ہوتا تو مستحبات کے تحت سے علیحدہ نہ کیا جاتا۔ تنویر الابصار کی عبارت یہ ہے، وندب یوم الفطر اکله قبل صلوتها واستیاکه واغتساله ولطیبه والبس احسن ثیابه واداء فطرته ثم خروجه ماشیا الی الجبانة والخروج الیھا سنة۔

چوتھی دلیل: یہ ہے کہ کتاب مدخل میں خروج الی المصلی کو صاف سنت مؤکدہ کہا ہے۔ عبارت اس کی یہ ہے، السنة فی صلوة العیدین ان تکون فی المصلی لان النبی ﷺ قال صلوة فی مسجدی هذا افضل من الف صلوة فیما سواه الا المسجد الحرام ثم مع هذا الفضیلة العظیمة خرج الی المصلی وترک المسجد فهو دلیل واضح علی ما کدا الخروج الی المصلی لصلوة العیدین فهی سنة۔

پانچویں دلیل: کتاب مدخل میں مذکورہ ابتدائی جواب جس میں عید گاہ کی نماز کے ترک کو بدعت کہا ہے۔ فی الواقع سنت متوارثہ کا ترک بدعت کا مصداق ہے۔ یہی دلیل سنت مؤکدہ ہونے کی خروج المصلی کی ہے۔ پس جب کہ سنت مؤکدہ ہونا خروج المصلی کا براہین واضحہ ثابت و متحقق ہو گیا تو مستفتی کا شبہ اور استفسار بابت زائدہ ہونے خروج المصلی یا سنت کفایہ ہونے کے مدفوع ور مرتفع ہو گیا۔ سنت زائدہ ہونے کا رفع اس وجہ سے کہ نماز عید گاہ عبادت محض ہے نہ از قبیل عادات نبوی ﷺ جو اس کو سنت زائدہ کہا جا سکے۔ اور سنت زائدہ ہونے کا رفع اسطور ہے کہ نماز تراویح سنت کفایہ نہیں ہے۔ کہ بعض ادا کرنے سے اوروں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے بلکہ ہر مکلف پر بنظر سنت مؤکدہ ہونے کے لازم ہے۔ پس مستفتی کا شبہ اور قیاس کشیدہ کا قیاس کرنا نماز

عید گاہ کو تراویح پر صحیح نہ ہوا۔

چھٹی دلیل: عید گاہ میں جو کثرت سے مسلمان جمع ہو کے نماز ادا کریں گے تو ہر نمازی کو ثواب جماعت کا بقدر کل مصلین کے مضاعف ہو گا۔ بحکم اس روایت کے، فضل صلوۃ الجماعۃ علی صلوۃ الواحد خمس وعشرون درجۃ فان کانوا اکثر فعلی عدد من فی المسجد فقال رجل وان کانو عشرۃ الاف قال نعم وان کانو اربعین الفا هذا یدل علی ان التضعیف المذکور فی الجماعۃ مرتب علی اقل عدد یحصل بہ المجاعۃ فیزید بزیادۃ المصلین۔ اور عید گاہ میں جمع ہو کہ نماز ادا کرنے میں سوائے حصول ثواب ادائے سنت کے عظمت وشوکت اسلام کا اظہار بھی ضمناً مقصود ہے۔

اسی مصلحت شرعی کو بھی شارع علیہ السلام نے ملحوظ فرمایا ہے، جس کی فی زمانہ بوجہ ضعف اسلام کے مثل زمانہ ابتداء اسلام کے زیادہ ضرورت ہے۔ اظہار شوکت اسلام کے لحاظ عید گاہ کو ایک راہ سے آنحضرت ﷺ تشریف لیجاتے تھے اور واپسی دوسری راہ سے فرماتے تھے۔

حررہ: (مولانا) غلام محمود پپلانوی

مصدق: (مولانا) محمد اکبر علیؒ کیم شوال المکرم 1343ھ

علماء دیوبند سے طلب کیا گیا فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

مرسل محمد اکبر علی گرداور نکاح خواں میانوالی

ماقولکم رحمکم اللہ واحسن مثواکم

کہ اس گردنواح ہر شہر اور ہر گاؤں میں سرکار دولت مدار کی طرف سے نکاح خوانان کو رجسٹرات نکاح خوانی ملے ہوئے ہیں۔ جن پر نام ناکح اور منکوحہ اور مہر اور تاریخ انعقاد نکاح وغیرہ لکھ دیا کرتے ہیں۔ حق مہر کے تین خانہ ذیل (1) جو کچھ مقرر ہوا۔ (2) معجل (3) غیر معجل ہیں۔ اب التماس ہے کہ معجل اور غیر معجل کا معنی موافق کتب فقہ تحریر فرمادیں گے اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ اگر مہر خانہ غیر معجل میں لکھا ہے تو عورت شرعاً جس وقت چاہے عدالت میں چارہ جوئی کر کے مہر خاوند سے وصول کر سکتی ہے۔ یا طلاق اور فوتیدگی خاوند سے پہلے اُسکو مجاز نہیں؟ بینو بالکتاب توجروا اللہ الوھاب

الجوابؒ

معجل وہ مہر ہے کہ فی الحال دینا قرار پاوے یا فی الحال دے دیا جاوے اور موجل یا غیر معجل اس کے خلاف ہے اگر مہر معجل ہے زوجہ فی الحال لے سکتی ہے اور غیر معجل یعنی موجل کیلئے اجل عرفاً موت شوہر یا طلاق ہے۔ اس سے پہلے زوجہ مطالبہ نہیں کر سکتی۔ ہکذا فی کتب الفقہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن

الجواب صحیح الجواب صحیح

غلام رسول بقلم خود گل محمد خان 1327ھ

(مہر) (مہر)

الجواب صحیح

سید اصغر حسین (مہر)

الجواب صحیح

محمود گنگوہی (مہر)

پیر مہر علی شاہ سے طلب کیا گیا ایک استفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ

ایک شخص نے اپنی منکوحہ غیر مدخولہ کو سہ طلاق دی اور بعد اوسکے کہا کہ اگر میں اس عورت کیساتھ تمام عمر نکاح کروں تو اوسپر عمر طلاق رجل قال لمنکوحته الغیر المدخولة طلقتها ثلاثاً قال ان نکحتها فعلیها عمر طلاق آیا یہ عورت بعد حلالہ اپنے زوج پر حلال ہو سکتی ہے یا نہیں اور معنی الفاظ عمر طلاق طلاق دائمی ہے یا واحد یا غیر ذالک معنی لفظ عمر طلاق باحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمادیں۔ بنیوا توجروا۔

الجواب ہو الصواب

اول جملہ کہ میری منکوحہ غیر مدخولہ کو تین طلاق موجب وقوع طلاق ثلثہ ہے اگر بلفظ واحد اس نے طلاق دی ہے چنانچہ در مختار میں ہے قال لزوجته غیر المدخول بها انت طالق ثلاثا وقعن اور اگر متفرق طلاق دی ہے تو پہلی ہی طلاق سے منکوحہ غیر مدخولہ بائن ہو جائیگی یا اور دوسری و تیسری طلاق نہ واقع ہو گی۔ چنانچہ در مختار میں ہے وان فرق بانت بالاولی ولم تقع الثانیة

پس اگر اس قدر الفاظ طلاق ہوئے تو پہلی صورت میں بعد تحلیل اور صورت ثانیہ میں تجدید نکاح کے ساتھ خاوند اول کے نکاح میں آسکتی تھی مگر جملہ ثانیہ تعلیقیہ مانع حلت ہے یعنی بعد تحلیل صورۃ اول میں اور تجدید نکاح صورۃ ثانیہ میں بھی موجب حلت نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دوسری مرتبہ نکاح کرنے سے ہی وہ عورت خاوند

اسکے لئے حلال نہ ہوگی۔ شرط کے پائے جانے سے پھر دوبارہ اوسپر طلاق واقع ہو جائیگی۔ اور یہ یمین بھی باطل ہو جائیگی بعد بطلان یمین پھر اسکے ساتھ اگر نکاح کرے تو درست ہو جائیگا۔

چنانچہ در مختار میں ہے والفاظ الشرط ان واذا وکل وکلی ونحو ذلك وفيها كلها تنحل اليمين ببطلان التعليق اذا وجد الشرط مرة الا فی حکماً فانه ينحل بعد الثلاث فلا يقع ان نكحها بعد زوج آخر الا واذا حلت كلما على التزوج نحو كلما تزوجت فانت كذا لدخولها على سبب الملك وهو غير متناه الحاصل دوسری مرتبہ طلاق واقع ہونے سے یمین کا بطلان ہو جائیگا۔ اور وہ شخص حانث ہو جائیگا۔ اب اسکے بعد حنث کو لزام متصور نہیں ہے مگر یہ یمین آخر اور وہ فیما نحن فیہ میں موجود نہیں اور ان جسکا ترجمہ اگر ہے مقتضی عموم و تکرار نہیں ہے چنانچہ شامی میں ہے قوله ای تبطل اليمين ای تنتهی وتتم واذا تمت حنث فلا يتصور الحنث ثانيا الا بيمين اخرى لانها غير مقتضيه للعموم والتكرار۔ پس جب ان مدخولہ علی سبب الملک مقتض عموم و تکرار کو نہیں ہے تو اس میں قید عمر طلاق جو مفروض لفظ ہے محض بیکار ہے جیسے لفظ ابد کا کوئی ثمرہ اسکے ساتھ مرتب نہیں ہوتا ہے چنانچہ شامی میں ہے وان المقرونة بلفظ ابدا كمتى فاذا قال ان تزوجت فلانة ابدا فهی كذا فتزوجها فطلقت ثم تزوجها ثانيا لا تطلق لان التابيد انما ينفی التوقيت فيتابد عدم التزوج ولا يتكرر۔ والله اعلم وعلمه اتم

محررہ محمد عبدالرحمن بحکم حضرت قبلہ عالم مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین گولڑہ شریف بقلم خود

فتویٰ مولوی امیر بندیالی خلف الرشید مولوی فضل کریم تردید فتویٰ مولوی محمد اکبر علی صاحب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد جمیع مسلمانان کی خدمت میں گزارش ہے کہ میں نے مندرجہ ذیل مسئلہ نہایت تحقیق انیق کر کے لکھا ہے صورت مسئلہ یہ ہے شیخ محمد حسین صاحب امام مسجد موضع نانگی ضلع میانوالی ایک دن شہر کے راستہ گزر رہے تھے کہ ایک شخص مسمی پھتو جسکا گھر قریب تھا اور اسکی آواز سنی کہ وہ کہہ رہا تھا کہ میری عورت پر تین طلاقیں ہیں اگر میں فلاں کام کروں یعنی اس نے طلاق معلق کہی تھی لیکن شیخ صاحب نے الفاظ تعلیق نہیں سنے انہوں نے فقط لفظ طلاق سنا۔ کچھ مدت کے بعد اس پھتو طلاق دہندہ کی بیوی کو ایک شخص مسمی علی اغوا کر کے لے گیا ۔ شیخ صاحب امام مسجد نے حکم دیا کہ اس اغواکنندہ مسمی علی کیساتھ شہر والے برتنا چھوڑ دیں اور خود بھی تعلقات منقطع کر دیئے کچھ مدت کے بعد امام محمد حسن شیخ صاحب اس اغواکنندہ کیساتھ برتنے لگے وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ عورت جو کہ علی اغوا کر کے لے گیا ہے اسکو اپنے خاوند نے طلاق دی ہے نو ماہ تک یہ شیخ صاحب برتے بعدہ فرمایا کہ اغوا کنندہ کیساتھ برتنا جائز نہیں وجہ یہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ مجھے بعد کو علم ہوا کہ اس شخص نے طلاق معلق دی تھی اور معلق عدم وقوع تک نہیں پڑتی اور لوگ شہر کے کہتے ہیں کہ شیخ صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جو شخص مغوی کیساتھ برتے گا اسکی عورت کو طلاق ہو جائیگی۔ بہر حال خلاصہ تحریر کا یہ ہے کہ شیخ صاحب امام مسجد نے ایک دفعہ مغوی

کیساتھ لوگوں کو عدم برتاؤ کا حکم دیا بعدہ خود برتے پھر عدم برتاؤ کا حکم دیدیا شیخ صاحب کو شریعت کے روسے کیا کرنا چاہیے۔ اب اس وقت طلاق دہندہ اور اغوا کنندہ دونوں فوت ہو چکے ہیں۔ میں نے یہاں نانگنی میں آکر اکثر سے تحقیق کی تو سب کا خلاصہ یہی نکلا جو بندہ نے بالا تحریر کر دیا ہے اس وقت اس شیخ صاحب کے متعلق شریعت کا فیصلہ ہے کہ چونکہ شیخ صاحب نے بلا تحقیق شرعی کبھی کچھ کہا اور کبھی کچھ خود تو وہ عالم ہیں نہیں اور نہ قاضی مفتی کے قابل، تو انکو چاہیے تھا کہ کسی عالم شرع سے پوچھ کر حکم نافذ فرماتے اس وقت انکے لئے تعزیر کافی ہے کہ مسجد میں برسر اجلاس اپنے مقتدیوں کے سامنے اپنے فعل پر جو کہ کر بیٹھے ہیں توبہ کرلیں اور یہ صاف صاف فرمادیں کہ میں نے جو کچھ کیا تھا ناجائز کیا تھا مجھے (میری) توبہ ہے ایسے فعل (سے) پھر اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ ایسا فعل نہ کرونگا۔ اور یہ الفاظ میں نے شیخ صاحب کے برسر اجلاس کہلوائے ہیں اس کے بعد انکے پیچھے نمازیں کرنا جائز ہیں۔ حدیث شریف میں ہے التائب من الذنب کمن لاذنب لہ اگر کوئی عالم یہ فرمائے کہ اس معاملہ میں شیخ صاحب پر طلاق (ہے) تو یہ صورت ہماری کتب حنفیہ میں بلکہ چاروں مذہبوں میں سے کسی مذہب میں یہ قول محقق نہیں ہے کہ ایسے شخص کو توبہ و تجدید نکاح ضروری ہے توبہ کی جو صورت میں نے لکھدی ہے۔ یہی صورت ہے ایسے واقعہ کے متعلق اگر کسی مولوی صاحب کو اس میں تردد ہو تو بندہ حاضر ہے اگر کوئی مولوی صاحب تجدید نکاح کے متعلق فرمائے تو وہ اس بات کا ثبوت شرعی کتب حنفیہ معتبرہ پیش کریں۔ وما علینا الا البلاغ، واللہ اعلم وعلمہ اتم

اثم محمد امیر غفرلہ بندیالوی مورخہ 25 ذی قعد

(حکمانہ ثالثی شرعی)

فتویٰ مولوی محمد اکبر علی صاحب

باسمہ سبحانہ نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم سبحانك لاعلم لنا الا ما علمتنا انك انت العلیم الحکیم اقول وباللہ التوفیق شیخ صاحب میاں محمد حسین ساکن نانگنی امام مسجد کا ہمراہ باشندگان نانگنی عرصہ دراز سے مسئلہ شرعیہ میں تنازعہ چلا آتا تھا۔ شیخ صاحب وباشندگان نانگنی نے مجھے تصفیہ کیلئے ثالث شرعی مقرر کیا بیان شیخ صاحب وشہادات گواہان قلمبند کی گئیں۔ روئیداد لے پایا جاتا ہے کہ شیخ صاحب صرف بے علم نہیں ہے بلکہ بے اعتنائی اور لاپرواہی کے مرض کا بھی شکار بنا ہوا ہے۔ جو کچھ بھی ہو آپ مفتی ماجن کے مکمل مصداق ہیں جیسا کہ ماجن کے معنی میں علماء واحناف کے مختلف اقوال منقول ہیں مثلاً فتویٰ عالمگیریہ جلد 3 کتاب الحجر میں ہے هو الذی یعلم الحیل اویفتی عن جهل اور کفایہ شرح ہدایہ میں ہے۔ هو الذی لایبالی مایصنع اور ذخیرہ میں ہے هو الذی لایبالی ان یحرم حلالاً اویحل حراماً اور حاشیہ ہدایہ بین السطور میں ہے الماجن مرد سوخ چشم بے باک در قول و فعل ان عبارات منقولہ مختلف کتب فقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ صاحب پر ماجن کے تمام معانی مختلفہ منطبق ہوتے ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ ماجن کیلئے شرعاً کیا حکم ہے وہو ہذا مفتی ماجن کی سزا بموجب مذہب حضرت امام اعظم ؒ حجر ہے یعنی اسلامی حکم جاری اور فتویٰ دینے سے زبان بندی فتاویٰ عالمگیریہ جلد 3 کتاب الحجر میں ہے قال ابوحنفیہ ؓ لایحجو القاضی علی الحر العاقل البالغ الا من یتعدی ضررہ الی العامة وهو ثلثة الطبیب الجاهل الذی یسقی الناس مایضرهم ویهلکهم وعندہ انہ شفاء ودواء والثانی المفتی الماجن وهو للذی یعلم

الناس الحيل او يفتی عن جهل والثالث المکاری المفلس الخ۔ شیخ صاحب بوجہ ارتکاب امور منکرہ مندرجہ بیان شیخ صاحب خود و شہادت گواہان شرعاً موسوم باسم فاسق ہو جاتا ہے جیسا کہ کبیری وغیرہ کتب فقہ میں مرقوم ہے لہذا انکو تا بوقت توبۃ النصوح وظہور صلوح عہدہ امامت سے برطرف کیا جائے توبۃ النصوح یہ ہے کہ پھر وہ گناہ نہ کرے اور شیخ صاحب کیلئے ضروری ہوگا کہ توبہ برسر اجلاس اعلانیہ کرے جیسا کہ درالمختار میں ہے التوبة علی قدر الجنایة ان سراً فسر وان علانیة فعلانیة کیونکہ یہ بجرم ان سے علانیہ صادر ہوا ہے۔ شہادت گواہان سے ثابت ہوا ہے کہ شیخ صاحب کا فتویٰ ہے کہ مغوی کیساتھ برتاؤ کرنے والوں کے نکاح ٹوٹ جاتے ہیں اور خود شیخ صاحب نے اس اپنے حکم کی خلاف ورزی کی اور مغوی کے ساتھ برتاؤ کیا بناءً علیہ شیخ صاحب اپنے نکاح کی تجدید بھی کریں ورنہ اپنے حکم سے قابل برتاء نہ ہونگے۔ خلاصہ حکم شرعی کا یہ ہے (1) کہ شیخ صاحب اعلانیہ اپنے شہر اور اپنے محلہ کی مسجد میں توبۃ النصوح کرے (2) اور اپنے نکاح کی تجدید بھی کرے تو تب الزامات سے بری الذمہ ہوسکے گا اور امامت بھی کرا سکے گا ورنہ اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہوگی اور پڑھنے والوں کی نماز کو اعادہ ضروری ہوگا۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ اکمل واتم

کتبہ محمد اکبر علی عفی عنہ خطیب جامع مسجد میانوالی ثالث شرعی، بقلم خود

15 رمضان المبارک 1362ھ مجریہ 9 ذی القعد 1362ھ

مولانا اکبر علیؒ علماء دیوبند سے رابطے میں رہا کرتے انکی طرف استفتاء بھی بھیجا کرتے کیونکہ آپؒ نے مولانا محمود الحسن دیوبندی سے استفادہ کیا تھا۔ لیکن وہ علماء دیوبند

جنکی عبارات سے برصغیر میں ایک کلامی تنازعہ کی ابتداء ہوئی اُس میں آپؒ کا موقف علماء دیوبند کے سخت خلاف تھا اور آپؒ اس باب میں اُن علماء کے حامی تھے جو اکابر علماء دیوبند کی عبارات کو کفریہ سمجھتے تھے۔ اس حوالے سے آپؒ اپنے استاذ مولانا احمد الدین گانگویؒ کے شانہ بشانہ تھے۔ اس کا اندازہ آپؒ کے ایک رسالہ میں فہرست عقائد وہابیہ کے نام سے دی گئی حسب ذیل تحریر سے لگایا جا سکتا ہے۔

فہرست عقائد وہابیہ (قلمی)

(1) خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔

(الف) اگر مراد از محال ممتنع ازالۃ است کہ تحت قدرت الٰہیہ نیست پس لا نسلم

(بلفظہ وملخصًا رسالہ یکروزی مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی ص145)

(تقویۃ الایمان ص31)

(ب) امکان کذب کا مسئلہ اب تو کسی نے نہیں نکالا قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں۔ ان اللہ علی کل شئ قدیر کیخلاف ہے

(بلفظہ براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد ص3)

(2) آنحضرت ﷺ کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنی چاہیے ملخصًا

(تقویۃ الایمان مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی ص30)

(3) آنحضرت ﷺ خدا کی شان کے سامنے چمار سے بھی ذلیل ہیں ملخصًا

(تقویۃ الایمان مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی ص14-19)

(4) آنحضرت ﷺ خدا کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں

(تقویۃ الایمان مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی ص55)

(5) اللہ تعالیٰ جسکو چاہیگا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنائیگا

(تقویۃ الایمان مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی ص 33)

(6) آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حیات النبی نہیں مر کر مٹی ہو گئے۔ بلفظ وملخصاً

(تقویۃ الایمان مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی ص 60)

(7) آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کچھ قدرت نہیں ہے اور نہ وہ سنتے ہیں۔ ملخصاً

(تقویۃ الایمان مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی ص 6-8-23-29)

(8) آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو علم غیب خدا کا دیا ہوا ماننا بھی شرک ہے۔ ملخصاً

(تقویۃ الایمان مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی ص 10-26-27)

(9) آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایک بات کا غیب دان جاننا شرک ہے۔ ملخصاً

(تقویۃ الایمان مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی ص 27-58)

(10) آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روضہ مطہرہ کی فقط نیت کرنا اور زیارت کو سفر کرنا شرک ہے

(تقویۃ الایمان مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی ص 10-40)

(11) آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روضہ مطہرہ کے سامنے تعظیم کیلئے کھڑا ہونا شرک ہے۔ ملخصاً

(12) آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یا محمد یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔ ملخصاً

(تقویۃ الایمان مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی ص 23)

(13) آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مثل اور بھی پیدا ہونا ممکن ہے۔ ملخصاً

(تقویۃ الایمان مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی ص 31)

(14) آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جملہ بنی آدم کے برابر ہیں۔ بلفظہ

(براہین قاطع مولوی خلیل احمد ص 3)

(15) آنحضرت ﷺ جملہ بنی آدم کے برابر ہیں۔ ملخصاً

(براہین قاطع مولوی خلیل احمد ص51)

(16) آنحضرت ﷺ کی علم غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان مولوی اشرف علی تھانوی ص7)

(17) خدا سے ہم کو کام ہے۔ آنحضرت ﷺ سے نہیں

(مصرع باخدا اور سیم کار و باخلائق کار نیست بلفظہ، بسط البنان مولوی اشرف علی ص7)

(18) حق سبحانہ کا جہت و مکان بھی منزہ سمجھنا بدعت و گمراہی ہے، ملخصاً

(ایضاح الحق اسمٰعیل دہلوی ص7)

(19) آنحضرت ﷺ کا مولود شریف کرنا اور قیام تعظیمی لئے کرواہونا بدعت اور شرک ہے مثل کنھیا کے جنم کے ہے ملخصاً

(فتویٰ مولوی رشید احمد ص13--براہین قاطع مولوی خلیل احمد ص228)

(20) آنحضرت ﷺ کا نماز میں خیال آنا بیل اور گدھے سے بدتر ہے۔ (بلفظہ)

(صراط مستقیم مولوی اسمٰعیل ص16)

(21) کعبۃ اللہ میں جو چار مصلے بنائے گئے ہیں وہ مذموم ہیں۔ (بلفظ)

(سبیل الرشاد مولوی رشید احمد ص16)

(22) آنحضرت ﷺ کی فاتحہ بارہویں شریف کی شیرینی، میلاد شریف، گیارہویں شریف حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا کھانا کھانا حرام ہے۔ مثل ہنود کے

(براہین قاطعہ خلیل احمد انبیٹھوی)

(23) ختم فاتحہ بزرگان مثل سوم دہم چہلم وغیرہ کو ہنود کی رسوم بیان کرتے ہیں۔

(فتویٰ براہین قاطع خلیل احمد انبیٹھوی)

یہ فہرست چند عقائد فرقہ وہابیہ کی ہے ورنہ انکے عقائد مخالف اہل سنۃ الجماعۃ کثیرہ ہیں۔

تذکرہ ملفوظات: قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد اکبر علیؒ (قلمی): مؤلفہ میاں محمد شریف ناظر (ملتان)

تمہید:

حمد و صلوٰۃ کے بعد ضعیف و حقیر تقصیر گنہ گار امیدوار رحمت پروردگار حضرت محمد ﷺ کے صدقے سے حضور خواجہ غریب نواز محمد اکبر علی کے سوانح بیان کرنے میں نہایت اختصار سے کام لیکر آپ کے صرف تھوڑے ہی سے مناقب کا ذکر کیا ہے۔ جس سے غلام کو شوق پیدا ہوا کہ غریب نواز کے مشہور واقعات کے لئے صرف شہرت کو کافی سمجھا ہے۔

سبب تالیف:

خادم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ آپ کے پورے حالات کو ایک جگہ جمع کر کے غلام بھی ثواب دارین حاصل کریں۔ آپ کے تمام مناقب کو جنہیں غلام نے مختلف پیر بھائی صاحبان کے پاس دیکھا یا سنا یا جو کچھ خود بندہ کو یاد ہیں۔ ایک جگہ جمع کر دیئے۔ امابعد آپ کا حسب نسب۔ اخلاق۔ عادات۔ علم و عمل آپ کے اقوال وافعال آپ کی اولاد۔ آپ کی عظمت، آپ کی بزرگی جس سے میانوالی کو فیض پہنچا۔ اور جن حضرات نے آپ کی بزرگی کا اعتراف کر کے آپ کی مدح سرائی کی ہے اُن کے اور جن اصحاب سے آپ کو تعلق رہا ہے یا جنہوں نے آپ سے فیض پایا ہے ان کا انشاء اللہ ذکر آئیگا۔

وجہ یہ ہے کہ پیر کامل کی بزرگی، پیشوا کی بزرگی وعظمت سے ظاہر ہوا کرتی ہے اور نہروں کو نفع ہمیشہ اس وقت پہنچتا ہے جبکہ چشمہ شیریں ہو۔ اما بعد آپ کی پیدائش، وفات کے حال لکھ کر خاتمہ بھی آپ ہی کے مناقب، کشف وکرامات پر ہونگے۔ بندہ مختصر طور پر بیان کر کے کتاب کو ختم کریگا۔

ناظرین حضرات سے عارض ہوں کہ اگر قلم میں کوئی غلطی ہو تو معاف فرمائیں اور بندہ کے لئے دعائے خیر فرمائیں۔ خاتمہ بالخیر ہو اور ہر ایک پیر بھائی کا ہو۔ آمین ثم آمین برحمتک یاارحم الراحمین

آپ کا سن ومقام پیدائش:

مولوی محمد حسین برادر حقیقی اور مولانا حضرت سجادہ نشین صاحبزادہ میاں غلام جیلانی نے متفقہ طور پر بیان کیا ہے کہ آپ 1301ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے میاں غلام جیلانی صاحب اور میاں غلام ربانی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے یکے بعد دیگرے والد ماجد سے آپ کا مقام پیدائش پوچھا تو آپ نے میانوالی فرمایا۔

وفات:

آپ نے اپنی عمر بے بہا کا بہت بڑا حصہ شہر میانوالی میں گزارا اور وہیں پر وفات پائی اور 27 جمادی الاول 1376ھ بمطابق 29 دسمبر 1956ء بروز یکشنبہ کی رات کو اجل کو لبیک فرماتے ہوئے جنت کو سدھارے۔ جیسا کہ مقبولان بارگاہ اور محبوبان خدا ان کے آخری وقت ارشاد ہوتا ہے کہ

اے میرے مطمئن روح واپس آ طرف رب اپنے کے تو خوش ہے اور تیرا

رب بھی خوش ہے۔ مسجد کے قرب میں مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ کالج گراؤنڈ میں ادا کی گئی۔ ہجوم خلائق کی وجہ سے آپ کو ظہر کے وقت دفن کیا گیا۔ میانوالی میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو آپ کے جنازہ میں شریک نہ ہوا ہو۔ مگر ان دنوں غلام رخصت پر گھر ملتان گیا ہوا تھا۔ اور عالم ارواح میں حضور کے جنازے کی نماز دیکھی۔ جسکا کہ آگے خواب کے بیان میں ذکر آئیگا۔

محلہ کی سڑکیں، گلی کوچے لوگوں سے بھر گئے تھے۔ ایسی کوئی آنکھ نہ تھی جو روئی نہ ہو۔ شکل مبارک دیکھنے کیلئے ہر جی تڑپ رہا تھا۔ اور قطار بنا کر ہر ایک نے آخری دیدار کیا۔ تجہیز و تکفین سے فراغت ہوئی۔ امابعد مزار مبارک پر لوگ بکثرت آنے لگے۔ جس طرح جمعہ و عید کو لوگ آیا کرتے ہیں۔

باجازت صاحبزادہ مولانا میں غلام جیلانی صاحب حضرت مولانا مولوی میاں احمد دین صاحب گانگوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ کا نسب:

القطب الربانی الجامع الصمدانی حضرت خواجہ محمد اکبر علی اولیاء عظام سے ہیں۔ جو کوئی آپؒ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسے سعادت ابدی حاصل ہوتی ہے۔

آپ کا نسب اس طرح سے ہے۔

محمد اکبر علی ابن مولوی غلام حسین قریشی آپ کے دو صاحبزادے (1) مولوی غلام ربانی صاحب (2) مولوی میاں غلام جیلانی صاحب خطیب جامع مسجد میانوالی اور پانچ صاحبزادیاں۔

آپ کا علم حاصل کرنا:

جب آپ نے دیکھا کہ علم کا حاصل کرنا ہر ایک مسلمان پر صرف فرض ہی نہیں بلکہ وہ نفوس مریضہ کیلئے شفاء کلیمی ہے۔ یہ پرہیز گاری کا ایک سیدھا راستہ اور پرہیز گاری کی ایک حجت اور واضح دلیل ہے۔ وہ یقین کے تمام طریقوں میں سے سب سے اعلیٰ والنسب ہے۔ اور تقویٰ اور پرہیز گاری کا وہ ایک بڑا درجہ اور زمین میں سب سے رافع نیک لوگوں کا مایہ فخر و ناز ہے۔ تو آپ نے اس کے حاصل کرنے میں جلد کوشش فرمائی اور اس کے تمام فروع واصول کو دور و قریب کے علماء کرام، مشائخ عظام ار آئمہ اعلام سے نہایت جد وجہد سے حاصل کیا۔

آپؒ کا قرآن مجید یاد کرنا:

قرآن مجید آپؒ نے پہلے ہی اچھی طرح یاد کر لیا تھا۔ اس کے بعد آپؒ نے علم فقہ حاصل کیا۔ اور عرصہ دراز تک آپؒ دیوبند اور دیگر جگہ علم دین حاصل کرتے رہے۔

قرآن مجید والد بزرگوار سے پڑھا۔ فارسی کی کتب مولانا محمد سے پڑھیں۔ امابعد مولوی نور زمان صاحب ساکن کوٹ چاندنہ شریف سے۔ پھر چکی شریف تشریف لے گئے۔ وہاں سے مستفید ہوتے ہوئے مولانا مولوی احمد الدین گانگوی صاحب سے کتب پڑھ کر ضلع ہزارہ میں علماء ہزارہ سے علمی استفادہ کیا۔ پھر آپ دیوبند تشریف لے گئے اور 15 شوال 1320ھ داخل ہوئے اور آپ کو 29 ذیقعد 1322ھ کو حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کے دستخطوں سے سند مطبوعہ ملی۔ پھر واپس

میانوالی آکر ایک مدرسہ بنادیا جہاں اب تک بچے مولوی اور حافظ بن کر نکلتے ہیں۔

مسجد میں آپ کا اثر اور پہلی کرامت:

یہ مسجد پہلے پہل بہت چھوٹی اور دیہاتی طرز کی بنی ہوئی تھی اور محلہ زادہ خیل کے پٹھان کچھ توجہ نہیں دیتے تھے۔ اور نماز بھی کم پڑھتے تھے لڑاکا لوگ تھے۔ کم علم تھے۔ دینی تعلیم کی طرف توجہ بہت کم تھی۔ آپ کی توجہ سے۔ اخلاق سے کم بولنے سے۔ راست بازی سے امین ہونے سے اور صادق ہونے سے لوگوں پر اس قدر اثر ہوا کہ مسجد کیلئے زمین دی اور اسے وسیع بنایا۔ حضور گرامی کے ارشاد کے مطابق ایک مشین پانی نکالنے والی لگائی گئی جس سے آج تمام محلہ شہر فائدہ اٹھا رہا ہے۔ محلہ کے لڑاکا پٹھان کا یہ حال ہے اگر ولی دیکھو تو یہ حاجی دیکھو تو یہ۔ انکساری دیکھو تو ان میں، نمازی دیکھو تو یہ۔ مؤذن دیکھو تو یہ۔ زکوٰۃ دینے والے دیکھو تو یہ۔ ان پر اثر کا ہونا یہ آپؒ کی پہلی کرامت ہے۔

آپ کا وعظ:

آپ کی مجلس وعظ میں کثرت سے لوگ آنے لگے۔ تمام مسجد بھر جاتی۔ مدرسہ بھر جاتا تو لوگ سڑک پر بھی کھڑے ہو جاتے اور وعظ سنتے۔ آپ نے نہایت جدوجہد واجتہاد کے ساتھ تدریس ووعظ کا کام شروع کیا۔ دور دور سے لوگ شرفِ ملاقات حاصل کرنے کیلئے آنے لگے۔ چاروں طرف سے لوگ آتے اور علماء وصلحاء کا علم حاصل کرتے۔ اور پھر اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے جاتے۔ تمام ضلع میانوالی میں آپ کے مرید پھیل گئے۔ ہر جگہ آپ کے اوصاف حمیدہ و خصائل برگزیدہ تعریف

کرتے۔

آپ کا حلیہ شریف:

آپ قد آور جیسے میانوالی کے لوگ ہوتے ہیں، تھے۔ بدن قدرے بھاری، آپ کی آنکھیں سیاہ، بھنویں باریک اور ملی ہوئی تھیں۔ منہ چوڑا، اس پر ریش مبارک بڑی اور چوڑی تھی۔ چہرہ مبارک نورانی، ہمیشہ چہرہ مبارک پر مسکراہٹ سی رہتی تھی۔ جب سفید ریش مبارک پر تیل لگاتے تھے تو اس کی چمک سے ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے کہ صبح کے وقت سبزے پر شبنم بھلی معلوم ہوتی ہے۔ آپ کی آواز بلند، آپ عالی مرتبہ اور علم وافر رکھتے تھے۔ غلام نے کبھی ہنستے نہیں دیکھا۔ آپ ہمیشہ تبسم فرمایا کرتے تھے۔ آپ علمی و عملی ریاست کے مالک تھے اور اس کے مرکز تھے۔ جب طلبہ آپ کے پاس آجاتے تو انہیں اور کہیں جانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ آپ عالی ہمت اور سیر چشم تھے۔

خصائل حمیدہ:

آپ کی ذات مجمع البرکات میں صفات جمیلہ وخصائل حمیدہ جمع تھے۔ حتیٰ کہ آپ جیسے اوصاف کا شیخ میں نے میانوالی بھر کہیں بھی نہیں دیکھا۔ بہ نسبت کلام کرنے کے آپ کا سکوت زیادہ ہوا کرتا تھا۔ آپ گھر کے سوا مسجد سے باہر کبھی نہیں نکلتے تھے۔ کھانا کبھی گھر نہیں کھاتے تھے۔ حجرے شریف میں تناول فرماتے۔ آپ ہمیشہ حق بات فرمایا کرتے تھے۔ حق بات کی تائید اور ظالموں کی مذمت فرمایا کرتے تھے۔ مسئلہ بے رو رعایت فرمایا کرتے تھے۔ سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ نہ

طبیعت میں لالچ تھا۔ درس میں مولانا غلام محمد صاحب چوہدری اورنگزیب زیب صاحب پڑھا کرتے تھے۔ اہل محلہ کے معززین سنا کرتے تھے۔ آپ کے پاس ایک برہمن بھی حدیث شریف پڑھا کرتا تھا۔ غلام نے اعتراض پیش کیا کہ حضور یہ پڑھ کر ہمارا مقابلہ کریگا۔ آپ نے خندہ پیشانی سے فرمایا کہ ہر دم کرے، کیا ہمارا مذہب کوئی جھوٹا ہے؟

آپؒ نہایت خلیق و سخی تھے۔ ہمیشہ آپ ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ عبادت کی محنت و مشقت برداشت کرنے میں آپ نہایت مستقل مزاج اور راسخ القدم تھے۔

یکسانیت:

آپ کی مجلس میں کسی بیٹھنے والے کو یہ گمان کبھی بھی نہ ہوتا تھا کہ آپ کے نزدیک اس سے زیادہ اس مجلس میں اور کسی کی بھی عزت و وقعت ہے۔ جو لوگ آپ کی صحبت سے دور ہو جاتے تو آپ ان کا حال دریافت فرماتے رہتے انہیں یاد رکھتے اور بھول نہ جاتے ان سے کبھی کوئی قصور سرزد ہو جاتا تو آپ درگذر فرماتے۔ اکثر خطوط کے ذریعے اپنے خاص مریدوں کو تلقین فرماتے رہتے اور ذکر و فکر کا راستہ بھی دکھاتے رہتے۔ ہندو، مسلمان، شیعہ سنی۔ آپ کی مجلس میں سب یکساں تھے اور ہر ایک اپنے دل میں یہ کہتا تھا کہ حضور کو میرے سے زیادہ محبت ہے۔ اور اپنی اپنی جگہ پر ہر ایک شخص خوش تھا۔

راست گوئی:

ایک انگریز ڈپٹی کمشنر نے آپ کو مربعوں کا لالچ دیا۔ اور ایک سینئر سب جج

نے آپ کو کوٹ بنوا دینے کا لالچ دیا اور دعوت دی۔

ایک دفعہ ایک ڈپٹی کمشنر میانوالی نے دیکھا (جو کہ انگریز تھا) کہ حضور مسلمانوں میں بڑے ہر دلعزیز ہیں اور ولی ہیں تو اس نے آپ کو مربعے دینے کی دعوت دی۔ شاید اس کا خیال تھا کہ حکومت کا وعظ میں پروپیگنڈا کریں گے مگر غریب نواز نے لینے سے انکار کر دیا کہ فقیروں کو مربعوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ایک دفعہ آغا احمد خان جو کہ سینئر سب جج تھے نے ماہ رمضان سے پہلے دیگر افسران کے ساتھ خواجہ صاحب کی دعوت کی کھانا کھاتے وقت صاحب نے مسئلہ پوچھا کہ اگر تیس غریبوں کو کھانا کھلا دیا جائے تو مولوی صاحب روزے کھلانے والے کے ہو جاتے ہیں اور نوکر کی طرف اشارہ کر کے کہا ایک درزی کو بلاؤ مولوی صاحب کا کوٹ بنوانا ہے۔

ارشاد گرامی ہوا کہ آغا صاحب مجھے کوٹ کی کوئی ضرورت نہیں ہے البتہ محتاجوں کو کھلانے سے پہلے روزہ رکھ لینا چاہیے اگر دو چار روزے رکھنے سے واقعی وہ بیمار ہو جاتا ہے تو خیر ورنہ روزے رکھے۔ صاحب خاموش ہو گیا۔

آپ کا خرقہ پہننا:

خرقہ شریف آپ نے حضرت خواجہ احمد میروی موصوف الصدر سے پہنا۔ اور انہوں نے حضرت خواجہ سلیمان تونسوی سے انہوں نے پیر عالم فخر دینؒ سے۔ انہوں نے حضرت خواجہ نظام الدینؒ مقبول خدا سے۔ انہوں نے حضرت خواجہ شاہ کلیم اللہ ولی سے۔ انہوں نے حضرت یحییٰ مدنیؒ سے۔ انہوں نے حضرت شیخ حسنؒ سے۔ انہوں نے حضرت جمال الدین جمنؒ سے۔ انہوں نے حضرت محمود راجنؒ سے۔ انہوں

نے علم الحقؒ سے۔ انہوں نے حضرت سراج الدین سے انہوں نے حضرت کمال الدین سے۔ انہوں نے حضرت شاہ نصیر الدین چراغ سے۔ انہوں نے حضرت نظام الدین محبوب الہی سے۔ انہوں نے حضرت خواجہ شکر گنجؒ سے۔ انہوں نے حضرت قطب الدینؒ سے۔ انہوں نے حضرت خواجہ معین الدین حسنؒ سے۔ انہوں نے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے۔ انہوں نے حضرت خواجہ حاجی شریف سے۔ انہوں نے حضرت ابو یوسف سے۔ انہوں نے خواجہ ابدال احمد ابو محمد سے۔ انہوں نے شیخ ابو اسحقؒ سے۔ انہوں نے ہبیرہ البصری سے۔ انہوں نے حضرت خواجہ حذیفہ سے۔ انہوں نے حضرت شاہ ابراہیم بلخیؒ سے۔ انہوں نے حضرت خواجہ ابن عیاضؒ سے۔ انہوں نے شیخ عبد الواحد سے۔ انہوں نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے۔ انہوں نے جناب حضرت علی کرم اللہ وجہ سے۔ انہوں نے جناب رسالت مآب سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے حضورؐ پر نور نے ذات بابرکات وحدہ لاشریک سے۔

آپ کی راست گوئی کا بیان:

ایک دفعہ بندہ نے خدمت عالی میں عرض کیا کہ حضور کی بزرگی کا سبب کیا ہے؟

ارشاد ہوا سچائی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تیس سال تک علم حاصل کیا۔ انشاء اللہ کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ حتیٰ کہ میں مکتب میں پڑھتا تھا تب بھی جھوٹ نہیں بولا۔

اثنائے تنگدستی میں کسی سے سوال نہ کرنا:

ایک دفعہ ارشاد ہوا کہ جب میں تحصیل علم کر کے آیا بھی تھا کہ فقیر بمعہ دو صد مریداں کے تشریف لائے۔ اور مسجد میں مہمان ہوا۔ شرف ملاقات حاصل ہوئی

مجھے میزبانی کی فکر ہوئی مگر قدرت نے مہمان کی ایسی خاطر خدمت کرائی کہ میں حیران زہ ہوگیا۔ جاتے وقت فقیر نے میرا ارادہ دریافت کیا کہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ ملازمت کا۔ پھر فرمایا۔ اسی کی ملازمت ہے۔ اچھی ہے۔ جس نے علم عطا کیا ہے۔ اور آپ میرہ شریف لائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب خدا کا فضل ہے۔ مہمانوں کیلئے آپ نے کسی سے سوال نہیں کیا۔

آپ کا فتویٰ دینا:

میانوالی سے علاوہ دیگر سے بھی فتوے آیا کرتے تھے۔ اور جب آپ کے پاس کوئی فتویٰ آتا تو آپ کو اس میں غور و فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ کسی فتوے کو بھی آپ اپنے پاس نہیں رکھا کرتے بلکہ اسے پڑھ کر اسی وقت اس کے ذیل میں اس کا جواب تحریر فرمادیتے تھے۔ آپ امام اعظمؒ کے قول کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ کے فتوے دور دراز تک عالموں کے پیش ہوتے تھے۔ اُن کو آپ کے سرعت جواب پر نہایت تعجب ہوتا۔ جو کوئی بھی آپ کے پاس علوم دینیہ میں سے کوئی سا بھی علم حاصل کرنے آتا تو وہ آپ کے علم میں ہمیشہ آپ کا محتاج اور دوسروں پر فائق رہتا۔

مسلمان کے دل پر معرفت کا طلوع ہونا:

آپ فرمایا کرتے تھے مسلمان کے دل پر حکمت کا ستارہ ہوتا ہے۔ جس کی روشنی سے دنیا کو دیکھتا ہے اور علم ماہتاب کی طرح ہوتا ہے۔ جس سے وہ آخرت کو دیکھتا ہے اسی طرح آفتاب معرفت کی روشنی سے مولا کو دیکھتا ہے۔

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ ولی اللہ دلہن کی طرح ہوتا ہے جس طرح دلہن ڈولی سے باہر آتی ہے تو اپنے آپ کو اس طرح سمیٹ کر بیٹھتی ہے کہ کوئی مجھے نہ دیکھے۔ یہی حال ایک ولی کا ہے۔ اور محرم کے سوا انہیں کوئی نہیں پا سکتا۔ اور نہ ہی کوئی پہچان سکتا ہے۔ عام طور پر آپ دعا مانگنے کے تین درجے فرمایا کرتے تھے۔ تعریف دعائے سرور کائنات دوسرے تصریح دعائے موسیٰ علیہ السلام۔ تیسرے دعائے اشارہ ابراہیم۔

شکر کے متعلق:

آپ فرمایا کرتے تھے کہ دراصل شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا اعتراف نہایت عاجزی و انکساری کیساتھ کرے۔ اور شکر کی نعمت کو مد نظر رکھ کر منت واحسان کا مشاہدہ کرے۔ آپ شکر کی بہت سی قسمیں بیان فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً شکر احسانی، شکر بالقلب۔ شکر بالارکان۔

دنیا کے متعلق:

دنیا کے متعلق آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مردود ہے اور اس کے چاہنے والا کتا صوفی کو چاہیے کہ اس کو دل سے نکال کر ہاتھ میں لے لے۔ یہ پھر کبھی انشاء اللہ دھوکہ نہیں دے سکے گی۔

تصوف کے متعلق:

ایک دفعہ ارشاد ہوا کہ صوفی اصل وہ ہے جو اپنے مقصد کی ناکامی کو خدا کا مقصد سمجھے اور دنیا کو چھوڑ دے بلکہ یہاں تک کہ خود خادم بنے اور آخرت سے پہلے

وہ فائز المرام ہو جائے پھر دنیا خود اس کے پیر چومتی ہے۔

توکل کے متعلق:

آپ نے فرمایا توکل اصل یہ ہے کہ غیر کو چھوڑ کر معبود حقیقی سے لو لگائے اور ظاہری کو بھول جائے۔ صرف ایک اس کی اکیلی اس کی ذات پر بھروسہ کرنے کا نام توکل ہے۔ اور سب سے بڑی توکل آپ فرمایا رتے تھے کہ اپنے نیک اعمال کے معاوضہ کا ارادہ نہیں کیا جائے۔ اس سے اپنی قوت سے نکل کر سب ذوالجلال کی قوت میں آنا ہے۔

عزت اور تکبر کے متعلق:

عزت کے معنی آپ فرمایا کرتے تھے کہ اصل عزت وہ ہے جو کہ اللہ ہی کیلئے حاصل کی جاوے۔ اور اسی کی راہ میں خرچ کی جاوے۔ اس سے اندرونی صفائی یہ ہوتی ہے کہ نفس ذلیل ہوتا ہے اور قوت ارادہ الٰہی بڑھتی ہے۔ تکبر یہ ہے کہ عزت اپنے نفس کیلئے حاصل کی جاوے اور خواہشات نفسانی کیلئے خرچ کی جائے۔ اس طرح سے قہر الٰہی کا باعث ہوتا ہے۔

توبہ کے متعلق:

آپ نے فرمایا کہ توبہ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی و توجہ اپنے بندہ پر مبذول فرما کر اس کے دل پر کوئی اشارہ کرے اور اپنی رحیمی و کریمی کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لے۔ جب بندہ کا دل مولا کی طرف کھچ جاتا ہے تو روح قلب اور عقل اس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ جب وجود میں اللہ کے سوا کچھ نہیں۔ یہی توبہ کے درست

ہونے کی دلیل ہے۔

صبر کے متعلق:

آپ فرمایا کرتے کہ ہر مصیبت و بلا میں استقلال سے رہنا چاہیے اور شریعت کو نہ بھولے۔ خندہ پیشانی سے رہے تاکہ دیکھنے والے یہ خیال کریں کہ اسے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ آپ صبر کی کئی قسمیں فرمایا کرتے تھے۔ فقیر وہی ہے جو ہر حالت میں صابر وشاکر رہے اور رضامندی خدا تلاش کرے۔

خوف کے متعلق:

آپ خوف کی کئی قسمیں فرمایا کرتے تھے۔ گنہگاروں کا خوف گناہ کے سبب سے۔ عابدوں کا خوف ثواب کم ملنے کی وجہ سے۔ عاشقوں کا خوف ہر وقت رہتا ہے۔ عارفوں کا خوف عظمت وہیبت خدا کے سبب سے۔ یہی اعلیٰ خوف ہے جو کہ کبھی ضائع نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ رہتا ہے۔ تمام خوف کی قسمیں رحمت خدا کے مقابلہ میں ساکن ہو جاتی ہیں۔

حیاء کے متعلق:

آپ فرمایا کرتے کہ حیاء دراصل وہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے حق میں وہ بات نہ کہے جس کا کہ وہ اہل نہ ہو۔ حیاء کی وجہ سے گناہ نہ کرے۔ بلکہ خوف کی وجہ سے نہیں۔ ہمیشہ یہ جانے کہ خدا اس کی ہر بات دیکھتا ہے جو کہ وہ کرتا ہے۔ اس وجہ سے کرتا ہوا شرماتا ہے۔

مشاہدہ کے متعلق:

آپ نے فرمایا مشاہدہ دراصل وہ ہے جو کہ دل کی آنکھ سے دونوں جہان کو نہ دیکھے (اور جو کچھ غیب کی خبریں دی) بلکہ معبود حقیقی کی معرفت والی آنکھ سے دیکھے۔ اور جو کچھ غیب کی خبریں دی جاتی ہیں صدق دل وجان سے مان لے۔

رضاو تسلیم:

آپ فرمایا کرتے تھے کہ محبت خدا میں بڑھنا اور علم خدا کو کافی جان کر خدا کے ہر امر پر راضی رہنا اس کا نام رضا ہے۔

محبت کے متعلق:

ایک دفعہ غلام نے عرض کی کہ یا حضرت یہ محبت کیا چیز ہے۔ کوئی بھینس چراتا مر گیا۔ کوئی گھڑے پر تیرتے مر گئی اور کوئی لیلیٰ لیلیٰ کہتے دم دے گیا۔

ارشاد ہوا کہ دراصل محبت دل کی تشویش کا نام ہے۔ جو کہ محبوب کے فراق سے حاصل ہوتی ہے۔ عاشقان الٰہی کو دنیا انگوٹھی کی طرح یا مجلس ماتم کی طرح نظر آتی ہے اور یہ ایسی مشروب ہے کہ اس کا نشہ اس وقت تک نہیں اترتا جب تک کہ وہ فنا نہیں ہو جاتا ہے۔

عاشقان الٰہی بغیر دیدار محبوب صحت نہیں پاتے اور غیروں سے انہیں بے حد وحشت ہوتی ہے۔ بغیر خدا کے انہیں کسی سے محبت نہیں ہوتی۔

وجد کے متعلق:

ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت وجد کیا چیز ہے اور یہ لوگ کیسے

جھومتے ہیں یا کوئی ان کے اندر جن بھوت آجاتا ہے یا یہ فرط مسرت سے جھومتے ہیں۔

ارشاد ہوا دراصل روح ذکر الٰہی میں اور نفس لذت طرب میں لگ جاتا ہے اور سر ہر چیز سے فارغ ہو کر حق تعالیٰ کی طرف لگ جاتا ہے پھر مولا اپنے بندے کو محبت کی شراب پلاتا ہے۔جب بندہ یہ شراب پی لیتا ہے تو اس کا جسم ہلکا و سبک ہو جاتا ہے۔جب جسم ہلکا ہوا تو اس نے اڑنا شروع کیا۔یہاں تک کہ ہیبت کے دریا میں جا گرتا ہے۔اس لئے وجد کرنیوالا گر جاتا ہے اور اس پر غشی آجاتی ہے۔

آپ احکام شریعت کے پابند تھے۔آپ کے چہرے مبارک پر ہمیشہ نور برستا تھا۔ہر مقام پر فروتنی قلب وروح اور ظاہر و باطن ایک تھا۔ایک صفات نفس و نفع و ضرر اور قرب وبعد سے نکل کر مقام غیب میں تھے۔قول و فعل کا نفس، وقت کا متحد رہنا، اخلاص تسلیم (رضا) اختیار کرنا کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ سے ہر وقت اور ہر لحظہ و ہر حال میں موافق رہتے اور تقرب الٰہی میں زیادہ ہونا آپ کا طریقہ تھا۔ آپ بہت سے ہم عصروں سے سبقت لیکر ایسے مقام میں پہنچے جہاں تنزل ممکن نہیں۔ خدائے تعالیٰ نے آپ کی تحقیق و تدقیق کی وجہ سے آپ کو بڑے مقام پر پہنچایا ہے۔ آپ کا وصفاً، مکملاً و حالاً توحید تھے۔آپ کی تحقیق ظاہراً و باطناً! شریعت تھی۔فراغت قلبی ہستی فانی و مشاہدہ الٰہی آپ کا وصف تھا۔آپ ایسے مقام پر تھے۔جہاں تک شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی اور نہ آپ کے مقام سر میں غیر کو تکرار کرنے کا موقع مل سکتا تھا نہ ہی قلب میں کسی قسم کی پریشانی تھی۔

حررہ: میاں محمد ناظر (ملتان)

فصل خامس

حضرتِ ثالث صاحبزادہ مولانا محمد عبد المالک

آپ حضرت خواجہ محمد اکبر علیؒ کے پوتے اور حضرت ثانی الحاج الحافظ غلام جیلانیؒ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ والدِ گرامی نے انہیں اپنی زندگی ہی میں اپنا نائب مقرر فرما دیا تھا۔ اُن کی پیدائش نومبر 1951ء میں ہوئی۔ میٹرک تک ابتدائی تعلیم میانوالی میں حاصل کی۔ قرآن مجید و ابتدائی کتبِ فارسی ادب اپنے والدِ گرامی سے پڑھیں۔ 1965ء میں شمس العلوم جامعہ رضویہ واں بھچراں استاذ العلماء علامہ ابو الفتح محمد اللہ بخشؒ کے سامنے زانوائے تلمّذ تر کیا۔ 1974ء میں جو علامہ ابو الفتحؒ کی وفات کا سال بھی ہے، آخری شاگرد ہونے کا اعزاز بھی صاحبزادہ صاحب کو حاصل ہوا۔

شہادۃُ فراغِ التفسیر استاذ العرب والعجم علامہ عطا محمد بندیالویؒ سے حاصل کی۔ شعبان المعظم 1359ھ بمطابق 1975ء استاذ العلماء شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی جامعہ رضویہ فیصل آباد سے سندِ حدیث حاصل کی، اس طرح اکیس برس کی عمر میں علومِ نقلیہ و عقلیہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔

آپ نے تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد 1975ء ہی سے عملی میدان میں قدم رکھا، دینی و رفاہی خدمات کے ساتھ ساتھ سفر زیارات کا سلسلہ بھی جاری فرمایا۔ 1977ء میں پہلی مرتبہ فریضہ حج ادا فرمایا جبکہ 1991 میں دوسری مرتبہ حج اکبری کی سعادت نصیب ہوئی۔ 1998، 1996 اور 2014 میں تین دفعہ زیارات و عمرہ سے بہرہ ور ہوئے اور دورانِ ماہ رمضان مسجد نبوی میں اعتکاف کی فضیلت حاصل کی۔

1990، 1985ء میں دوبار ہندوستان سفر زیارات کیلئے تشریف لے گئے۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت خواجہ امیر خسروؒ، خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ، حضرت مظہر جان جاناںؒ، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اور خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے مزارات پر حاضری دی۔

1994ء ایران، عراق کا سفر اختیار فرمایا۔ اس سفر میں قم، مشہد، کرمان کی زیارات کے علاوہ کاظمین شریف، کربلائے معلی، نجفِ اشرف، کوفہ اور بغداد مقدس حضرت غوثِ صمدانی، قطب ربانی شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے عرس گیارہویں میں شریک ہوئے۔ بغداد جو مدینۃ الاولیاء ہے اس کا چپہ چپہ اسلامی یادوں سے وابستہ ہے، حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ، حضرت امام ابو یوسفؒ کے علاوہ حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت بہلول دانا، حضرت امام غزالی، حضرت سری سقطی، حضرت شہاب الدین سہروردی کے مزارات پر حاضری کے علاوہ تاریخی مقامات بابل، مدائن جسے اب سلمان پارک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کی زیارات سے مشرف ہوئے۔ احاطہ سلمان پاک میں تین اصحاب کے مزارات حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت جابر انصاریؓ اور حضرت حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہم کے مزارات پر حاضری دی جو آج بھی مرجع

خلائق ہیں، اس سفر زیارات میں خادم خاص حاجی غلام یٰسین بھی آپکے ہمراہ تھے۔

صاحبزادہ محمد عبدالمالک نظامی نے اپنے والدِ گرامی کے زیرِ سایہ منازل سلوک طے فرمائیں اور 1975ء میں انجمن اکبریہ رجسٹرڈ میانوالی کی بنیاد رکھی۔ اس انجمن کے مقاصد میں مذہبی اور رفاہی اداروں کا قیام بھی شامل تھا۔ صاحبزادہ صاحب نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جامعہ اکبریہ میانوالی کی بنیاد رکھی، سنگِ بنیاد کی تقریب شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ نے اپنے دست مبارک سے سرانجام دینی تھیں لیکن دردِ گردہ کی وجہ سے وہ حاضر نہ ہوسکے تاہم تین اینٹیں دم فرما کر ارسال فرمائیں اور اس طرح ضلع بھر کے علماء ومشائخ کی موجودگی میں تعمیر کا آغاز ہوا اور ساتھ ہی درس وتدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا۔ جامع مسجد اکبریہ کی تعمیر نو حضرت ثانی 1973ء میں ہی شروع فرما چکے تھے، صاحبزادہ صاحب نے اسے مغلیہ طرزِ تعمیر کا ایک شاہکار بنا دیا۔ ضلع میانوالی کے قابلِ دید مقامات میں سے ایک مقدس مقام سمجھی جاتی ہے۔ جمعہ کا سب سے بڑا اجتماع اکبرالمساجد میں ہوتا ہے اور صاحبزادہ صاحب خود خطابت وامامت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ جامعہ اکبریہ میانوالی کی موجودہ عمارت بائیس کمروں، دو برآمدوں اور ایک ہال اور کتب خانہ پر مشتمل ہے، اساتذہ وعملہ کی رہائش کیلئے چار کوارٹر بھی تعمیر ہو چکے ہیں اور تعمیرات کا یہ سلسلہ ابھی تک جاری وساری ہے۔

2001ء میں جامعہ اکبریہ ٹیکنیکل سنٹر کا بھی آغاز ہو چکا ہے۔ جامعہ اکبریہ کا مستقل تعارف شاملِ کتاب کیا جا رہا ہے تاکہ آنے والی نسلیں اپنے بزرگوں کے علمی ورثہ کی امین بن سکیں۔

حضرت خواجہ محمد اکبر علیؒ نے 1928ء میں ایک عید گاہ تعمیر کرائی تھی جو بلو خیل روڈ کے آخر میں قبرستان کے ساتھ متصل تھی۔ لوگ عید کی نماز ایک ہی جگہ ادا کرتے تھے اور اس سے جنازہ گاہ کا بھی فائدہ اُٹھایا جاتا تھا۔ اب وہی عید گاہ آبادی کے وسط میں گھِر چکی ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے اسکی تعمیر و آبادی کی طرف خصوصی توجہ فرمائی، صحن پختہ ہو چکا ہے، وضو و طہارت خانے از سرِ نو تعمیر ہو چکے ہیں۔ نمازِ پنجگانہ کا سلسلہ قائم ہے، عید گاہ کے اخراجات کا مسئلہ پریشان کن تھا، مخیرّ حضرات کے تعاون سے نو عدد دکانات اور امام صاحب کیلئے ایک کوارٹر سال 2001ء میں تعمیر ہوئے ہیں اور عید گاہ صاحبزادہ صاحب کی تولّیت میں مرکزِ علمی کا کردار ادا کر رہی ہے۔

میانوالی کا کوئی بھی مذہبی، سماجی مسئلہ ہو صاحبزادہ محمد عبد المالک کا کردار اس میں نمایاں نظر آتا ہے۔ تحریک ختم نبوت، تحریک نظامِ مصطفی میں صاحبزادہ صاحب نہ صرف قائد بنے بلکہ گرفتار ہو کر جھنگ جیل میں اسیری کے دن بھی گزارے۔ حکومتی مختلف عہدوں پر خدمتِ خلق کے جذبہ سے فائز ہوئے لیکن چیئرمین ضلعی بیت المال، چیئرمین زکوٰۃ عشر کا عہدہ آپ کو راست نہ آیا اور اکتوبر 2001ء میں افغان پالیسی پر حکومت سے اختلاف کرتے ہوئے مستعفی ہو گئے۔

اتحاد بین المسلمین میں آپکا کردار ہمیشہ نمایاں رہا ہے۔ ضلعی، ڈویژنل، صوبائی امن کمیٹی کے ممبر ہونے کے علاوہ ڈسٹرکٹ امن کور کمیٹی میں بھی بطور ممبر خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔

خلافت و جانشینی:

وصال سے ایک سال قبل حضرت خواجہ غلام جیلانیؒ نے استاذ العلماء حضرت

صاحبزادہ صاحب کو اپنا خلیفہ و جانشین نامزد فرمایا۔ وصیت نامہ کی عبارت مولانا مفتی نذیر احمد الباروی نے پڑھ کر سنائی۔ وصیت نامہ کی عبارت درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام لواحقین دوستوں اور میرے حضرت سے نسبت رکھنے والوں سے گزارش ہے کہ میری عمر اسی سال کے قریب ہے اندریں عرصہ تقریباً ساٹھ سال میں عید گاہ کا خطیب و متولی بتقرر انجمن اسلامیہ بموجودگی حضرت مولانا مرحوم خدمت انجام دیتا رہا ہوں اور جامع مسجد اکبریہ کا منجانب انجمن 75-7-15 غلامانِ مصطفیٰ و انجمن جامعہ اکبریہ واہل محلہ خطیب و متولی عرصہ تقریباً پچاس سال مقرر ہوں چالیس سال متواتر قرآن کریم تراویح میں پڑھتا سناتا رہا ہوں۔ دو دفعہ بفضل خدا تعالیٰ زیارات حرمین الشریفین سے مشرف ہو کر سعادت حج نصیب ہوئی اور حضرت مولانا مرحوم نے خرقہ خلافت و بوریا نشینی کا منصب عطا فرمایا حضرات خواجگان میرویؒ و پیر غلام جعفر شاہ سجادہ نشین بھکر نے بروز چہلم بمجمع کثیر بر سر عام ہر دو امورات کی وضاحت فرما کر تمام تر حاضرین سے لبیک کہلوا کر نعرہ تکبیر و نعرہ رسالت سے سرفراز فرما کر اقرار کروایا اب میں تمام امورات بالا محررہ کا صاحبزادہ مولوی محمد عبد المالک کو اپنا قائم مقام کر کے جو امانت میرے پاس تھی صاحبزادہ مولوی محمد عبد المالک مذکور کے سپرد کرتا ہوں کیونکہ اہل علم ہی انہی کاموں کو سر انجام دے سکتا ہے۔ بفضل خدا تعالیٰ عالم دین مدرس مقرر درس نظامی ہیں حضور سرور کائنات و خواجگان چشت بہشت رضوان اللہ علیہم اجمعین اسے عالم باعمل تمام امور برضائے الٰہی سر انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ پیر بھائیوں کی خدمت طلباء فقراء۔ درویشوں کی نگہداشت ذکر فکر تلقین کرنے کی توفیق عطا

فرمادی (آمین)

غلام جیلانی خطیب جامعہ اکبری بلوخیل روڈ میانوالی، بقلم خود سجادہ نشین درگاہ اکبریہ

27 جمادی الاول 1403 بمطابق 13 مارچ 1983ء

(نوٹ: نیز خانقاہ شریف وملحقاتہا بدستور مذکور کی تولیت میں دینے کا اقرار کرتا ہوں۔)

علماء ومشائخ کے دستخط ہیں اس کے بعد مفتی نذیر احمد الباروی کے حسب ذیل الفاظ ہیں۔

بمقام جامعہ اکبریہ ستائیسواں عرس مبارک حضرت مولانا مولوی محمد اکبر صاحب عرس مبارک میں لاتعداد معتقدین علماء کرام ومشائخ عظام میں جناب صاحبزادہ مولوی غلام جیلانی صاحب نے اپنی عمر رسیدگی کی وجہ سے اپنے قائم مقام برائے تولیت مسجد عیدگاہ ومسجد اکبریہ وسجادہ نشینی مولوی محمد عبد المالک کو مقرر کرنے کا اعلان کیا اور مجھے احباب کے سامنے اسکے پڑھنے اور سنانے کا حکم دیا کہ بالوضاحت سناؤں اور سب سے اس کی تائید کراؤں چنانچہ میں نے حرف بحرف سنایا اور سمجھا کر پڑھا اور تمام علماء کرام ومشائخ عظام نے ومعتقدین نے تائید کی نعرہ تکبیر ونعرہ رسالت سے آواز گونجی اور محمد بشیر نے تین دفعہ باواز بلند صاحب زادہ عبد المالک زندہ باد کا نعرہ لگایا دعائے خیر واختتام پر صلوٰۃ سلام بحضور سرور کائنات پیش کر کے چادر چڑہائی کی رسم خانقاہ معلیٰ پر کر کے مجلس برخاست ہوئی۔

فقیر نذیر احمد الباروی

صدر مدرس جامعہ اکبریہ میانوالی

20-3-83

استاذ العلماء مولانا محمد عبد المالک چشتی نظامی نے سپرد کردہ ذمہ داریوں کو بڑے احسن طریقہ سے نبھایا ہے اور تاحال آپ شب و روز خلق خدا کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔

تصنیفی خدمات:

عصر حاضر کیا ہر دور میں تصنیف و تالیف کا مشغلہ دشوار طلب رہا ہے۔ تصنیف و تالیف جیسی خارزار وادی میں قدم رکھنا اور ہر موڑ پر دامن بچاتے ہوئے مصنفین اور مفتیان عظام کی اس کاوش کو قارئین کے ہاتھوں تک پہنچا دینا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں، کوئی معیاری کام کرنا مشکل ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ مشکل طباعت کی تمام تر خوبیوں کے ساتھ اس کاوش کو منظر عام پر لانا ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ قبلہ استاذیم صاحب تصنیف، تالیف سے صرف دلچسپی ہی نہیں رکھتے بلکہ طباعات کی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اسے شائع کرنے کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں۔ شاید انہی وجوہ کے پیش نظر جامعہ اکبریہ میں باقاعدہ ایک ادارہ دار الاشاعت کا قیام عمل میں لایا جا چکا ہے۔ جس کا مقصد عصر حاضر کے سلگتے ہوئے مسائل کا شرعی حل پیش کرنا ہے۔

آپ نے درج ذیل کتب و رسائل تالیف فرمائے۔

1۔ فتاویٰ اکبریہ

2۔ جمال فقر

3۔ وظائف اکبریہ

فتاویٰ اکبریہ:

اکبر الفتاویٰ معروف بہ فتاویٰ اکبریہ کے نام سے دو جلدوں میں مدلل فتاویٰ کا ایک مبسوط ذخیرہ مفتیان کرام کے لئے مرتب فرمایا۔ اس کی ثقاہت کا اندازہ شیخ الحدیث محمد اشرف سیالوی ؒ، علامہ فیض احمد اویسی ؒ اور علامہ عبد الحکیم شرف قادری کی آراء سے لگایا جاسکتا ہے۔

علامہ عبد الحکیم شرف قادری ؒ کا تبصرہ:

اس عالم ہستی کے وجود سے لے کر اب تک نہ جانے کتنے افراد آئے محدود وقت گزرا کا عالم بقا کو چلے گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی یادیں لوگوں کے دلوں سے محو ہو گئیں۔ لیکن اس عالم وجود کو کچھ ایسے پاکیزہ نفوس نے زینت بخشی جنہوں نے اپنے بلند پایہ افکار و خیالات کی بنا پر علوم و فنون کی دنیا میں چار چاند لگا دیئے اور مسلمانوں کی زمام قیادت اپنے ہاتھوں میں لے کر مذہب و ملت کی وہ عظیم خدمات انجام دیں جسے عالم اسلام کبھی فراموش نہ کر سکے گا۔ ملت اسلامیہ میں بے شمار ہر دور میں علماء گزرے ہیں جنہوں نے خداداد صلاحیت اور استعداد سے مذہب حق اہل سنت و جماعت کی تبلیغ اور اس کی ترویج و اشاعت پر اپنے جگر کا خون بھی نچھاور کر دیا۔ ملک پاکستان کی تاریخ میں چند علماء نے احیا علوم اسلامیہ کے محاذ پر پورے اخلاص و تندہی اور صبر و استقلال کے ساتھ کام کیا اور تاریخ ساز کارنامے انجام دیئے۔ انہی اکابر علماء اہل سنت میں سے فاضل اجل عالم باعمل محمد عبد المالک دامت بر کا تہم العالیہ کی ذات بھی ہے۔ آپ ایک عالم عظیم القدر فقیہ اور صاحب فکر و نظر محقق بھی ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ فتاویٰ اکبریہ تمام مراحل سے گزر کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مجموعہ بہت ساری خوبیوں کا حامل ہے جو ایک مشک کی طرح ہے جس کی خوشبوں مشام جان معطر کر دیتی ہے۔ اس کے تعارف کے لئے کسی عطاری شہادت کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ فتاویٰ اکبریہ کے چند فتاویٰ جات کو دیکھنے کی توفیق ہوئی یہ فتاویٰ مدلل اور آسان ترین طریقے سے لکھ کر آنے والے مفتی صاحبان کے لیے آسانی پیدا کر دی۔ یہ آپ کا احسان عظیم ہے۔ جس کی صاحبان علم کو ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے۔ میانوالی کی سرزمین سے ہم کو اس وجہ سے بھی پیار ہے کہ اس میں مجاھد ملت محمد عبد الستار خان نیازیؒ کا مدفن ہے۔ اور اس میں جامعہ اکبریہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

حضرت مولانا علامہ صاحبزادہ محمد عبد المالک دامت برکاتہم العالیہ اس وقت کے اکابر اور معتبر علماء میں سے ہیں۔ علاقہ بھر کے لوگ دینی مسائل میں فتویٰ حاصل کرنے کے لئے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور الحمد للہ! ان کے فتوے کو عوام وخواص اعتماد کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس وقت ایک جلد میرے سامنے ہے جس میں عقائد کے باب سے لیکر جماعت کے باب تک کے مسائل میں نے دیکھے ہیں۔ ان کا ہر فتویٰ مضبوط دلیل سے مزین ہے۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری، لاہور

27-05-2006

(محمد عبد المالک چشتی، فتاویٰ اکبریہ، ج1، ص33-34)

شیخ الحدیث محمد اشرف سیالویؒ کا تبصرہ:

علم دین بڑی فضیلت اور بزرگی کا حامل ہے اور عقائد اور اعمال واجبہ اور

افعال محرمہ کا معلوم ہونا از حد ضروری ہے اور اہم ترین فریضہ ہے لیکن ہر آدمی براہ راست قرآن و سنت سے ان کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ان کے کماحقہ استنباط واستخراج پر قدرت رکھتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ان کو عام فہم انداز میں یہ عقائد اور احکام بتائے جائیں تاکہ وہ حق وباطل عقائد میں تمیز کر سکیں اور حلال وحرام اور جائز وناجائز امور کی معرفت حاصل کر سکیں۔ اکابرین ملت نے اس ضرورت کے پیش نظر اپنی اپنی زبانوں میں مختلف اوقات اور ادوار میں عقائد اور احکام کتابی صورت میں بیان فرمائے اور فتاوے جمع کئے اور عام مسلمانوں کی رہنمائی کا سامان کیا۔ حضرت علامہ صاحبزادہ عبد المالک صاحب نے بھی اسی مبارک جذبہ کے تحت فتاویٰ اکبریہ کی تالیف اور اشاعت فرما کر بڑا مستحسن قدم اٹھایا ہے اور آستانہ عالیہ کے متعلقین کے لئے بالخصوص اور تمام اہل سنت کے لئے بالعموم عقائد حقہ اور اعمال حسنہ میں ہدایت اور رہبری ورہنمائی کا حق ادا کیا ہے اور بالخصوص اپنے اسلاف اور دیگر علمائے اعلام کے قدیم نادر فتوے جمع فرما کر ان قیمتی جواہر کے تحفظ کا بھی سامان کیا اور نیز عقائد کے بارے میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح کر دی کہ صرف بریلی شریف سے علم غیب اور حاضر وناظر اور مختار کل اور ندائے یارسول اللہ وغیرہ کے عقائد جاری نہیں ہوئے بلکہ ان خانوادوں اور روحانی مراکز میں بھی عرصہ دراز سے انہی عقائد کی تبلیغ کی جاتی رہی ہے اسی کی تعلیم دی جاتی تھی اور اہل سنت وجماعت کے ہمیشہ سے یہی عقائد و نظریات رہے ہیں اب بھی ہیں۔ والحمد للہ فتاویٰ اکبریہ میں مندرج فتاوی کتاب وسنت کے ضروری دلائل کے ساتھ مدلل انداز میں مناسب تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اختلافی مسائل جن میں علمائے اہل سنت کا علمائے دیوبند کے ساتھ اختلاف ہے

ان میں بھی خوب تحقیق کے ساتھ مسلک حقہ کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ فقیر نے ان فتاویٰ جات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے اور مفتی حضرات کے طریق استدلال انداز تحریر اور ان کی وسعت مطالعہ سے انتہائی متاثر ہوا ہے ان حضرات کی فقہی جزئیات پر گہری نظر سے خوب محظوظ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان عظیم فتاویٰ جات سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی اور اس عظیم علمی شاہکار کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان علمائے اعلام اور فقہائے اسلام کو دین متین کی اس گرانقدر خدمت پر جزائے جزیل اور اجر عظیم عطا فرمائے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی اس سعی جمیلہ اور جہد مشکور کو اپنی بارگاہ ناز میں اور محبوب رب کریم رحمۃ اللعالمین ﷺ کی بارگاہ محبوبیت میں شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین

احقر الانام ابو الحسنات محمد اشرف سیالوی

(محمد عبد المالک چشتی، فتاویٰ اکبریہ، ج 1، ابتدائیہ بعنوان حدیث دل)

علامہ فیض احمد اویسی کا تبصرہ:

فقیر طویل عرصہ سے صاحب فراش ہے۔ اندریں دوران کوئی کام دلچسپی سے سرانجام نہیں ہو رہا۔ حضرت علامہ مولانا محمد عبد المالک صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا مکتوب گرامی پہنچا۔ فقیر کے لیے حکم تھا کہ فتاویٰ اکبریہ کے لیے کچھ لکھوں۔ تعمیل ارشاد کی عدم تکمیل سوء ادب سمجھا۔ اس وقت عوارض امراض کی میں ہوں اور پھر سالانہ دورہ تفسیر قرآن کی تدریس کا کام زوروں پر ہے۔ علامہ موصوف مدظلہ کے ارشاد کے پیش نظر فتاویٰ اکبریہ کے کتاب العقائد اور باب الامامت کا مطالعہ کیا اور ابواب کے بعض مقامات باصرہ نواز ہوئے تو خوب سے خوب تر محسوس ہوئے۔

بالخصوص مقدمہ فتاویٰ اکبریہ جو مولانا موصوف کا اپنا لکھا ہوا ہے خوب ہے۔ فتاویٰ کے مندرجات اور ترتیب بھی موزوں ہے۔ فتاویٰ اکبریہ علماء کے مطالعہ کی چیز ہے۔ ویسے ہی مفتیوں کے لئے بھی مشعل راہ ہے اور عوام کے استفادہ و استفاضہ کا بہترین سرمایہ ہے۔

(محمد عبد المالک چشتی، فتاویٰ اکبریہ، ج 1، ص 31)

شیخ الحدیث مفتی محمد مشتاق گولڑوی (مفتی دربار غوثیہ گولڑہ شریف) کی تقریظ جمیل

اس فقیر پر تقصیر نے فاضل نوجوان حضرت علامہ مفتی محمد عبد المالک کے فتاویٰ اکبریہ جلد دوم کے کچھ ابواب نکاح و طلاق خصوصاً طلاق ثلاثہ کے مختلف جوابات پڑھے جہاں سے پڑھا خوب سے خوب تر پایا دلائل کے انبار، مہذب زبان، براہین کا سیلاب، تین طلاقوں کا ایک کہنے کا عمدہ رد۔ متعہ کی بحث مسئلہ بسوالاختیار، دور جدید کے بالکل عین مطابق براہین قاطعہ نقل کر کے مخالفین کی سرزنش، مختلف ابواب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فاضل مؤلف کی ان مسائل پر کافی وشافی گرفت ہے۔ جو لوگ تین طلاق کو ایک شمار کرتے ہیں۔ فتاویٰ اکبریہ جلد دوم کو پڑھنے کے بعد اب ان کی حقیقت کو مان لینے سے بخل سے کام نہیں لینا چاہیے۔ کیونکہ مصنف موصوف کا ہر فتاویٰ مدلل و انتہائی قوی دلیل سے مزین ہے۔ خصوصاً طلاق ثلاثہ کی تحقیق میں کمال ہی کر دی ہے۔ پڑھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ اللھم زد فزد کے دعائیہ کلمات زبان سے بخود سرزد ہوئے۔

میری دانست میں جہاں عوام کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ہے اتنی علماء کے لئے بھی مفید ہے۔ اس لیے کہ ماخذ و مراجع اس حسن ترتیب سے ہیں کہ ہر عالم کو اس

کی ضرورت ہے۔

(محمد عبد المالک چشتی، فتاویٰ اکبریہ، ج2، ص75)

شیخ الحدیث والتفسیر علامہ محمد شریف رضویؒ (بھکر) کی فاضلانہ رائے:

ایک مرد درویش ویراں بستی کو آباد کر گیا

فاضل جلیل عالم نبیل حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبد المالک دامت برکاتہم العالیہ کا تعلق ایک دینی علمی اور صاحب ولایت خانوادہ سے ہے۔ آپ کے داداجان قطب الاقطاب خواجہ محمد اکبر علیؒ ایک مشہور عالم باعمل ہونے کے ساتھ صاحب ولایت درویش انسان تھے۔ میانوالی کی سرزمین علم کی پیاس سے خشک ہو چکی تھی۔ آپ کے فیض علمی وروحانی سے سرسبز ہوئی۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ ایک مرد درویش ویران بستی کو آباد کر گیا۔ مزید نکھار آپ کے والد گرامی حضرت علامہ غلام جیلانیؒ کی کوششوں و محنت سے ہوا جو کہ زبردست عالم دین، ولی کامل بزرگ تھے۔ شعبہ افتا آپ کے داداجان نے قائم فرمایا۔ اس شعبہ سے فقط اہل میانوالی ہی نے فائدہ نہیں بلکہ پورے ملک سے فتاویٰ جات آتے آپ لکھتے بلکہ بہت عمدہ لکھتے بعض فتاویٰ جات جو علماء کی طرف سے دوسرے شہروں سے آتے کی تصدیق فرماتے۔ آپ کے فتاویٰ جات سے صرف عوام نے نہیں بلکہ علماء نے بھی فائدہ اٹھایا۔ اس شعبہ کو آپ کے والد گرامی نے زندہ اور پھر صاحبزادہ صاحب نے ایک نئی روح ڈالی باقاعدہ ریکارڈ رکھا۔ 1980ء سے لیکر آج تک جتنے فتاویٰ جات تھے ان کو ترتیب دیکر علماء اہل سنت اور آنے والے مفتیان عظام کے لئے فتویٰ دینا آسان ترین کر دیا۔ میں نے کتاب النکاح و کتاب الطلاق کے چند مسائل وابواب کو بغور دیکھا۔ صاحبزادہ صاحب کی اور ان کے

خصوصی معاون حافظ محمد علی اعظمی کی محنت قابل تعریف ہے۔ اس فتاویٰ کو میں صرف عوام اہل سنت ہی نہیں بلکہ علماء ومذہبی لوگوں کے لئے بے حد مفید پاتا ہوں۔

علامہ صاحبزادہ صاحب اہل میانوالی کیلئے مذہبی وسیاسی جو خدمات سرانجام دے رہے ہیں وہ قابل صد تحسین ہیں، لکھنے کیلئے جی تو چاہتا ہے لیکن اپنے مدرسہ کی مصروفیات کے علاوہ افتاء وپروگراموں میں حاضری، صحت بھی وہ نہیں رہی نظر بھی کمزور ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کے طفیل صحت کاملہ عطا فرمائے اور خصوصاً اس فتاویٰ کو ہر خاص وعام کے لئے مفید تر بنائے۔

ان کی خدمات کو صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔ خصوصاً نیو کیمپس مدینہ ٹاؤن میانوالی میں شعبہ للبنات اکبریہ گرلز کالج کی تعمیر واجراء کا کام اور جامعہ اکبریہ میں ایک درجن سے زائد کام کرنے والے شعبہ جات جو کہ آپ کی سرپرستی میں انتہائی کامیابی کے ساتھ ترقی کا سفر کر رہے ہیں وہ قابل صد تعریف ہیں۔

فقیر کو سینکڑوں مرتبہ جامعہ اکبریہ جانا نصیب ہوا، عرس شریف کی محافل میں شریک ہوا تو وہاں جاکر روحانی سکون ملتا ہے۔ جامعہ اکبریہ کی بہاریں ساتھ لیئے ہوئے مردِ قلندر کی برکات ہیں، ہر طرف قرآن کی آواز کہیں حدیث وقرآن کی تفسیر پڑھتے طلبا کا جم غفیر علماء وطلباء اپنے اپنے کام میں مگن۔

فتاویٰ اکبریہ کی چند خصوصیات:

(1) سوال وجواب میں اختصار، (2) آسان ترین الفاظ کا استعمال کر کے کم پڑھے لکھے لوگوں سے رعایت، (3) بہت زیادہ عربی عبارات نقل کرنے سے گریز، (4) آسان ترین ترتیب، (5) جدید فقہی مسائل پر بحث، (6) خوبصورت جلد بندی، (7) سابقہ

بزرگوں کے فتاویٰ جات کو نقل کر کے برکت کا حصول یقینی بنایا گیا ہے، (8) طلاق ثلاثہ کے باب میں کلمہ واحد کے ساتھ تین طلاق کے مفصل اور جامع جواب دیگر غیر مقلدین کارد بلیغ جماعت اہل سنت کے مسلک کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔

فقیر محمد شریف رضوی، مہتمم جامعہ سراجیہ رضویہ بھکر

(محمد عبد المالک چشتی، فتاویٰ اکبریہ، ج2، ص76-78)

شیخ الحدیث مفتی محمد کریم بخش (بھکر) کا تبصرہ:

فتاویٰ اکبریہ جلد دوم کے چند مسائل جو کہ نکاح، طلاق اور بسوٗ الاختیار کے باب کے تھے مجھے بسوٗ الاختیار کے باب میں جو مسائل شامل کئے گئے ہیں اختلاف ہے۔ حق وہی ہے جو امام اہل سنت نے فتاویٰ رضویہ میں لکھ دیا ہے۔ نکاح، طلاق اور ان کے متعلق ابواب پر مشتمل ذخیرے کا بغور مطالعہ کیا، حقیقت یہ ہے کہ مجھے کہنا پڑ رہا ہے کہ سرزمین میانوالی اہل علم و دانش سے کبھی خالی نہ رہی، میری مراد استاذ العلماء علامہ احمد الدین گانگوی، علامہ مفتی فخر الدین گانگوی، خواجہ محمد اکبر علی، مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی ہیں، آپ ان کے حقیقی علمی وارث ہیں۔

فتاویٰ اکبریہ میں ایک نیا انداز اپنایا گیا ہے جو اہل علم کے شایان شان ہوتا ہے۔ علامہ عبد المالک (طال اللہ عمرہ) اہل علم میں جانی و پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ کا شمار ملک کے ممتاز علماء میں ہوتا ہے کیونکہ آپ علمی، مذہبی اور عرفانی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کا مدرسہ ملک کے اچھے مدارس میں سے ہے۔ فتاویٰ کے مسائل پڑھ کر خوشی ہوئی کہ انہوں نے نئے علماء و علم فقہ سے دلچسپی رکھنے والے طلباء کی علمی پیاس کو کافی حد تک بجھادیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کے علم، عمل اور زندگی میں بے پناہ برکتیں فرمائے۔

فقیر کریم بخش بہل ضلع بھکر
14 محرم الحرام 1430ھ
(محمد عبدالمالک چشتی، فتاویٰ اکبریہ، ج2، ص79)

مولانا مفتی فضل رسول سیالوی کا مفصل تبصرہ:

صاحبزادہ عبدالمالک نے فتاویٰ اکبریہ برائے تصحیح بھیجا اس کے کسی صفحہ پر ایک مختصر سا جملہ تحریر کر دیا کہ تقریظ اور تصحیح کر دیں اور بس۔ دوستوں کی سوچیں اور رویئے بے تکلفانہ ہوتے ہیں اگر کوئی اجنبی ہوتا تو خدا جانے کتنے تکلفات کرتا اس وقت بندہ کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ یہ علم و فکر سے تہی دامن اس ذمہ داری سے کیسے عہدہ براء ہو گا۔ لیکن الامر فوق الادب ڈرتے کانپتے قلم اٹھایا۔ میں اپنے رب سے التجا کرتا ہوں کہ میرے دل و دماغ میں وہی کچھ القا ہو جس کا نوک قلم پر آ کر صفحہ قرطاس پر ثبت ہونا اس کی بارگاہ عالی میں قبولیت پا سکے۔ آمین۔ آمدم بر سر مطلب فقیر حقیر نے جب اپنے ماضی میں جھانکا زمانہ طالب علمی کی بھولی ہوئی یادیں تازہ ہو گئیں جو نذر قارئین ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

غالباً 65ء کا دورانیہ تھا کہ شمس العلوم جامعہ مظفریہ رضویہ واں بھچراں میں جہاں بڑے بڑے لائق و ذہین طلباء کسب فیض کرتے تھے اس فقیر کا شمار بھی اس چشمہ فیض سے سیراب ہونے والے ادنیٰ طلباء میں ہوتا تھا۔ کیا عجب زمانہ تھا کہ روز و شب تعلیم و تعلم کے پر کیف سلسلوں اور حصول علم کی لذت آشنائیوں سے بھرپور تھے استاذ

ایسا کامل کہ بحر العلم و الحکمۃ اور مخزن جود وسخا اور طلباء میں ایک سے ایک بڑھ کر جستجوئے علم میں مستعد پھر اسی دورانیئے میں ایک لڑکا اس مدرسہ میں داخل ہوا عمر چھوٹی لیکن وقار متانت بزرگوں جیسا جستجو ہوئی کہ یہ عجیب اداؤں کا مالک کہاں سے آیا ہے کسی دوست نے بتایا کہ یہ لڑکا حضرت مولانا اکبر علیؒ کے خاندان کا چشم وچراغ ہے اور وارث ونائب غوث زمان زیب سجادہ آستانہ عالیہ اکبریہ حضرت مولانا خواجہ غلام جیلانی صاحب کا نور نظر ہے۔ اس کا نام عبد المالک ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد دل نے تسلیم کیا کہ واقعی اسے ایسا ہی ہونا چاہیے تھا عمر تو چھوٹی سی تھی لیکن اس بچے میں اعتماد اور وقار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ حسن اخلاق سے عبادت سے خصائل حمیدہ سے متصف شکل وصورت من بھاونڑیں اپنے اساتذہ کرام کا مؤدب طلب علم میں مستعد اور محنتی سعادت نیک بختی کی تمام علامتیں اس لڑکے میں موجود تھیں۔ عالی ظرفی اور حلم وحوصلہ اتنا کہ کیا مجال کسی نے اس کی پیشانی پر کوئی شکن دیکھی ہو انہی خصوصیات کی وجہ سے وہ لڑکا ہر ایک کی آنکھوں کا تارا ہوتا تھا اس درسگاہ کے تمام طلباء میں سے ہر ایک کا خیال تھا کہ عبد المالک کا پیار و محبت سب سے زیادہ اس کے ساتھ ہے۔

اساتذہ کرام جن میں سے اکثر اس دار فانی سے کوچ فرما کر دار بقاء میں اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں اس کی نعمتوں سے مالا مال ہونگے (انشاء اللہ)۔ اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے وہ تمام اس طالب علم سے اپنے والدین سے زیادہ شفیق و مہربان تھے اور وہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا خصوصاً ملک العلماء الکاملین استاذ الاساتذہ ملک المدرسین حضرت علامہ ابو الفتح حافظ محمد اللہ بخشؒ جن کے علم و تقویٰ کی

سند تو ان کے چشمہ فیض سے سیر اب ہونے والے ہیں اب جن کا شمار علماء اہل سنت کے چوٹی کے علماء میں ہوتا ہے (اس فقیر حقیر کے علاوہ) وہ جہاں بھی ہیں اپنے علم و حکمت سے علم دینیہ کی آبیاری کر رہے ہیں اور طلباء دین کا زیور علم سے آراستہ اور مزین کر رہے ہیں۔ علم کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اس درویش میں وہ صفات ودیعت فرمائی تھیں کہ ان کے اقران میں دیکھنے میں نہیں آئیں فقیر تھا لیکن دل غنی رکھتا تھا۔ تھا تو درویش لیکن طبیعت شہنشاہانہ رکھتا تھا۔ محراب و منبر اور درس و تدریس کی زینت تھا۔ لگتا تھا کہ تخت شاہی رکھتا ہے۔ درویش تھا لیکن اس نے حاکم بن کر زندگی گزاری اپنے بزرگوں کے علاوہ وہ کسی کا محکوم نہ تھا گو اللہ تعالیٰ نے اسے علم سے زینت شوکت، دبدبہ اور وقار بخشا لیکن اس مرد قلندر نے بھی علم کے وقار کو چار چاند لگا دیئے۔ علم نے اگر اسے وقار دیا تو اس نے بھی علم کے وقار و آبرو کو بلند کیا اسے ذلیل اور رسوا ہونے سے بچایا اور محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے اسلاف کی سیرت پر چلنے کی توفیق بخشے۔ تو وہ عبد المالک نامی طالب علم ان کے دل کا قرار اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہوا کرتا تھا۔ آج فقیر کو اپنے محسن و شفیق استاذ کے محبت بھرے لہجے یاد ہیں۔ کبھی کبھی بطور خوش طبعی فرماتے کہ مالُک (بضمہ لام) کو بلاؤ کیونکہ میانوالی میں اکثر الفاظ پر پیش بولا جاتا ہے اس سے خود بھی محظوظ ہوتے اور اہل مجلس بھی۔

اس ننھے طالب علم کو آج لوگ آستانہ عالیہ اکبریہ کا سجادہ نشین کہتے ہیں .اس کا تعارف استاذ العلماء کے پیارے خطاب سے کروایا جاتا ہے۔ اس کی پہچان بحیثیت ایک عظیم مبلغ و مفتی کے کروائی جاتی ہے لوگ اسے علوم دینیہ کے ایک منجھے ہوئے مدرس کی حیثیت دیتے ہیں۔ اسے ایک مدبر سیاستدان مانا جاتا ہے اور اہل سنت و

جماعت ضلع میانوالی کی قیادت کا تاج اس کے سر پر سجا ہوا ہے۔ جماعت کا کوئی فیصلہ اس کے اشارے بغیر نامکمل رہتا ہے۔ لوگ اسے اپنی عقیدتوں کا مرکز جانتے ہیں۔ اسے مسلمانوں کی مذہبی اور درسی ضرورتوں کا ضامن خیال کیا جاتا ہے میری مراد علامہ استاذ الاساتذہ مفتی اعظم صاحبزادہ محمد عبد المالک سے ہے۔ اس درویش نے اپنے اسلاف سے علمی اور روحانی بڑی میراث پائی ہے۔ اس درویش نے نہ صرف اپنے بزرگوں کی میراث کو محفوظ رکھا بلکہ اسے ترقی و عروج سے ہمکنار کیا آج غوث زماں حضرت خواجہ محمد اکبر علی اور امام الاتقیا حضرت مولانا خواجہ غلام جیلانیؒ کے جاری کردہ مختلف النوع شعبہ جات نے جو زیب وزینت اور شوکت و دبدبہ، صولت وبلندی پائی ہے وہ سب اسی درویش کی صلاحیتوں کا ثبوت اور اس کے جوہر باطنی کی چمک کا عکس و پرتو ہے۔ ان شعبہ جات میں دار العلوم اکبریہ، آستانہ عالیہ اکبریہ، جامعہ اکبریہ، اکبریہ گرلز کالج شامل ہیں۔ اگر آستانہ عالیہ اکبریہ کا ملک پاکستان کے ممتاز آستانوں میں شمار ہوتا ہے تو دار العلوم جامعہ اکبریہ کی مہک بھی دور دور محسوس کی جاتی ہے جس کے فارغ التحصیل علماء و فضلاء اس کے ثبوت کے لئے کافی دلیل ہیں۔

زیر نظر فتاویٰ اکبریہ (اللہ تعالیٰ اسے عوام وخواص میں مقبول کرے اس سے استفادہ کرنے کی توفیق دے آمین۔) صاحبزادہ صاحب کی ایک علمی کاوش ہے جس میں مسائل کو سہل اور مختصر انداز میں پیش کیا گیا ہے جہاں خواص اس سے استفادہ کریں گے عوام بھی اس فتاویٰ سے اپنی علمی پیاس بجھائیں گے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس فتاویٰ میں وہ اختلافی مسائل بھی واضح اور دوٹوک انداز میں بیان کئے گئے جن کے ذکر کرنے سے اکثر ابنائے زماں کے قلم خشک ہو جاتے ہیں ہاتھوں پر رعشہ طاری

ہو جاتا ہے کہ اس قسم کے اختلافی مسائل سے لوگ اختلاف کریں گے پراپیگنڈہ کریں گے اور ہمارے تعلقات لوگوں سے خراب ہونگے اس لئے تقریباً ساری زندگی صوم سکوت کی افطاری کا وقت آتا ہی نہیں اور اکثر ایسا ہی ہے الاماشاء اللہ ایسے لوگ فریب خوردہ، مخلوق خدا کو فریب دینے والے، خائن فی الدین والامانہ اور نصف دین پر ایمان رکھنے والے اور نصف کو متاع بے قیمت قرار دیکر نظر انداز کرنے والے ہیں اور جس نے دین کے ایک حصہ کو چھوڑا نہیں بلکہ ایک حکم نظر انداز کیا تو (مومن کامل ہونا تو دور کی بات ہے) کیا وہ عالم کہلانے کا حق رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں کہ یہ فریبی، خائن اور منکر ہے۔

فتاویٰ اکبریہ میں الحمد للہ اس پہلو کو بہت نمایاں حیثیت دی گئی ہے اور گومگو کی پالیسی کی بجائے فیصلہ کن انداز اپنا کر یہ واضح کر دیا گیا ہے ہم یہ فریضہ بطور مذہبی امین پوری دیانتداری سے ادا کر رہے ہیں۔ ہمیں اس سے غرض ہی نہیں کہ لوگ کیا رویۓ اپنائیں گے بلکہ ہم تو محض اپنے مولیٰ کی رضا کی خاطر اس کے بندوں کی رہنمائی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اور یہ بھی میرے استاذ کریم کی کرامت ہے،

اناں سبق تے سارے چنگے دتے
بر حق گوئی تے بے باکی دا سبق وکھرا

ایہہ سبق ہر ہک نی رگ رگ ورچ بس گیا تے ہنڑ تک بالکل نہیں بھلا۔

اسکے علاوہ دوسرے مسائل کے بیان میں سادگی اور اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے جو ابنائے وقت کی حالت زار کے انتہائی مناسب ہے۔ بعض مسائل سے بندہ کو اختلاف تھا بندہ نے اپنی علمی بساط کے مطابق دیانتداری سے ان کے جواب تحریر کر دیئے ہیں۔ اگر علماء کی نظر میں وہ درست ہوں تو انہیں اپنے فتاویٰ کی زینت بننے کا اعزاز بخشیں۔

(محمد عبد المالک چشتی، فتاویٰ اکبریہ، ج2، ص64-74)

وظائف اکبریہ:

وظائف اکبریہ کے پیش لفظ میں مولانا فیض محمد چشتی اکبری لکھتے ہیں۔

تصوف کے مختلف سلاسل نے سالکین راہ طریقت کی روحانی ترقی اور بالیدگی کے لئے اوراد کا ایک نصاب بنا رکھا ہے۔ جب بھی کوئی خوش نصیب اس راہ پر چلنا چاہتا ہے اس سے یہ نصاب پڑھایا اور یہ مشق کرائی جاتی ہے۔ سلسلہ چشتیہ کی عظیم روحانی درگاہ میرا شریف تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک کا ایک تربیتی مرکز تقریباً ایک صدی قبل حضرت خواجہ مولانا احمد میروی چشتی سلیمانیؒ نے قائم فرمایا۔ اس مرکز سے بے شمار صوفیہ نے فیض حاصل کیا اور مخلوق خدا میں تقسیم فرمایا۔ آپ کے خلفاء میں سے حضرت مولانا خواجہ محمد اکبر علی چشتی میرویؒ نے آپ ہی کے حکم سے میانوالی میں ڈیرہ لگایا۔ 1907ء خانقاہ اکبریہ قائم فرما کر لاتعداد انسانوں کو صراط مستقیم پر چلایا۔ آپ کے انتقال کے بعد حضرت ثانی مولانا الحاج غلام جیلانی نے 1956 تا 1984ء اس

میکدہ کو آباد رکھا۔ 1984ء تا ہنوز 2021ء حضرت ثالث الحاج مولانا مفتی عبد المالک چشتی اکبری نے اس میخانہ کو ایک اچھوتا نرالا رنگ چڑھایا۔ علم دین کا مرکز، سالکین کی روحانی تربیت کا میکدہ اور دین مصطفیٰ سیکھنے والی عورتوں کیلئے منبع فیض شب وروز روحانی سوغات تقسیم کر رہا ہے۔ ان کی خواہش اور اجازت سے مجموعہ وظائف اکبریہ جدید تقاضوں کے مطابق شائع کیا جارہا ہے۔ سالکین راہِ طریقت سے اپیل ہے وہ درج شدہ ہدایات کے مطابق عمل کر کے اس مجموعہ سے روحانی استفادہ حاصل کریں۔

خاک راہ۔ طالب دعا

حافظ فیض محمد چشتی اکبری

خطیب جامعہ مسجد بلال، میانوالی شہر

(وظائف اکبریہ، ص3)

استاذ العلماء کے کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ دار العلوم جامعہ اکبریہ کی روز افزوں ترقی ہے۔ یہاں دار العلوم جامعہ اکبریہ کا مختصر تعارف کروایا جاتا ہے۔

تعارف جامعہ اکبریہ بلوخیل روڈ میانوالی

قیامِ مدرسہ:

اس مدرسہ کے قیام کا سہرا اس مردِ خدا کے سر ہے جس نے آج سے تقریباً ایک صدی قبل 1906ء میں میانوالی کے ذرات کو طور بنایا اور اپنے پیر و مرشد قطب

الاقطاب حضرت خواجہ احمد میروی کے حکم پر میانوالی کی جامعہ مسجد کو مسکن بنا کر قال اللہ و قال رسول ﷺ کے پُر فضاء نغموں سے فضاء کو معطر کیا۔ سراج السالکین حضرت خواجہ محمد اکبر علی چشتیؒ نے اس مے کدہ کو آباد فرمایا اور ان کے خلف الرشید حضرت مولانا غلام جیلانیؒ متوفّٰی 3 ربیع الثانی 1405ھ 1984ء نے اس کو مزید جِلا بخشی۔ دار العلوم کی نشاۃ ثانیہ حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبد المالک چشتی نے 22 اگست 1975ء بمطابق 20 شوال المکرم 1395ھ کو فارغ التحصیل ہونے کے بعد فرمائی اور دار العلوم کے نصاب اور نظم و نسق میں تبدیلیاں فرمائیں۔

مدرسہ کا نام:

مدرسہ کا نام اسلامیہ لخدام غوثیہ تھا لیکن نشاۃ ثانیہ کے بعد بانی اول کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے اس کا نام تبدیل کر کے جامعہ اکبریہ تجویز کیا گیا اور آج مدرسہ ملک کے طول و عرض میں اسی نام سے پہچانا جاتا ہے۔

محل وقوع:

مدرسہ میانوالی کی سب سے مصروف شاہراہ بلوخیل روڈ پر جامع مسجد کے ساتھ واقع ہے۔ اس مدرسہ کے پہلو میں سرتاج عاشقان غوثیہ حضرت علامہ مولانا خواجہ محمد اکبر علی چشتیؒ کا مرقد انور مرجع خلائق ہے۔

عمارت:

مدرسہ کی عمارت 22 کمرہ جات اور 2 برآمدوں پر مشتمل ہے جن میں کتب خانہ، دفتر، اساتذہ کے 6 تدریسی کمرے اور طلباء کے 14 رہائشی کمرے شامل ہیں۔

رہائش کی کمی کی وجہ سے طلباء شہر کی دیگر مساجد میں قیام پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

نصاب تعلیم:

یہ ادارہ تنظیم المدارس عربیہ پاکستان سے درجہ فوقانی میں ہے۔ اس میں تنظیم المدارس کا منظور شدہ نصاب پڑھایا جاتا ہے، مدرسہ میں بیک وقت 8 شعبہ جات پر کام ہو رہا ہے۔

شعبہ جات:

1۔ ناظرہ قرآن پاک

شہری بچوں اور بچیوں کو صبح شام ناظرہ قرآن پاک کی تعلیم دی جاتی ہے۔

2۔ شعبہ حفظ مع تجوید

پرائمری پاس طلباء وطالبات کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ قرآن پاک کا حفظ اور مڈل تک سکول کی تعلیم دی جاتی ہے۔

3۔ شعبہ سکول

سکول میں پرائمری پاس طلباء کو داخلہ دیا جاتا ہے، تین سال میں حفظ مع تجوید کے ساتھ ساتھ مڈل تک امتحان دلائے جاتے ہیں جبکہ ہشتم پاس طلباء کو تین سال میں میٹرک اور حفظ مکمل کرایا جاتا ہے۔ جامعہ کا سکول اکبریہ ماڈل سکول کے نام پر محکمہ تعلیم سے رجسٹرڈ شدہ ہے۔ اور تعلیمی بورڈ سرگودھا کے ساتھ منسلک ہے۔

4۔ شعبہ درس نظامی

تنظیم المدارس عربیہ کے نصاب تعلیم کے مطابق 8 سالہ درجہ عالمیہ کا کورس مکمل کرایا جاتا ہے اور تنظیم المدارس کی نگرانی میں طلباء سے محکمہ تعلیم حکومت پاکستان کے منظور شدہ درجہ عامہ میٹرک، درجہ خاصہ ایف۔اے، درجہ عالیہ، بی۔اے، درجہ عالمیہ ایم۔اے اور درجہ تخصّص کے امتحانات دلوائے جاتے ہیں۔

5۔ شعبہ افتاء

علاقہ میں دارالعلوم کی مرکزی حیثیت کی وجہ سے فتویٰ نویسی کا کام بھی کیا جاتا ہے۔ دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ فاضل نوجوان جناب علامہ مفتی سیف اللہ نصیر اور جناب مہتمم (صاحبزادہ محمد عبد المالک چشتی) خود حسبِ ضرورت شرعی فتاویٰ جات سے مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ مستقل دارالافتاء بھی قائم ہے۔ جید مفتی صاحبان شرعی راہنمائی کیلئے موجود رہتے ہیں۔ جامعہ اکبریہ سے جاری شدہ فتاویٰ جات پر مشتمل ایک ضخیم فتاویٰ 'فتاویٰ اکبریہ' دو جلدوں میں شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔

6۔ جامعہ اکبریہ للبنات (اکبریہ گرلز کالج)

طالبات کی تعلیم و تربیت کیلئے علیحدہ شعبہ قائم ہے جس کا تمام ترعملہ مستورات پر مشتمل ہے۔ اس سکول میں فاضل عربی، حفظ قرآن اور کمپیوٹر کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ نیز گرلز ہائی سکول بھی قائم ہے جہاں طالبات کو میٹرک سائنس تک تعلیم دی جاتی ہے۔ جامعہ اکبریہ للبنات کی شاندار عمارت 2 کروڑ روپیہ کے اخراجات سے تعمیر ہو چکی ہے جس میں طالبات کی کلاسز 2008ء سے شروع کر دی گئی ہیں۔ حفظ

قرآن مجید کے ساتھ ساتھ میٹرک (کمپیوٹر سائنس) کا انتظام موجود ہے۔ اس ادارہ کا اپنا ہاسٹل بھی موجود ہے۔

7۔ جامعہ اکبریہ کمپیوٹر اینڈ ٹیکنیکل سنٹر

وفاقی حکومت کے زیرِ انتظام جامعہ اکبریہ کمپیوٹر سنٹر کا آغاز 2001ء میں ہو چکا ہے جس میں جامعہ کے طلباء کو کمپیوٹر کی جدید تعلیم دی جاتی ہے اور مستحق اور غریب طلباء کیلئے بھی کلاسز کا اجراء کیا گیا ہے۔ حکومت پنجاب نے TEVTA کے زیرِ انتظام یہ ٹیکنیکل سنٹر بھی چلا رکھا ہے جسمیں الیکٹریکل، کمپیوٹر کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور پنجاب ٹیکنیکل بورڈ باقاعدہ طور پر ڈپلومہ جاری کرتا ہے۔

8۔ اکبریہ تجوید القرآن مرکزی جامع مسجد العمر اکبریہ ٹاؤن

عالیشان مسجد و ادارہ میانوالی شہر ہی میں نیو کیمپس کے نام پر آٹھ کنال اراضی پر قائم کیا گیا ہے۔ خوبصورت مسجد، پرائمری سیکشن تعمیر ہو چکا ہے جہاں طلباء و طالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ طلباء کو حفظ مع تجوید کے ساتھ سکول کی تعلیم دی جاتی ہے۔

طلبہ اور اساتذہ کی تعداد:

جملہ شعبہ جات سال 21-2020 میں طلباء و طالبات کی تعداد 550 ہے جس میں 200 بیرونی طلباء و طالبات شامل ہیں، حفظ و ناظرہ کیلئے 5 اساتذہ کرام، تجوید قرات کیلئے 2 قاری صاحبان، درس نظامی علوم جدیدہ اور سکول کے شعبہ کیلئے تیرہ علماء کرام و ماہرین تعلیم مصروفِ عمل ہیں۔

طلباء کو سہولتیں:

بیرونی طلباء کے قیام و طعام کا بندوبست مدرسہ میں موجود ہے۔ کھانا تیار کرنے کیلئے ماہر باورچی خاندان دن رات مصروفِ کار ہے۔ علاج معالجہ کی سہولتیں بلا معاوضہ حاصل ہیں۔ مستحق طلباء کو لباس، تدریسی کتب عاریۃً مہیا کی جاتی ہیں نیز طلباء کی تفریح کیلئے مختلف کھیلوں کا بندوبست موجود ہے جن کا انتظام انجمن طلباء جامعہ اکبریہ خود کرتی ہے۔ طلباء کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ طلباء کی اخلاقی تربیت پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ پنجگانہ نماز با جماعت کا خصوصی انتظام موجود ہے۔ فن خطابت کیلئے طلباء نے ایک بزم انجمن طلباء جامعہ اکبریہ قائم کر رکھی ہے جس کا اجلاس ہفتہ وار ہوتا ہے۔ اس بزم میں طلباء کو اخلاقی تربیت اور فن خطابت سکھایا جاتا ہے۔

امتیازی خصوصیات:

جامعہ اکبریہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ گذشتہ برسوں میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ضلع انتظامیہ کی نگرانی میں منعقد ہونے والے ضلعی مقابلہ جات میں حسن قرات اور نعت خوانی میں جامعہ اکبریہ کے طلباء نے بارہا دفعہ اول پوزیشن اور انعامات حاصل کیے ہیں۔ جب کہ ضلع بھر کے مڈل سکولوں کے درمیان سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر تقریری مقابلہ میں جامعہ اکبریہ کے طلباء نے نمایاں پوزیشن حاصل کی، مرکزی وزارت تعلیم اسلام آباد نے جامعہ اکبریہ کو ضلع بھر میں ماڈل مدرسہ قرار دیتے ہوئے جامعہ اکبریہ کیلئے کمپیوٹر سنٹر قائم کر رکھا ہے جس میں جدید کمپیوٹر لیب، تنخواہ، کوالیفائیڈ تربیتی عملہ و دیگر اخراجات محکمہ تعلیم ادا کرتا ہے۔

جامعہ اکبریہ کے طلباء نے حضرت داتا علی ہجویری کے عرس 1433ہجری میں پنجاب کی سطح پر مدارس عربیہ کے درمیان منعقد ہونے والے تقریری مقابلہ میں تیسری اور حسن قرات میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔

9۔اکبریہ فاؤنڈیشن (انٹر نیشنل)

2008ء میں ضلع میانوالی میں دریائے سندھ کی طغیانی اور سیلاب نے پورے ضلع کی نشیبی آبادی کو متاثر کیا۔ان کی بحالی کیلئے رفاہی بنیادوں پر خدمات سرانجام دینے کیلئے اکبریہ فاؤنڈیشن بنائی گئی۔اس فاؤنڈیشن نے مخیر حضرات کے تعاون سے متاثرین کی بحالی میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ بعد میں اسے مستقل بنیادوں پر قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔ ضلع میانوالی میں خصوصاً عیسیٰ خیل کی پہاڑی بیلٹ میں تھیلسیمیا کا مرض عام ہے اس کے علاج معالجہ اور خون کی فراہمی کا ذمہ اکبریہ فاؤنڈیشن نے اٹھایا، یہ بہت مشکل ذمہ داری ہے جو اکبریہ فاؤنڈیشن انٹر نیشنل احسن طریقہ سے سرانجام دے رہی ہیں۔

جامعہ کا نظم ونسق:

جامعہ کا انتظام ایک رجسٹرڈ کمیٹی انجمن جامعہ اکبریہ میانوالی کے سپرد ہے۔ جس کا قیام صاحبزادہ محمد عبدالمالک مدظلہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے ایک ایسا دستور العمل دیا ہے جس پر آج تک انجمن اکبریہ کار فرما ہو کر ترقی کی منازل طے کر رہی ہے۔ انجمن کے عام ممبران کی تعداد 150 ممبران پر مشتمل ہے۔ تین سال بعد عہدیداران کا چناؤ عمل میں لایا جاتا ہے۔ یہی ٹیم جامعہ اکبریہ کا نظم ونسق چلانے کی

ذمہ دار ہے۔

جامعہ اکبریہ کی رفاہی خدمات:

قیام پاکستان سے لے کر موجودہ دور تک رفاہی خدمات میں جامعہ اکبریہ کی انتظامیہ نے نمایاں حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے وقت مہاجرین کی آبادی کے سلسلہ میں حضرت ثانی نے آبادکاری کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے اپنی خدمات سرانجام دیں۔
نادار بچوں کے لیے دارالاطفال قائم فرمایا عیدین وجنازہ کے لیے مرکزی عید گاہ کا قیام اور اس کی تعمیر کو اور بلا معاوضہ آباد کاری کا انتظام بھی رفاہی خدمات کا حصہ ہے۔ 2010 کے سیلاب نے ہمارے پورے ضلع میں تباہ کاریاں پھیلائیں انجمن اکبریہ نے متاثرین کے درمیان 12 ٹرک سامان، خوردونوش، دریاں، خیمے اور لباس تقسیم کئے اور دس متاثرہ مساجد کی تعمیر اور مرمت کرائی نیز تھلیسیمیا کے موذی مرض نے ضلع میانوالی کی تحصیل عیسیٰ خیل کے پہاڑی علاقہ میں بچوں کو شکار بنایا۔

ضلعی انتظامیہ کی اپیل پر اکبریہ فاؤنڈیشن انٹرنیشنل کے نام سے ایک تنظیم رجسٹرڈ کرائی گئی اور اس کے زیر انتظام ضلع بھر میں بلڈ ڈونیشن کیمپ لگائے گئے۔ یہ کام نہایت مشکل ہے اس مرض کا علاج تازہ خون کے فراہمی ہی سے ممکن ہوتا ہے اس لیے اکبریہ فاؤنڈیشن حکومت سے مل کر مختلف مقامات پر بلڈ ڈونیشن کیمپ لگاتی ہے اور لوگوں سے خون اکٹھا کر کے مستحق مریض بچوں کو لگایا جاتا ہے۔

فصل سادس

وفائے غیور، مولانا عبد الغفورؒ

گویا کہ آپ جانے کے تمام راستے بند کر کے یہاں آئے تھے، استادِ محترم یہاں ٹھہرے تو بس یہیں کے ہو رہے۔ 1979ء کے سورج نے انہیں یہاں آتے تو دیکھا تھا بھر 42 برس گزر چلے مگر انہیں پلٹ کر جاتے نہ دیکھ سکا۔ بالآخر 2021ء کی ایک شب سروش اجل نے نزول کیا اور اس نعمت خلد کو اپنی قدسی باہوں میں سمیٹ کر اس ابد آباد درِ محبوبِ جاودانہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وفا کی اس ادا پہ در و دیوار سے سدا آئی:۔

جو رکے تو کوہ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

پیکرِ وفائے غیور، مولانا عبد الغفورؒ 1958ء میں خطہ ء عالماں، شہر حکیماں واں بھچراں میں میانہ نام سے موسوم حافظوں، عالموں اور حکیموں کے ایک معروفِ جہاں خانوادہ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ اسی شجر پُرنور کی عبد اللہ خیل نامی شاخ کے ایک گلِ سر سبد تھے۔ جبکہ معروف متکلم عالم میاں حسین علی واں بھچروی اسی خانوادے

کی معلم خیل شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ اپنے ہی گھروں کی چاردیواریوں میں علماء و فضلاء کی کوئی کمی نہ تھی ۔ آپ کے والد گرامی ،داداجان، جدامجد فاضلین ہندوستان تھے۔ خانوادہ کے چند دیگر نمایاں علماء، حکماء، حفاظ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

حکیم حافظ محمد عبد اللہؒ، حکیم حافظ محمد افضلؒ، حکیم حافظ محمد زکریاؒ، علامہ الحافظ محمد الیاسؒ، مولانا حافظ امام الدینؒ، مولانا حافظ عبد المنافؒ، غلام محمد میانہؒ وغیرہ۔ چنانچہ گھر گھر علم کی مسندیں بچھی تھیں۔ لہٰذا ابتدائی فارسی کتب گھر میں اپنے والد گرامی حضرت مولانا حافظ حکیم عبد الحقؒ سے پڑھیں جو کہ فاضل ہندوستان تھے۔ طب ودیگر علوم کی اکثر کتب لکھنو اور دہلی میں رہ کر پڑھیں، سادات دندہ شاہ بلاول سے شرفِ بیعت رکھتے تھے۔

استادِ گرامی فراغت کے معاً بعد ایک سال جامعہ انوار باہو (بھکر) میں صدر مدرس کے طور پر پڑھاتے رہے بعد ازاں 1979ء تا 2021ء مسلسل 42 سال جامعہ اکبریہ میانوالی میں گزار کے، "وفاداری بشرط استواری اصلِ ایماں ہے۔" کی مجسم و حسیں تعبیر بن گئے، دو ہم مکتب اور ہم استاد دوستوں، مولانا عبد الغفور اور صاحبزادہ عبد المالک کی روحانی محبتوں کا یہ ٹھہراؤ اور رچاؤ کسی افسانوی داستان سے کم نہیں۔

استادِ محترم تدریساً خیر آبادی تھے اس طریقہ تدریس میں مطالعہ ء سبق طرفین یعنی معلم و متعلم دونوں پر لازم ہوتا ہے، دوران کلاس سبق کا بارِ فہم اور اظہارِ فہم متعلم کی ذمہ داری ہوتی ہے، معلم صرف سنتا ہے اور متعلم کی اغلاط کی اصلاح کرتا ہے اس طریقہ ء تدریس کا خاصہ یہ ہے کہ کتاب کے اختتام پر متعلم خود اُسی کتاب کا معلم بن چکا ہوتا ہے۔ استادِ محترم مدت العمر اپنے خیر آبادی اساتذہ (امام المناطقہ

استادِ کبیر علامہ حافظ عطا محمد بندیالویؒ اور ابو الفتح علامہ اللہ بخش واں بھچروی) کے طریقہ تدریس پر کاربند رہے۔ اپنے طلباء کے ساتھ آپ کی محبت و شفقت بھی دیدنی ہوا کرتی تھی۔ کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں کہ آپ نے عمر بھر کسی بھی طالبعلم کو درس سے خارج نہیں کیا۔ شائق طلباء سے عربی میں گفتگو فرماتے۔ آپ اپنے طلباء کو تین طرح کی کتب پڑھانے کے متمنی رہتے۔(1) معقولی و منقولی کتب (2) طب و حکمت کی کتب (3) تصوف کی کتب۔

بالفاظ دیگر آپ اپنے طلباء کو بیک وقت عالم، حکیم اور صوفی بناتے تا کہ طلباء کو علمی زندگی میں دوسروں کا دست نگر ہونے سے اور فکر معاش سے بچایا جا سکے۔

استادِ محترم مزاجاً جھیلگوں تھے، ٹھہراؤ، رچاؤ اور بساؤ سے معمور، سادہ منش، درویش صفت، باہمت، باوقار، پاکیزہ افکار، جاندار، وفادار، استوار، ہمہ دم جستجو، شفیق و متین، پیکر جمال و کمال، یکتا و بے مثال، محبت کو بکو، شفقت سو بسو، علماء و طلباء کی آبرو، اپنی ذات میں منفرد، اپنی مثال آپ، لب تبسم خیز، لہجہ نرم رَاو، چال گویا کہ موج آبزار، سراپا اتقاء، بے خوف و ریاء، یادگارِ اسلاف، وقار اخلاق، شہرت و اشتہار کے بخار سے کوسوں دور، شوق گمنامی سے معمور، تدریس کی دنیا کے در و دیوار میں بند۔ استاد العلماء صاحبزادہ عبد المالک صاحب ہر سال فہمائش فرماتے کہ آپ ہی کے طلباء فارغ التحصیل ہوتے ہیں سٹیج پر تشریف لے آیا کریں مگر آپ فرش نشین ہی رہتے۔ مگر آپ خاک نشین ہو کر بھی آفاق نشین دکھائی دیتے۔

وے صورتیں الٰہی اب کس دیس بستیاں ہیں
وہ جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

آپ کے شاگردوں کی تعداد حدِ شمار سے ماورا ہے، چند تلمیذانِ رشید کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

(1)مولانا فیض محمد چشتی، (2) مولانا منظور عالم سیالوی(3) پیر سید سراج الزمان شاہؒ(4) پیر سید نور الزمان شاہ(5)پیر سید قمر الزمان شاہ (6)پروفیسر ڈاکٹر ظفر اقبال(7) مولانا محمد علی اعظمی(8)مولانا اللہ وسایا ارشد(9)مولانانوراحمد قادری اچھڑی(10)مولانابشیر احمد میروی(11)مولانا فتح خان چشتی(12)مولانا قاری محمد آصف لاہور(13)مولانا محمد اسحاق ،فیصل آباد (14)محمد ریاض بھیروی(15)عطا المصطفیٰ مظہری۔

وصال وجنازہ:

23اگست 2021ء بروز سوموار کروناوائرس کی وجہ سے آپکا انتقال پر ملال ہوا۔ آپ کا جنازہ آبائی گاؤں ناڑی میانہ والی داخلی واں بھچراں حضرت مولانا محمد عبد المالک نے پڑھایا، نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں علماء، مشائخ اور مدارس کے طلبا شریک ہوئے اورآپ کو اپنی والدہ محترمہ کے پہلو میں اپنی تعمیر کردہ مسجد کے ملحق ناڑی میانہ میں دفن کیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

آپکے وصال پر ملال پر تاثرات

استاذ العلماء صاحبزادہ محمد عبد المالک چشتی نظامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

و الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ الہ واصحابہ واولیاء ملتہ وعلماء امتہ اجمعین اما بعد

عزیزم ڈاکٹر مولانا عطا المصطفیٰ مظہری فاضل جامعہ اکبریہ تشریف لائے اور مطالبہ تھا کہ میں استاذ العلماء حضرت مولانا الحاج عبد الغفور سیالوی ؒ (صدر مدرس جامعہ اکبریہ) کے متعلق کچھ تاثرات وحقائق بیان کروں یہ ایک ایسا مطالبہ تھا کہ مجھ جیسے عدیم الفرصت آدمی سے اس پر کماحقہ روشنی ڈالنی ممکن نہ تھی تاہم مشتے از خروارے کامصداق چند مجالس کا حال قلمبند کر دیا ہے تاکہ یادگار رہے۔

حضرت مولانا عبد الغفور ؒ وبندہ ناچیز استاذ العلماء ابو الفتح مولانا محمد اللہ بخش ؒ کے شاگرد تھے ہمارا طالب علمی کا دور بھی اکٹھا رہا اور پھر قسمت نے اس جامعہ اکبریہ کی خدمت کیلئے منتخب کرلیا۔ بندہ ناچیز 1974 میں فارغ التحصیل ہوا اور مولانا عبد الغفور ؒ 1976ء میں فارغ التحصیل ہو کر جامعہ انوار باہو بھکر کے مدرس بنے۔ 1978ء سے وہ جامعہ اکبریہ میانوالی میں بطور صدر مدرس درس نظامی تشریف فرما ہوئے اور وفات 2001ء بیالیس سال تک قال اللہ تعالیٰ وقال رسول اللہ ﷺ کا درس دیتے رہے۔

آپ ایک قابل مدرس نہایت ملیح الطبع انسان، طلباء سے شفقت ومحبت کرنے والے استاد اور ماہر طبیب تھے۔ بیالیس سال کا عرصہ زندگی کا معتد بہا حصہ ہے میرے والد گرامی حضرت مولانا الحاج غلام جیلانی ؒ (متوفی 1984ء) کی خدمت عالیہ میں آپ

اکثر حاضری دیتے اور صوفیانہ تعلیم اور گفتگو سے دل کو منور کرتے۔ میرے ساتھ انکا رشتہ صرف مہتمم مدرس کا ہی نہ تھا بلکہ اپنا بھائی سمجھ کر دکھ سکھ میں شریک ہوتے اور مدرسہ کے معاملات میں مخلصانہ مشورہ اور رائے سے نوازتے آپ اکثر موقوف علیہ اور دورہ حدیث کے اسباق پڑھاتے تھے۔

صدرا، شمس بازغہ، ملاحسن، شرح چغمینی، شرح عقائد، بیضاوی شریف، صحاح ستہ شریف کے اسباق خیر آبادی طرز پر پڑھاتے تھے کہ پڑھنے والے عش عش کر اٹھتے تھے۔ 2021ء میں آپ بیضاوی شریف، شرح ملا عبد الغفور، ملا حسن، سراجی مختصر المعانی اور ترمذی شریف جیسے اسباق پڑھا رہے تھے۔

آپ کے شاگردوں میں مدرسین، پروفیسر، ڈاکٹر، ٹیچر اور علماء کا اکثر وہ طبقہ شامل ہے جو علم وفن میں سند تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا عبد الغفور عربی ٹیچر بھی رہے اور گریڈ سترہ میں ریٹائرڈ ہوئے تقریباً اٹھارہ سال انہوں نے گورنمنٹ کی سروس کی مڈل سکول بلوخیل اور واں بھچراں آپ کی تقرری رہی آپ وہاں بھی ایک شریف النفس محنتی ٹیچر شمار ہوتے تھے آپ کو حکومت پنجاب کی طرف سے بیسٹ ٹیچر کا اعزاز بھی عطا کیا گیا۔ آپ مسلسل اٹھارہ سال صبح سے دو بجے تک سکول کلاسز ظہر تا رات دس بجے تک درس نظامی کلاسز جامعہ اکبریہ آکر پڑھاتے تھے۔ عمر کے آخری دنوں آپ شوگر کا شکار ہوئے اور اعصابی کمزوری کی وجہ سے جسم درد کی شکایت فرماتے میں نے اس پر کہا کہ آپ چند دن چھٹی کر لیں اور کسی اچھے ڈاکٹر سے علاج کرائیں تو فرمایا مجھے بخار ہے میں دیسی دوایاں لے رہا ہوں۔ اسباق کا ناغہ نہ کروں گا میں نے اصرار کیا کہ ہمارے عزیز حافظ ڈاکٹر عمر دراز اچھے فزیشن ہیں انہیں گھر بلا

لیتے ہیں رضامندگی کا اظہار فرمایا ڈاکٹر صاحب نے چیک کیا تو انہوں نے بتایا 104 درجہ پر بخار ہے اور سانس کی تکلیف ہے انہیں ڈی ایچ کیو لیبارٹری سے کرونا اور دیگر ٹیسٹ کرا لینے چاہیے میں نے گزارش کی وہ سرکاری ہسپتال جانے پر رضامند نہ ہوئے۔ آخر پرائیویٹ شوکت خانم لیبارٹری سے ٹیسٹ کروائے گئے تو آپ کا کرونا ٹیسٹ پازیٹو آیا سانس کی تکلیف زیادہ ہو گئی ڈاکٹروں نے فوری طور پر ڈی ایچ کیو کرونا وارڈ منتقل کر دیا پانچ دن آکسیجن لگی رہی اور آخر کار 23 اگست 2021ء بروز سوموار ایک بجے رات آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا اللہ وسایا ارشد

خلوص ومحبت اور خودداری ووفاداری کی بلند کردار شخصیت، مولانا عبد الغفور سیالوی ؒ

الحمد للہ تعالیٰ اہل سنت وجماعت میں مردان خدا مست کی کسی بھی وقت کمی نہیں رہی۔ تعلیم و تعلم، درس و تدریس اور تحقیق و تدقیق سے وابستہ افراد کی ایک جماعت ہمیشہ سرگرم عمل رہی لیکن بعض افراد زکیہ اور علمی شخصیتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو مدتوں بعد زمانے کے سینے پر نمودار ہوتی ہیں اور وہ اپنے پر خلوص کردار اور باوفا عمل کی بدولت اس دنیا میں جگمگا کر ہمیشہ کیلئے اپنی پاکیزہ یادیں اس دنیائے آب و گل میں چھوڑ جاتی ہیں۔

میرے لئے یہ بات قابل فخر وسعادت ہے کہ مجھے ایک ایسی شخصیت کے بارے

میں لکھنے کیلئے حکم کیا گیا ہے جو اپنے کردار و عمل، وفاشعاری و خودداری میں اپنی مثال آپ تھے اور وہ تھے میرے مشفق مہربان استاد وفاؤں اور خلوص کے پیکر دوست اور محبتوں بھرے جذبے سے سرشار میرے کلاس فیلو جامع منقول و معقول کہنہ مشق مدرس و معلم حضرت علامہ مولانا عبد الغفور صاحب نور اللہ مرقدہ صدر مدرس جامعہ اکبریہ میانوالی۔

وہ میرے استاد اسطرح تھے کہ ایک تو میں وقتاً فوقتاً ان سے عربی گرائمر (صرف و نحو) وغیرہ کے بارے میں کسب فیض کرتا تھا دوسرا تنظیم المدارس سابق فضلا کے امتحان میں مکمل تیاری انہی سے کی تھی، چونکہ اسقدر علمی فیض عطا کرنے کے باوجود بھی وہ مجھے اپنا شاگرد نہیں کہنے دیتے تھے۔ ان کی کسر نفسی تھی ورنہ استاد کہنے میں مجھے فخر ہے۔ وہ مجھے اپنا دوست سمجھتے تھے اور میرے ساتھ دوستوں کیطرح بے تکلف تھے۔ اور کلاس فیلو اسطرح کہ ہم نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی 40 روزہ ورکشاپ فیصل آباد دھوبی گھاٹ کالج میں اکٹھی کی تھی۔ میں چونکہ خوشنویسی کا کام تھوڑا بہت جانتا تھا۔ سبقی اشارے اور چارٹس کی تیاری میں میں نے انکی تھوڑی بہت معاونت کا شرف حاصل کیا ہے۔

انکی زندگی کا سفر آفتاب عالمتاب کی طرح روشن و منور تھا۔ اسلئے کہ انہوں نے اپنی بھرپور زندگی قال اللہ قال الرسول تعلیم و تدریس میں گزاری۔ انہیں تعلیم و تدریس کے شعبے میں قلبی لگاؤ تھا۔ دن کو سکول میں عریبک ٹیچر کے فرائض انجام دیتے وہاں سے چھٹی کے بعد صرف کھانا تناول فرماتے بعد نماز ظہر اور عشاء کے بعد اہل سنت کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اکبریہ میں درس نظامی کی ادق کتابیں پڑھاتے۔ رات کو

اکثر حصہ اسباق کی تیاری، مطالعہ کتب اور نوافل تہجد میں گزرتا۔ انہوں نے اپنی زندگی کے چالیس برس جامعہ اکبریہ کی بے لوث خدمات انجام دی ہے۔ وہ ہمہ وقت جامعہ کی بہتر کارکردگی اور تعلیمی کامیابی کیلئے مستعد رہتے۔ اپنی سروس کی ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے دورہ حدیث شریف کی تدریس بھی شروع کردی اور اسطرح انکے شب وروز درس وتدریس تعلیم و تعلم اور قال اللہ قال الرسول میں گزرتے۔ انکی تعلیمی سرگرمیاں جامعہ اکبریہ کیلئے خاص طور پر اور اہل سنت کیلئے عام طور پر ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔ اور انکا یہ ناقابل فراموش کردار جامعہ اکبریہ کی تاریخ کا ایک روشن باب قرار دیا جائے گا۔ اب جامعہ اکبریہ انکے وصال پر ملال سے ایک مخلص مستعد اور سرگرم عمل استاد سے محروم ہوگیا ہے۔ اللہ کرے انکی اولاد میں انکے صاحبزادے مولانا محمد اختر سیالوی انکی جانشینی کے فرائض کماحقہ انجام دے سکیں۔

حضرت مولانا علامہ عبد الغفور سیالوی جوانی وشباب کی پُر بہار زندگی میں بھی عبادت ریاضت کے شوق سے سرشار تھے۔ شرم وحیا کے پیکر، جودوسخا کے خوگراور غیرت دینی کے آئینہ دار تھے۔ ان کے چہرے میں وجاہت تھی۔ اداؤں میں متانت تھی، فطرت میں لطافت تھی طبیعت میں شرافت تھی، ہاتھوں میں سخاوت تھی، مزاج میں محبت تھی اور ارادوں میں استقامت تھی، وہ اخلاق حسنہ کا ایک جمیل گلدستہ تھے۔ جس میں نظافت کی کلیاں اور نکہت کے پھول اور خوش مزاجی کے گلاب تھے۔ طبع لطیف میں وفا تھی۔ آنکھوں میں حیا تھی۔ دل میں عشق رسول کی دولتِ بے بہا تھی اور انکے لبوں پر ہر کس وناکس کیلئے پرخلوص دعا تھی۔

حضرت علامہ عبد الغفور سیالوی 63 سالہ پروقار زندگی گزار کر اپنے اعزا

واقارب، اپنی اولاد واہل خانہ اپنے شاگردوں، دوستوں، معتقدین ومتوسلین کو داغ مفارقت دیکر اپنے خالق حقیقی کے پاس پہنچ گئے آج انکے اہل وعیال شاگردان رشید اور دوست واحباب انکی یادوں کے دیپ جلاکر محوِ صبر وحوصلہ ہونگے۔

یہ اجنبی سی منزلیں اور رفتگاں کی یاد
تنہائیوں کا زہر ہے اور ہم ہیں دوستو
آنکھوں میں اڑ رہی ہے کئی محفلوں کی دھول
عبرت سرائے دھر ہے اور ہم ہیں دوستو

ایک پر خلوص استاد ایک مشفق ومہربان والد ایک وفاؤں کا پیکر دوست اپنے تمام متعلقین کیلئے ایک محسن کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج انکا حلقہ احباب مخلصین ومحبین انکے اہل خانہ اور شاگردان رشید ان کی حسین یادوں کو سرورِ جسم وجان سمجھتے ہوں گے۔

گزاری تھیں خوشی کی چند گھڑیاں
انہیں کی یاد میری زندگی ہے

ان کی وفات حسرت آیات انکے وابستگان کیلئے یقینا ایک المیے کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ اپنے گہرا تعلق رکھنے والے احباب واقارب، اپنے تلامذہ اور خاص کر اپنے اہلخانہ کو گویا تپتے ہوئے لق ودق صحرا میں ننگے سر ننگے پاؤں چھوڑ گئے جن کے قلب کی گہرائیوں سے آواز آتی ہوگی

بیٹھے تھے گھنی چھاؤں میں اور یہ خبر نہ تھی
دھوپ بڑھ جائے گی اور یہ سایہ نہ رہے گا

میرا جب ان سے تعارف نہ تھا صرف غائبانہ تعارف تھا میں جامعہ اکبریہ میں ایک دفعہ گیا تو مولانا فتح خان نے بالمشافہ تعارف کرایا۔ ان سے شرف ملاقات کر کے بے حد خوشی محسوس ہوئی اور لبہائے مبارک سے خوبصورت گلہائے مبارک سنے تو معلوم ہوا آپ سادگی و شرافت کے خزانہ، عاجزی وانکساری کا نمونہ اور اخلاق کریمانہ کا نشانہ تھے۔ پھر کیا تھا ان سے آنا جانا شروع ہو گیا۔ وہ کبھی کبھی میری مسجد ریلوے اسٹیشن میں عصر کے بعد تشریف لاتے تو فقیر انکی کچھ تھوڑی بہت تواضع کرتا تو وہ اسے پسند نہ فرماتے، اسی طرح اگر سلسلہ شروع ہو گیا تو پھر دوستی ہم دونوں کو مہنگی پڑ جائیگی۔

یہ فخر تو حاصل ہے برے ہیں کہ بھلے ہیں
دو چار قدم ہم بھی تیرے ساتھ چلے ہیں

اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ اپنے جوار رحمت میں رکھے اور جنت کی پر بہار فضاؤں میں خوش وخرم رکھے۔ وہ دنیاداری، ریاکاری اور ظاہری بناوٹ و تصنع کو ناپسند کرتے تھے۔ انہیں جو لطف و سرور گمنامی کی زندگی میں آتا تھا وہ ظاہری کروفر، جاہ وجلال اور رعب ودبدبہ میں نہیں آتا تھا۔ وہ جلسوں میں سٹیج پر کبھی نہ بیٹھتے تھے۔ سامعین میں ایک کونے میں بیٹھ کر تقاریر وغیرہ سنتے تھے۔ وہ اپنے شاگردان رشید میں علمی بحث ومباحثہ پر تقریر کرتے تو علم کے دریا بہادیتے مگر عوامی جلسوں میں خطاب سے معذرت کرتے، فرماتے ہمارا یہ میدان نہیں ہے۔

وہ ایک ممتاز عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مدبر اور منظم نظم وضبط کو قائم کرنے والے ایک ایڈمنسٹریٹر بھی تھے۔ وہ جامعہ کے نظم وضبط کو برقرار رکھنے

میں جامعہ کے پرنسپل جناب عزت مآب علامہ صاحبزاد محمد عبد المالک نظامی کے ہمیشہ ممد و معاون رہتے۔ اور صاحبزادہ صاحب کی عدم موجودگی میں جامعہ کا کنٹرول بہت خوش اسلوبی سے قائم رکھتے۔ صاحبزادہ صاحب کو انکی ذات پر بھرپور اعتماد تھا۔ وہ صاحبزادہ صاحب کے آباؤ اجداد کا دل کی گہرائیوں سے احترام فرماتے بلکہ انکے روحانی فیض کے بھی متلاشی رہتے۔ انہیں نے ان نفوس قدسیہ سے فیض ملتا بھی تھا۔ حضرت خواجہ اکبر علیؒ کے مزار پر روزانہ حاضری دینا ان کا معمول تھا۔

انکے تعزیتی ریفرنس کے موقع پر حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب بتا رہے تھے کہ ایک دفعہ کچھ گھریلو مجبوری کی وجہ سے وہ جامعہ کی تدریسی خدمت کو کچھ عرصہ کیلئے چھوڑ کر اپنے آبائی علاقہ میں تشریف لے گئے۔ ایک ہفتہ بعد اپنا سامان لیکر پھر واپس تشریف لے آئے۔ فرمانے لگے مجھے رات خواب میں حضرت قبلہ مولانا غلام جیلانیؒ ملے ہیں انہوں نے فرمایا۔ گھریلو حالات اللہ کے فضل و کرم سے ٹھیک ہو جائیں گے آپ واپس آکر اپنی مسند سنبھالیں۔

آپؒ پابند شریعت، متبع سنت، کاربند اصول اور ایک نہایت خود دار اور غیور انسان تھے انہوں نے اپنی ساری زندگی صبر و وفا، توکل و قناعت، ایثار و غنا اور وفاداری میں گزاری۔ اہلخانہ سے وفا، اساتذہ سے وفا، شاگردوں سے وفا، ادارے سے وفا، دوستوں سے وفا اور ہر چھوٹے بڑے سے وفا کرنا انکا وطیرہ تھا۔ یہی وہ باکمال خوبی تھی جس نے انہیں اپنی وفات کے بعد سب کو رنجیدہ اور غمناک کر دیا ہے۔ ایسی وفادار اور وفاشعار شخصیات دنیا میں بہت کم پیدا ہوتی ہیں اور آج کے پرفتن دورِ مادیت میں ایسے نفوس نو کیہ تو ڈھونڈھے نہیں ملتے۔ آج بڑا قحط الرجال ہے۔ وقت کا پہیہ بہت تیز

رفتاری کیساتھ سوئے گامزن ہے نہ جانے آگے کیا ہو گا۔ لیکن مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ مایوسی کفار کا طریقہ ہے۔ ہمیں اللہ کی ذات پر بھرپور توکل ہے کہ وہ اپنے دین کو اور دینداروں کو کبھی تنہا نہ چھوڑے گا اور عظیم و کریم بندے بھیج کر اپنے گلشن اسلام کی آبیاری کرتا رہے گا۔

اللہ رب القدس سے دعائے عاجزانہ ہے کہ خالق کائنات حضرت علامہ مولانا عبد الغفور سیالوی ؒ کو اپنی بے پناہ رحمتوں کا صدقہ اپنے جوارِ رحمت میں اور اپنے آقا سرور کائنات کے پڑوس میں لوائے حمد کے نیچے جگہ عطا فرمائے انکے لواحقین، وابستگان، اہل خانہ اور شاگردانِ رشید کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔

آمین بحرمت سید المرسلین

مولانا محمد علی اعظمی

زمین کھا گئی آفتاب کیسے کیسے

آہ استاذ العلماء عبد الغفور ؒ

تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص طلب علم میں سفر کرتا ہے فرشتے اپنے پروں سے اس پر سایہ کرتے ہیں۔ مچھلیاں دریا میں اور آسمان و زمین اسکے حق میں دعا کرتے ہیں۔ بخاری اور ترمذی نے بسند صحیح روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "خدا تعالیٰ جسکے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں دانش مند کرتا ہے۔"

آہ علامہ استاذیم عبد الغفور ؒ تقریباً 42 سال کا سفر تدریس میں بسر کیا ہے قطب الاقطاب خواجہ محمد اکبر علی چشتی ؒ کے قدموں میں علم و عرفان کے بحر بیکراں سے

موتی نکال نکال کر طالب علموں کے سینوں میں اتارتے رہے۔ آخرکار زندگی کا اختتام
اسی پر ہوا 23 اگست کی رات واصل حق ہوئے۔ خدا رحمت کند ایں پاکر طنیت را۔

علامہ فیض الحسن کاظمی

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
قابل صد احترام قبلہ استاذی المکرم حضرت علامی عبد الغفور سیالوی، آپ
23 اگست 2021ء بروز پیر داغ مفارقت دے گئے قبلہ استاذی المکرم کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے کیونکہ جناب کا شمار پاکستان کے چوٹی کے مدرسین میں ہوتا ہے ۔اور ہر دینی علوم سے وابستہ شخص میری اس بات کی تائید کرے گا کہ قبلہ استاذیم صاحب کے بغیر مطالعہ بغیر کسی خلاصہ اور بغیر تیاری کے طلباء کو پڑھاتے تھے اور ابتدائی کتب سے لیکر موقوف علیہ اور دورہ حدیث پاک تک جناب کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ اور قبلہ استاذیم صاحب حد درجہ بااخلاق اور مہمان نواز تھے اور سادگی کا یہ عالم تھا کہ قبلہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد اکبر علیؒ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر قبلہ استاذیم صاحب طلبا اور خادمین کے ساتھ ملکر تمام تقریبات میں ہاتھ بٹاتے تھے اور قبلہ استاذیم انجمن فضلاء اکبریہ کے سالانہ اجلاس میں خصوصی شرکت فرماتے تھے اور قبلہ استاذیم صاحب ایک جید عالم دین اور بہترین مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ جناب جدی پشتی ایک بہت بڑے حکیم بھی تھے۔ بندہ ناچیز کی بہت بڑی سعادت اور خوش قسمتی ہے کہ میری تقریباً ہر ہفتے دس دن بعد فون پر بات ہوتی تھی ۔اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قبلہ استاذیم کے تمام صاحبزادگان بھی حد درجہ جناب کی طرح بااخلاق ہیں اور کراچی سے جب بھی میں میانوالی آتا تھا میری صاحبزادہ

اختر صاحب سے ملاقات ہوتی تھی۔ قبلہ استاذیم صاحب نے ایک طویل عرصہ دار العلوم جامعہ اکبریہ میں دین کی خدمت سرانجام دی۔ اس لئے دار العلوم جامعہ اکبریہ بھی ایک بہت بڑے مایہ ناز عالم دین مفتی اور مدرس سے محروم ہو گیااور قبلہ استاذیم کے ہزاروں تلامذہ پاکستان کے طول و عرض میں دین کی ترویج واشاعت کا فریضہ سر انجام دے رہے ہیں۔

میری دعا دعا ہے کہ اللہ رب العزت قبلہ استاذی المکرم کو جبت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین اور قبلہ استاذیم صاحب کے تمام صاحبزادگان کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

مفتی سیف اللہ نصیر

مفتی عبد الغفورؒ ایک باکردار مخلص انسان تھے۔ ایک کامل معلم اور مدرس میں موجود جو جو خوبیاں ہونی چاہیں آپ کی ذات میں موجود تھیں۔ آپ یادگار اسلاف تھے ادارہ کے ساتھ انتہائی مخلص تھے۔ اللہ تعالیٰ انکی مرقد نور پر انوار کی برسات فرمائے

آمین بجاہ نبی الکریم ﷺ

مولانا خان محمد بھوروی

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی عبد الغفور صاحب سیالوی ایک بہترین معلم تھے۔
ایک بلند پایہ معلم کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ علم کو پورے خلوص سے اپنے شاگردوں کی طرف منتقل کرے کوئی لالچ نہ ہو کوئی دنیاوی مفاد نہ ہو۔ خلوص نیت اور دل کی گہرائیوں سے کہی ہوئی بات ہی طلباء پر پوری طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ ہمارے

استاذیم قبلہ مفتی عبد الغفورؒ کا خلوص نیت اور للّٰہیت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ تعلیم و تدریس آپ کا پسندیدہ عمل تھا۔ دنیا کے تمام شعبہ جات پر آپ نے تعلیم و تدریس ہی کو ترجیح دی اور پھر ساری عمر اس کی خاطر وقف کر دی۔ آپ کا انداز تعلیم نہایت دل کش اور اثر آفریں ہوتا اور اس میں اس قدر چاشنی ہوتی کہ طلبا پر محویت طاری ہو جاتی۔ ایک معلم کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرتا ہے استاد اور شاگرد کے رشتے کے تقدس اور نزاکت کو وہ کیسے نبھاتا ہے۔ ہمارے استاذیم قبلہ عبد الغفورؒ کی شاگردوں کے ساتھ شفقت اور اپنے شاگردوں کے ساتھ گہرا قلبی لگاؤ تھا استاذیم قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ میری تھکن صرف مطالعہ سے ہی دور ہوتی ہے۔ مرکز اہل سنت قدیمی ادارہ جامعہ اکبریہ کے درو دیوار آج بھی اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ مطالعہ کس طرح کیا جاتا ہے۔ آپ نے ہمیں فرمایا کہ علمی میدان میں زیادہ سے زیادہ قابلیت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ محنت کریں زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں اہم چیزوں کو ہر وقت نوک بر زبان رکھیں تاکہ بوقت ضرورت کتابوں کو تلاش نہ کرتے رہیں۔ یہ موقع پھر کبھی نہیں آئے گا اور فرمایا وہی آدمی کامیاب ہوتا ہے جسے اپنے مقصد سے محبت ہو اور فرمایا جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے تدریس کا ملکہ عطا فرمایا ہے بیٹھ جائے مصلے پر اسی سے قومیں بنتی ہیں۔ اسی کے نہ ہونے سے قومیں روبہ زوال ہوتی ہیں، آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور نبی کریم ﷺ کے بطفیل استاذیم قبلہ مفتی عبد الغفورؒ کی بخشش مغفرت فرمائے۔ آمین

دعا گو: خان محمد صدیقی بھوروی فاضل جامعہ اکبریہ بلوخیل روڈ میانوالی شہر

شیخ الحدیث مولانا عبد الغفور سیالوی کے معروف تلامذہ

مولانا فیض محمد چشتی اکبری

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را راہنما

درج بالا شعر میں شامل لفظ فیض عالم کی فیض بار کرنوں سے مستنیر مولانا فیض محمد چشتی اکبری، 1964ء میں وڑچھہ شریف ضلع خوشاب کے ایک زمیندار ملک شیر محمد اعوان کے ہاں پیدا ہوئے۔ صرف نو سال کی عمر میں مولانا حافظ عبد الرؤف کے زیر سماعت تراویح میں سے قرآن پاک حفظ کیا اور اسی سال ہی اپنے استاد گرامی کے زیر سماعت تراویح میں قرآن پاک سنانے کا اعزاز بھی پالیا۔ دسویں برس والد گرامی رحلت فرما گئے تو والدہ ماجدہ جو کہ علماء کے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں اور مشائخ کوٹ چاندنہ سے اجازت وظائف کی حامل تھیں، نے اپنے یتیم بیٹے کو دینی تعلیم دلوانے کا فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ آپ کے استاد گرامی مولانا عبد الرؤف آپ کو جامعہ اکبریہ لے آئے۔ یہاں سے اکبریت و عبقریت کے سفر کا آغاز ہوا۔ جامعہ کی نشاۃ ثانیہ کا پانچواں دن تھا مولانا محمد عبد المالک، جامعہ مظفریہ سے فارغ التحصیل ہو کر جامعہ میں ورود فرما ہو چکے تھے یوں 1976ء میں آپ جامعہ کے عہد نو کے اولین طلباء کی صف میں شامل ہو گئے۔ مولانا عبد الرؤف نے آپ کو حضرت ثانی خواجہ غلام جیلانی کے دست لاثانی پر بیعت کروا دیا

اور عرض کناں ہوئے کہ یہ ننھا طالب علم بڑا فطین وذہین اور قوی حافظہ کا مالک ہے۔ جو چیز ایک بار سن لے اُسے ازبر کرلیتا ہے خواجہ صاحب کو یہ بات پسند آئی دو دن بعد جامعہ شمس العلوم گانگویہ میں حضرت خواجہ احمد الدین گانگوی کا عرس مبارک تھا علمائے کرام کے خطابات ہونا تھے خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ شب جمعہ کی محفل میں شریک ہوکر تقاریر سنی ہیں اور پھر وہی تقریر جمعہ کے اجتماع میں سنانی ہے۔ چنانچہ ہم سبق ساتھی میاں ممتاز کے ہمراہ حضرت خواجہ غلام فخر الدین گانگوی کے ہاں شمس العلوم پہنچے تقاریر سنی، جمعہ کے موقع پر حضرت ثانی کے حسب ارشاد آپ کی موجودگی میں بھرپور خطاب کیا حضرت ثانی کو نوخیز طالب علم کی خوش آوازی بھاگئی۔ جمعہ کے بعد آپ نے حجرہ مبارک میں بلا کر فرمایا:

ان شاء اللہ ہک وقت آسی، فیض، فیض، تھیسی

(ان شاء اللہ اک وقت آئے گا جب فیض فیض ہوگا)

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضرت ثانی کے یہ جملے پتھر پر لکیر بن کر مولانا فیض محمد کی تقدیر بن گئے اور یہ صورت حال ہے کہ

ہجوم کیوں ہے زیادہ مے خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

تمام درسی کتب جامعہ اکبریہ میں پڑھیں دوران تعلم چار سال جامعہ میں مسلسل تراویح میں قرآن پاک بھی سناتے رہے۔ آپ نے درج ذیل اساتذہ کے

سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

(1)حضرت ثانی مولانا خواجہ غلام جیلانی (فارسی کی تمام کتب حضرت سے سبقاً سبقاً پڑھیں)(2) شیخ الحدیث حضرت خواجہ غلام فخر الدین گانگویؒ(3) شیخ الحدیث مولانا میاں محمد "تلمیذ رشید مولانا سردار احمد "محدث اعظم پاکستان(4)حضرت ثالث صاحبزادہ محمد عبدالمالک (5) شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد الباروی(6) شیخ الحدیث مفتی عبد الغفورؒ(7) مفتی محمد سعید"تلمیذ رشید محدث اعظم پاکستان (8) مفتی عبدالعزیز سیالوی گوندل، سرگودھا

بعد از تکمیل درسیات بطور عربی ٹیچر بھی فرائض سرانجام دیئے۔

خوبرو ہیں، خوش گلو ہیں، سخی اور فیاض ہیں۔دل دردمند کے مالک ہیں۔ "جو آئے آئے ہم در کشادہ رکھتے ہیں" کے مصداق ہیں۔ علم پرور اور رموز تبلیغ دین سے واقف ہیں، ذاتی کتب خانہ میں ہزاروں کتب موجود ہیں جس میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ انکی بنا کردہ جامعہ مسجد بلال مرکز علم و عرفان کا روپ دھارے ہوئے ہے۔ غم امت میں بے قرار اور بیدار رہتے ہیں۔ نماز تراویح میں قرآن سناتے سناتے پچاس برس سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ زوارِ داتا دربار ہیں۔ ہر جمعرات اور ہر ماہ میں چار بار داتا دربار کی حاضری سے فیض بار ہوتے ہیں۔ 35 سالوں سے درِ داتا حضور کا یہ سفر نور آج بھی جاری و ساری ہے۔ مولانا فیض محمد چشتی اکبری عشق داتا حضور میں رچی بسی اک روح کا دوسرا نام ہے۔

آپ کے چند معروف مشائخ کے اسم ہائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

☆ حضرت ثانی مولانا خواجہ غلام جیلانی

☆ حضرت خواجہ غلام فخر الدین گانگوی

☆ حضرت خواجہ غلام فخر الدین گیلانی، وڑچھ شریف

☆ حضرت پیر سید عبداللہ شاہ گیلانی گنجیال شریف

☆ حضرت پیر محمد رفیق، گجراتی

☆ حضرت ثالث صاحبزادہ محمد عبدالمالک

مولانا غلام یٰسین (م 2000ء)

آپ ضلع میانوالی کے قصبہ کچہ گجرات میں 1959ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے جامعہ غوثیہ رضویہ عربیہ، اسلام پور (روڈی، کلور کوٹ ضلع بھکر) میں قرآن پاک حفظ کیا۔ 1978ء میں جامعہ اکبریہ میانوالی میں داخل ہوئے۔ یہاں اکثر درسی کتب پڑھیں۔ دار العلوم جامعہ اکبریہ میں خواجہ غلام جیلانی، شیخ الحدیث مولانا عبد الغفور سیالوی، مولانا نذیر احمد الباروی، مولانا نیاز احمد اور صاحبزادہ محمد عبد المالک چشتی نظامی سے استفادہ کیا۔ تحصیل مزید کیلئے جامعہ رضویہ مظہر العلوم ملتان چلے گئے۔ وہاں سے جامعہ امینیہ فیصل آباد آئے اور دورہ تفسیر کیا۔ جامعہ امینیہ میں آپ نے مفتی محمد امین نقشبندی، مولانا فیض احمد اویسی اور شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی سے استفادہ کیا۔ تکمیل درسیات کے بعد میانوالی آ گئے۔ جامعہ مسجد صدیق اکبر واںڈھی گھنڈ والی کے امام و خطیب مقرر ہوئے۔ ساتھ ساتھ بحیثیت عربی ٹیچر سرکاری ملازمت اختیار کرلی۔ آپ واقعتاً اسلاف کی یادگار تھے۔ آپ کی پرہیزگاری، سادگی، زہد و تقویٰ آج بھی زبان زد عام ہیں۔ 41 برس کی عمر میں دار فانی سے رحلت فرما گئے اور آپکا مرقد مبارک واںڈھی گھنڈ والی قبرستان میں مرجع خلائق ہے۔

مولانا فتح خان چشتی

آپ 1961ء وڑچھہ شریف ضلع خوشاب میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن اور پرائمری تک تعلیم آبائی گاؤں وڑچھہ میں حاصل کی۔ درس نظامی کا آغاز 1977ء میں جامعہ اکبریہ میانوالی میں کیا۔ درج ذیل اساتذہ سے اکتساب فیض کیا
(1) حضرت خواجہ غلام جیلانیؒ (2) صاحبزادہ محمد عبد المالک چشتی (3) علامہ نذیر احمد البارویؒ (4) علامہ نیاز احمد تونسویؒ (5) شیخ الحدیث مولانا عبد الغفور سیالویؒ

1983ء میں جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی چلے گئے وہاں شیخ الحدیث علامہ غلام محی الدین سلطان پوری، شیخ الحدیث علامہ سید حسین الدین شاہ سلطان پوری، علامہ مفتی محمد یعقوب ہزاروی اور شیخ الحدیث علامہ عبد الرزاق بھترالویؒ سے استفادہ کیا۔ مزید تحصیل علم کے لئے جامعہ شمس العلوم کراچی میں داخلہ لیا۔ علامہ غلام محمد سیالوی اور شیخ الحدیث مولانا نصر اللہ افغانی سے سند حدیث حاصل کی۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے ایم اے بی ایڈ کیا۔ اکتوبر 1985ء کو بطور عربی ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول میانوالی سے ملازمت کا آغاز کیا۔ جامعہ اکبریہ میانوالی میں اس دوران چار سال تک بطور ناظم و مدرس خدمات سرانجام دیں۔

ضلع میانوالی کے عربی اساتذہ کے حقوق کے تحفظ کے لئے عریبک ٹیچر یونین قائم کی اور چار سال تک اس یونین کے جنرل سیکرٹری رہے اور اس کے ساتھ ساتھ انجمن فضلاء جامعہ اکبریہ کے صدر بھی رہے۔ جنوری 1990ء میں اسلام آباد میں تبادلہ ہوا اور بطور وائس پرنسپل (بی پی ایس 18) میں 8 اپریل 2021ء کو اپنے عہدہ سے باعزت ریٹائرڈ ہوئے۔ دوران ملازمت اسلام آباد کی مختلف مساجد میں

امامت وخطابت کے فرائض بھی سر انجام دیئے۔ 2012ء میں اسلام آباد کے سیکٹر جی 13 میں جامعہ مسجد انوار مدینہ اور انوار مدینہ اسلامک سنٹر قائم کیا۔ جس میں اس وقت شعبہ درس نظامی اور شعبہ حفظ و تجوید کا سلسلہ جاری ہے۔ مخلوق خدا کی فلاح وبہبود کے لئے انوار حرمین ٹرسٹ کا قیام عمل میں لایا گیا جو عرصہ تین سال سے بندگان خدا کی خدمت میں سرگرم عمل ہے۔

آپکے چند نمایاں عہدے درج ذیل ہیں۔

(1) چیئرمین انوار حرمین ٹرسٹ پاکستان (2) پرنسپل انوار مدینہ اسلامک سنٹر اسلام آباد (3) خطیب جامع مسجد انوار مدینہ جی 13 اسلام آباد (4) وائس پرنسپل (ریٹائرڈ) اسلام آباد ماڈل سکول فار وائز جی 13 اسلام آباد (5) ناظم اعلیٰ نظام المساجد کونسل اسلام آباد (6) وائس چیئرمین تحفظ ناموس رسالت محاذ اسلام آباد (7) پرنسپل ادارہ گلشن چشتیہ ایف 13 اسلام آباد

مولانا اللہ وسایا ارشد ثانی:

مولانا اللہ وسایا ارشد بن غلام محمد 18 جولائی 1953ء بروز جمعرات ایک غریب اور مزدور گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مڈل تک تعلیم گورنمنٹ ڈی سی سکول موسیٰ خیل سے حاصل کی اور 1968ء میں مڈل بورڈ کا امتحان دیا۔ آپ کے ابتدائی اساتذہ میں حضرت علامہ مولانا محمد حنیف رضوی ؒ ماڑی انڈس، حافظ محمد رمضان باہی مرحوم، خواجہ شیخ محمد رمضان صاحب، حبیب اللہ خان یاری خیل، ملک نور محمد صاحب مندوال شامل ہیں۔ 1969ء والدہ مرحومہ کی زبردست خواہش پر حفظ قرآن پاک کیلئے حضرت مولانا حافظ شیخ محمد موسیٰ ؒ کے درس (مسجد لکی خیل) میں حفظ قرآن پاک

مکمل کیا۔

مارچ 1972ء میں ایک رشتہ دار کیساتھ دینی تعلیم کیلئے کراچی چلے گئے وہاں بکراپیڑی کراچی کے ایک مدرسہ دارالعلوم فیض نبوی میں درس نظامی کا آغاز کیا۔

سات سال بعد 1979ء میں دورہ حدیث شریف کیلئے خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی ؒ کے مدرسہ جامعہ حنفیہ غوثیہ پی ای سی ایچ سوسائٹی نزد طارق روڈ کراچی میں شیخ الحدیث والتفسیر استاد العلماء حضرت علامہ مولانا ابوالطاہر محمد رمضان ؒ کی خدمت عالیہ میں دورہ حدیث میں داخلہ لیا۔ ایک سال بعد دورہ شریف کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی ۔ ایک سال بعد 1980ء میں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا غلام علی اوکاڑوی ؒ کے پاس خطیب پاکستان علامہ شفیع اوکاڑوی کی مسجد گلزار حبیب سولجر بازار میں دورہ تفسیر قرآن مکمل کیا۔ ان مدارس میں آپ نے جن اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا ان میں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ غلام علی اوکاڑوی ؒ، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا ابوالطاہر محمد رمضان ؒ، استاد العلماء حضرت علامہ مولانا سید عمر دراز شاہ مشہدی، حضرت مولانا مفتی محمد رفیق حسنی، حضرت علامہ مولانا غلام محمد بندیالوی ؒ، حضرت علامہ مولانا منتظر شاہ ہزاروی، حضرت علامہ مولانا محمد ولی اللہ ؒ، حضرت علامہ مولانا عبدالرحیم حیدری ؒ، حضرت مولانا قاری محمد شمس العارفین ؒ، جبکہ جامع منقول و معقول حضرت علامہ عبدالغفور سیالوی کے پاس جامعہ اکبریہ میانوالی میں سابق فضلا تنظیم المدارس کے امتحان کیلئے تیاری کی۔ رات کو وہاں حاضری ہوتی اور امتحان کی تیاری کرائی جاتی۔

ماہنامہ کاروانِ قمر کراچی کے شیخ الحدیث نمبر میں شیخ الحدیث مولانا محمد رمضان

کے مشہور تلامذہ میں آپ کا شمار کیا گیا۔ ابتداء ہی سے چونکہ ذہن اور مزاج تحریکی اور تنظیمی تھا اس لئے جہاں بھی رہے کسی نہ کسی تنظیم کی ذمہ داری کو نبھایا۔ دار العلوم فیض نبوی میں طلبہ کی بزم فیض نبوی کے جنرل سیکرٹری کے عہدے پر کام کیا۔ جامعہ حنفیہ غوثیہ میں بزم طلبہ غوثیہ کے جنرل سیکرٹری بکرا پیڑی کراچی کی ایک تبلیغی اصلاحی تنظیم انجمن خادمان اہل سنت ومحبان اہل بیت کے جنرل سیکرٹری رہے اور علاقہ میں جلسے کرائے اور جشن عید میلاد النبی کے سالانہ جلوس میں شرکت کیلئے گارڈ کی تیاری اور مختلف نوعیت کے مذہبی کام انجام دیئے۔ 1979ء میں کراچی کے مدارس کے طلبا کا ایک نمائندہ اجلاس جامعہ نعیمیہ فیڈرل بی ایریا میں منعقد ہوا۔ جس میں علامہ پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شہتاز کی پر خلوص کوششوں سے دینی مدارس کے طلبہ کے حقوق کیلئے ایک تنظیم کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کے اغراض ومقاصد صرف اور صرف دینی مدارس کے طلبہ کو اپنے حقوق کے حصول کیلئے ایک تنظیم کی لڑی میں پرونا تھا۔ اس مقصد کیلئے انجمن طلبہ مدارس عربیہ کراچی قائم کی گئی۔ جس میں آپ کا شمار بانی کارکنان میں ہوتا ہے مسلسل جدوجہد سے انجمن کو ملکی سطح پر فعال کرنے اور پھیلانے کیلئے کام کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں انجمن پورے ملک کے دینی طلبہ کی ایک نمائندہ تنظیم بن گئی۔ انجمن کے پہلے صدر مولانا غلام دستگیر قریشی، مرکزی جنرل سیکرٹری ڈاکٹر نور احمد شہتاز اور آپ کو مرکزی پریس سیکرٹری نامزد کیا گیا۔ دینی مدارس کی فہرست بنائی گئی۔ اس وقت شروع شروع میں پورے ملک کے تقریباً 360 دینی مدارس انجمن میں رجسٹر کئے گئے بعد میں انکی تعداد مزید بڑھ کر پانچ سو تک تعداد جا پہنچی۔ آپ نے مل جل کر رات دن انجمن کیلئے ایک کر دیئے۔ انجمن کے پلیٹ فارم

پر متعدد کانفرنسز، سیمینارز، جلسے، کنونشنز اور بین المدارس تقریری مقابلے کرائے۔ سنی کانفرنس 1979ء ملتان کے موقع پر ملک گیر طلبہ کنونشن کرایا جس میں ملک کے بے شمار طلبہ نے بھرپور شرکت کی۔ اسی طرح رائے ونڈ سنی کانفرنس کے موقع پر بھی ایک تاریخ ساز طلبہ کنونشن کرایا گیا۔ جس میں بھی طلبہ نے بھرپور شرکت کی۔ اس کنونشن میں آپ نے انجمن کی تاحال کارکردگی، اخباری تراشوں پر مبنی خوبصورت چارٹ جب پنڈال کی قناتوں پر چسپاں کئے تو آپ کو بہت سراہا گیا۔

انجمن طلبہ مدارس عربیہ کا سب سے پہلا مطالبہ یہ تھا کہ دینی مدارس کے طلبہ کی درس نظامی کی سند کو ایم اے کے مساوی قرار دیا جائے اور دینی طلبہ کو پاکستان فورسز اور کالج اور سکولز میں خطیب و امام، پروفیسر، عریبک ٹیچر تعینات کیا جائے۔ دینی مدارس کے طلبہ کو دوسرے طلبہ کی طرح کرایوں میں بھی رعایت دی جائے وغیرہ وغیرہ۔ بعد میں جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں تنظیم المدارس کے پلیٹ فارم سے یہ مطالبات منظور کئے۔ لیکن ان مطالبات کا آغاز اور اشاعت سب سے پہلے انجمن نے کی۔

1984ء میں بعض مجبوریوں کی بنا پر آپ نے کراچی کو خیر باد کہہ دیا اور جامع مسجد انوار مدینہ ریلوے اسٹیشن میانوالی میں مولانا غلام سرور سیالوی صاحب کی وساطت سے امام و خطیب مقرر ہوئے۔ ذمہ داری سنبھالتے ہی آپ نے سب سے پہلے مسجد میں ہفتہ وار محفل شب جمعہ شروع کر دی۔ جس میں درس قرآن، حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول اور آخر میں سلسلہ نقشبندیہ، ختم خواجگان اور ذکر بالجہر جاری کرایا۔ تھوڑے ہی عرصے میں عوام اہل سنت میں اسکی زبردست پذیرائی ہوئی اور ایک اچھی

خاصی تعداد میں تمام شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ عوام اہل سنت نے شرکت شروع کر دی۔۔

1986ء میں سابق فضلاء کے امتحان میں شرکت کی ایک سال کے بعد شہادۃ العالمیہ کی سند مل گئی۔ 1989ء میں دعوت اسلامی کا ہفتہ وار تبلیغی اجتماع ریلوے اسٹیشن مسجد میں شروع کرایا تھوڑے عرصہ بعد اجتماع کامیاب ہوا اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اتفاقاً 1990ء میں آپ کے والد مرحوم بیمار ہو گئے۔ آپ فیصل آباد الائیڈ ہسپتال انکے ساتھ چلے گئے۔ دس بارہ دن کے علاج کے بعد ڈاکٹروں نے لاعلاج کر کے واپس بھیج دیا۔ تقریباً ایک ماہ مسجد سے غیر حاضر رہے۔ آپ کی عدم موجودگی میں دعوت اسلامی کے مرکز میں کسی نے شکایت کر دی کہ یہ آدمی اہل سنت کی دوسری تنظیموں میں بھی دلچسپی لیتا ہے لہٰذا مرکز سے ایک وفد آیا اور یہاں سے ہفتہ وار اجتماع جامع مسجد سیف العلی میں منتقل ہو گیا۔ 26 ستمبر 1987ء گورنمنٹ ایلیمنٹری سکول وتہ خیل میں تعینات ہوئے پہلے عارضی طور پر تعینات کئے گئے بعد میں رننگ سکیل مل گیا۔ مولانا فتح خان چشتی کی کوششوں سے عربیک ٹیچر کی ایسوسی ایشن قائم ہو گئی۔ جس میں ضلع بھر کے عربیک حضرات شامل ہو گئے اور اپنے حقوق کیلئے عربیک ایسوسی ایشن کے پلیٹ فارم پر جدوجہد شروع کر دی۔ حضرت علامہ فدا رسول حیدری پہلے صدر علامہ فتح خان چشتی جنرل سیکرٹری نامزد ہوئے۔ آپ ایسوسی ایشن کے خازن کی ذمہ داری نبھاتے رہے۔ ایسوسی ایشن کے پلیٹ فارم پر سکیل چودہ، گریڈ پندرہ پھر سولہویں گریڈ تک عربیک ٹیچرز کو دوسرے اساتذہ کے برابر سکیل دیئے گئے۔

1990ء میں اہل سنت ضلع میانوالی کا ایک نمائندہ اجلاس جامع مسجد بس

سٹینڈ میانوالی میں بلایا گیا جس میں میانوالی کے تمام علماء کرام اور مشائخ عظام نے بھرپور شرکت کی۔ اجلاس میں استاد العلماء صاحبزادہ محمد عبد المالک نے حضرت علامہ محمد ابراہیم سیالوی کا نام صدر کیلئے اور آپ کا نام ناظم اعلیٰ کیلئے پیش کیا جس کی اس نمائندہ اجلاس میں بھرپور تائید کی گئی۔ اس طرح جماعت اہل سنت ضلع میانوالی کی ایک نئی باڈی معرض وجود میں آئی۔ آپ نے سب سے پہلے جماعت کی تنظیم سازی پر زور دیا۔ ضلع کے طول و عرض میں دورے کئے اور عوام اہل سنت اور آئمہ و خطبا اہل سنت کو تنظیم سازی کی طرف مائل کیا۔ جماعت کا طریقہ کار یہ تھا کہ تھانہ کی سطح پر ہر علاقے کی تنظیم بنائی جائے۔ اور ہر علاقے میں اسی ذیلی تنظیم کے ذریعے کام کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے تبی سر، عیسیٰ خیل، کمر مشانی، کالاباغ، داؤد خیل، موچھ، میانوالی سٹی، میانوالی صدر، موسیٰ خیل، چکڑالہ، واں بھچراں، کندیاں، ہرنولی اور تھانہ پپلاں میں جماعت کی ذیلی تنظیمیں قائم کر کے کام شروع کر دیا اور ان علاقوں میں مسلسل دورے کئے۔

مذکورہ علاقوں میں جلسہ ہائے میلاد النبی ﷺ کا ایک مربوط پروگرام مرتب کیا جاتا ہے جس میں علاقہ وائز جلسوں کا گوشوارہ دیا جاتا۔ جس پر مختلف علماء کرام کے خطابات کیلئے آپ کو ذمہ داری سونپی جاتی۔ ناگہانی آفت، سیلاب زدگان کی امداد کیلئے امدادی کیمپ اور ان سے حاصل ہونے والی آمدن، کپڑے، کمبل، بستر اور نقدی پر مشتمل ٹرکوں میں سامان سیلاب زدگان کو جماعت اہل سنت ضلع میانوالی کی طرف سے پہنچایا گیا۔ آئمہ و خطبا اور علماء کرام کے تربیتی کیمپ، سالانہ کنونشن منعقد کئے گئے اور میانوالی کے ہر تھانے کے علاقہ میں اجلاس رکھے جاتے جن میں علاقوں

کے مذہبی مسائل پر گفتگو کی جاتی اور پروگرام ترتیب دیئے جاتے۔ اس سلسلہ میں ضلع میں متعدد دورے کئے گئے۔ اکثر دوروں میں صدر جماعت اہل سنت حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب ؒ بھی ساتھ تشریف لاکر سرپرستی فرماتے۔ یہ سارا کام استاد العلماء صاحبزادہ محمد عبدالمالک کی سرپرستی، تربیت اور پرخلوص تجاویز کا رہین منت ہوتا۔

2000ء تک مسلسل یہ سلسلہ چلتا رہا۔ کچھ گھریلو مجبوریوں کی بناء پر آپ نے جماعت سے استعفیٰ دیدیا۔ اسی سال انجمن کا ایک ضلعی کنونشن ہوا جس میں مرکزی عہدیداروں علامہ پیر محمد افضل قادری مرکزی ناظم جماعت اور حضرت مولانا غلام صدیق احمد نقشبندی نے مرکز سے اس کنونشن میں شرکت فرمائی۔ آپ کے استعفیٰ پر غور وخوض کیا گیا آپ کو بصد اسرار حکم کیا گیا کہ فی الحال استعفیٰ نہ دیں۔ آپ کا ضمیر اس بات کیخلاف تھا کہ کام نہ کرو اور عہدے سے چمٹے رہو۔ بڑی مشکل سے آپ کا استعفیٰ منظور کر کے مولٰنا منظور عالم سیالوی کو ناظم اعلیٰ نامزد کیا گیا۔

کچھ عرصہ بعد آپ کا نام جماعت اہل سنت میانوالی کی صدارت کیلئے نامزد ہوا۔ حضرت علامہ میاں شوکت علی شاہ کو ناظم اعلیٰ نامزد کیا گیا۔ آپ نے دیگر ساتھیوں کیساتھ ملکر جماعت کا کام شروع کر دیا۔ سب سے پہلے جماعت کو شہر کی سطح پر فعال بنانے کیلئے میاں صاحب مرحوم نے متعدد کامیاب اجلاس کئے۔ ہفتہ وار تبلیغی اجتماع پہلے مختلف مساجد میں پھر مستقل طور پر جامع مسجد میاں علی احمد والی میں شروع کیا گیا۔ جو بڑی کامیابی سے چلتا رہا کچھ عرصہ بعد میاں صاحب یہاں سے شادیہ نقل مکانی کر گئے اور یہ اجتماع ختم ہو گیا۔

2012ء کو گھٹنوں میں درد کی بیماری شروع ہو گئی۔ نماز پڑھانا مشکل ہو گیا۔ ایک

نائب امام مقرر کر کے صرف جمعہ شریف کا خطبہ اور تقریر تک محدود ہو گئے۔ یہ سلسلہ دو تین سال اسی طرح چلا رہا۔ 2016ء کو مستقل طور پر مسجد سے سبکدوشی کا اعلان کر دیا اور آج اپنے بیٹے (جو ٹیکنیکل کالج واں ڈھی ارائیاں نوانوالی میں داخلہ کلرک ہے) حافظ محمد بلال حسن کیساتھ کالج کی سٹاف کالونی میں رہائش پذیر ہیں۔

آپ نے تحریک پاکستان علماء اہل سنت کا کردار، تحریک آزادی میں علماء اہل سنت کا کردار، معراج النبی ﷺ، زیارت مدینہ منورہ، اعجاز القرآن، سکول و کالج کے طلبہ کیلئے مجموعہ تقاریر، اسلام کا معاشرتی نظام کے عنوان سے مضامین تحریر کئے جبکہ مملکت خداداد پاکستان اور مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی کے عنوان سے کتاب تصنیف فرمائی۔

مولانا منظور عالم سیالوی:

آپ 5 اپریل 1964ء کو دھلہ عظمت خان والہ ضلع میانوالی حضرت علامہ مولانا محمد اولیاء چشتی میروی ؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ 1969ء میں گورنمنٹ پرائمری سکول زادے خیل میں داخل ہوئے۔ 1974ء میں گورنمنٹ ایم سی ہائی سکول میانوالی میں داخلہ لیا اور عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ درس نظامی کیلئے جامعہ شمع صدیقیہ میں داخل ہوئے اور شیخ الحدیث میاں محمد ؒ سے کتب فارسی پڑھیں۔ آئندہ سال دار العلوم جامعہ اکبریہ میں داخل ہوئے۔ جامعہ اکبریہ میں خواجہ غلام جیلانی ؒ کے پاس کریما بوستان یوسف زلیخا پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہاں چند ماہ گزارنے کے بعد والد گرامی کی خواہش پر ڈھبہ شریف استاد العلماء قاضی نور احمد ؒ کے پاس چلے گئے۔ وہاں چار پانچ ماہ پڑھا لیکن دیہات ہونے کی وجہ سے دل نہ لگ سکا۔ پھر دوران سال جامعہ مظفریہ

واں بھچراں شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم سیالویؒ اور علامہ فضل رسول سیالویؒ کے پاس فارسی کتب مکمل کیں۔ 1978ء میں چکوال اشاعت العلوم میں چلے گئے اور علامہ غلام محمد سیالویؒ کے پاس صرف پڑھی اور علامہ مفتی اکرام الحق کے پاس کتب فقہ پڑھیں۔ 1979ء میں علامہ غلام محمد سیالوی کے ہمراہ شمس العلوم کراچی چلے گئے۔ کراچی میں علامہ غلام محمد سیالویؒ کے پاس نحو میر پڑھی علامہ نیاز احمد کے پاس شرح مائۃ عامل کے کچھ اسباق پڑھے۔ والد گرامی کی ناسازی طبع کی وجہ سے میانوالی واپس آ گئے۔ دوبارہ جامعہ اکبریہ میں داخل ہوئے اور یہاں صاحبزادہ محمد عبد المالک، علامہ نذیر احمد البارویؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبد الغفور سیالویؒ سے پڑھنا شروع کیا اور یہیں سے درس نظامی مکمل کیا۔ دورہ حدیث شریف کیلئے کراچی چلے گئے جبکہ آپ صاحبزادہ محمد عبد المالک نے حکم فرمایا کہ آپ کراچی میں جامعہ حامدیہ گلشن رضا نزد جامعہ کراچی میں جائیں وہاں امام المناطقہ علامہ عطا محمد بندیالوی سے استفادہ کریں۔

آپ تقریباً دو سال جامعہ حامدیہ میں پڑھتے رہے پھر 1986ء میں شمس العلوم جامعہ رضویہ شیخ الحدیث محمد نصر اللہ خانؒ سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ دورہ حدیث کے بعد کراچی کے علاقہ نیو کراچی میں ایک جامعہ مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دینا شروع کئے اور ساتھ ہی مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کیا قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانیؒ سے بھی کافی ملاقاتیں رہیں۔ پھر 1989ء میں قبلہ صاحبزادہ محمد عبد المالک، علامہ محمد ابراہیم سیالویؒ کے ہمراہ کراچی تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ میانوالی آئیں تاکہ ادارے کے معاملات میں میرے ساتھ مدد کریں۔ میانوالی میں بطور عربی ٹیچر تقرر ہوا اور ساتھ ہی جماعت اہل سنت کی ذمہ داری بھی دے دی

گئی۔

علامہ محمد ابراہیم سیالویؒ کے ساتھ بطور ناظم جماعت اہل سنت کا کام کیا۔ جب بھی ضرورت پڑی تو میانوالی کی بھرپور نمائندگی کی 2008ء میں جب پرویز مشرف نے حدود اللہ میں ترمیم کی تو میانوالی میں مقامی ہوٹل پر عظیم تحفظ حدود اللہ سیمینار جماعت کے پلیٹ فارم پر منعقد کیا۔ جس میں حاجی فضل کریمؒ نے خطاب کیا اور اسی سیمینار میں اسمبلی سے استعفیٰ کا اعلان فرمایا۔ سیمینار کے دو ماہ بعد آپکو گھر سے گرفتار کر کے کوٹ لکھپت جیل لاہور تین ماہ کیلئے نظر بند کر دیا گیا۔ دوسری دفعہ جب ختم نبوت کی دفعات پر حملہ کیا گیا تو پھر سنٹرل جیل میانوالی میں ایک ماہ تک نظر بند رہے۔

2017ء میں آپکو دار الاطفال کا ناظم بنایا گیا۔ تین سال کے مختصر عرصہ میں دار الاطفال کی جدید عمارت دو کروڑ کی لاگت سے تیار کرائی۔ آپ اس وقت ڈسٹرکٹ امن کمیٹی کے ممبر بھی ہیں۔ جماعت اہل سنت کیلئے آپ کی خدمات سنہری حروف میں لکھی جائیں گی۔

پیر سید سراج الزمان شاہ (م 2018ء):

کوٹ چاندنہ ضلع میانوالی کا علمی اور روحانی پس منظر محتاجِ تعارف نہیں۔ حضرت علامہ سید نور الزمان شاہؒ اس سلسلہ علمی کے بانی تھے۔ جنہوں نے ہندوستان کے اکابر علماء سے اکتساب فیض کیا اور آپ مولانا احمد الدین گانگوی کے معروف تلامذہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ازاں بعد آپ سے ایک جہان نے اکتساب فیض کیا۔ مولانا اکبر علی چشتیؒ، مولانا گھوٹوی جیسے اکابر علماء آپ کے شاگرد ہوئے۔ آپ کے ایک ہی

بیٹے تھے جنکا نام پیر سید فخر الزمان شاہ تھا۔ آپؒ برصغیر کی معروف تحریکات کا حصہ رہے۔ آپ کے چار بیٹے ہوئے سید شمس الزمان شاہ، سید بدر الزمان شاہ، سید مصباح الزمان شاہ، سید منیر الزمان شاہ۔ سید بدر الزمان شاہ کے تین بیٹے ہوئے سید نور الزمان شاہ، سید قمر الزمان شاہ، سید سراج الزمان شاہ۔ یہ تینوں صاحبزادے دار العلوم جامعہ اکبریہ میں پڑھتے رہے۔ سید سراج الزمان شاہ نے انوار نوریہ کے نام سے خاندان نوریہ فخریہ کا 191 سالہ علمی، عملی، روحانی اثاثہ اور جلیل القدر صاحب کمالات باہرہ ہستیوں کا ذکر جمیل اس میں یکجا کر دیا ہے۔ 617 صفحات پر مشتمل یہ ضخیم کتاب 2014ء میں بزم بدریہ پاکستان کے تحت شائع ہوئی۔ سید سراج الزمان شاہ ایک باوقار عالم اور روحانی شخصیت تھے۔ گردے کے عارضہ میں مبتلا ہوئے اور دو سال قبل آپکا وصال ہوا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد ظفر اقبال سیالوی:

آپ 1964ء میں سون سکیسر کے ایک گاؤں امب شریف میں ایک درویش صفت انسان محمد مہر خان کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی نے قرآن کی تعلیم اور حفظ کے لئے جامعہ حسیبیہ وڑچھ شریف میں داخل کرایا۔ تکمیل حفظ قرآن کے بعد دینی تعلیم کے حصول کے لئے جامعہ اکبریہ میانوالی میں داخل ہوئے اور یہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ جامعہ اکبریہ میں آپ نے شیخ الحدیث مولانا عبد الغفور سیالویؒ، صاحبزادہ محمد عبد المالک چشتی، مولانا نذیر احمد البارویؒ اور مولانا نیاز احمدؒ سے استفادہ کیا۔ گورنمنٹ جامعہ ہائی سکول میانوالی میں بحیثیت عربی ٹیچر تقرر ہوا۔ بعد ازاں لیکچرر کے طور پر گورنمنٹ ڈگری کالج میانوالی میں چلے گئے۔ اس کے ساتھ

ساتھ تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھیں اور ایم فل علوم اسلامیہ اور پھر پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کی ڈگری علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے حاصل کی۔ آپ نے درج ذیل کتب اور مضامین تالیف کئے۔

1- تفسیر الجصاص سے سورۃ المائدہ کا ترجمہ تخریج اور حواشی، مقالہ ایم فل، 2007ء، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

2- مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی ایک تاریخی شخصیت، 2018ء، مجلہ مجاہد ملت قصور

3- بیسویں صدی عیسوی میں تفسیر کا دعوتی رجحان، مقالہ پی ایچ ڈی، 2019ء، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

4- وحید الدین خان کی دعوت کا تنقیدی جائزہ، 2019ء، معارف اسلامی مجلہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

5- علماء اہل سنت کی دعوتی خدمات، 2019ء، معارف اسلامی مجلہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

مولانا یونس شاہ ہاشمی:

مولانا یونس شاہ بن علامہ رضا محمد شاہؒ 5 اگست 1966ء میں میانوالی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد درسی کتب کیلئے دار العلوم جامعہ اکبریہ داخل ہوئے۔ یہاں صاحبزادہ محمد عبد المالک سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں جامعہ فاروقیہ، لاہور سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ 1989ء میں بطور عربی ٹیچر تعینات ہوئے۔ 2002ء میں اوسلو ناروے تبلیغ دین کے لئے چلے گئے۔ 2014ء تک مسلم سنٹر اوسلو میں تبلیغی خدمات سرانجام دیں، صاحبزادہ محمد عبد المالک کے حکم پر پاکستان واپس آئے اور

شاہین ٹاؤن میانوالی میں بچیوں کیلئے مدرسہ غوثیہ للبنات کے نام سے تعلیمی ادارہ قائم کیا۔ اس کی سرپرستی صاحبزادہ محمد عبد المالک فرماتے ہیں۔ جبکہ مہتمم مولانا یونس شاہ ہیں۔ اس وقت تین سو سے زائد بچیاں درس نظامی، حفظ قرآن اور سکول کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ مولانا یونس شاہ ہاشمی انتہائی اعلیٰ پایہ کے خطیب بھی ہیں۔ تقریر کرتے ہیں تو سامعین پر سحر طاری کر دیتے ہیں۔ مزاجاً صوفیانہ طبیعت رکھتے ہیں۔

مولانا دوست محمد (وڑچھہ شریف):

مولانا دوست محمد وڑچھہ میں پیدا ہوئے۔ جامعہ حسیبیہ میں قرآن پاک حفظ کیا۔ درس نظامی کی تعلیم کیلئے دار العلوم جامعہ اکبریہ میں داخلہ لیا۔ یہاں شیخ الحدیث مولانا عبد الغفورؒ، صاحبزادہ محمد عبد المالک، مولانا نذیر احمد البارویؒ سے استفادہ کیا۔ دورہ حدیث کیلئے کراچی چلے گئے اور شیخ الحدیث مولانا نصر اللہ خانؒ سے سند حدیث حاصل کی۔ درسیات کی تکمیل کے بعد عربی ٹیچر تعینات ہوئے۔

حضرت فقیر محمد صدیق، چوا شریف سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ قرآن پاک کی تلاوت روایتی لہجے میں کرتے ہیں جس سے روانی اور سوز جھلکتا ہے۔

مولانا حافظ بشیر احمد میروی

مولانا بشیر احمد میروی کا تعلق میرا شریف تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک سے ہے۔ مولانا بشیر احمد میروی حفظ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد 1983ء میں جامعہ اکبریہ میں داخل ہوئے۔ شیخ الحدیث مولانا عبد الغفورؒ، صاحبزادہ محمد عبد المالک، مولانا نذیر احمد البارویؒ سے درسی کتب پڑھیں۔ حضرت خواجہ غلام جیلانی حیات تھے۔ اپنے شہر

کی نسبت سے خاص تعلق تھا۔ آٹھ سالہ مکمل کورس اچھی پوزیشن پر اختتام پذیر ہوا۔ خاص نسبت کی وجہ سے آپکو یہ اعزاز ملا کہ اسی جامعہ میں چار سال امامت اور نماز تراویح میں قرآن سنانے کی خدمت کا موقع ملا۔ ساتھ ہی ادارے کی ناظمیت کے کام سرانجام دیئے بعد میں خصوصی دعاؤں سے رخصت ہو کر کراچی شہر جامعہ رضویہ میں دورہ حدیث کی تعلیم حاصل کی، ساتھ ہی عربی فاضل، میٹرک کی تعلیم مکمل کی۔ پھر وہاں تین سال کے عرصے میں امامت وخطابت کے ساتھ ایف اے کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد 1993ء میں واپس آکر کھوڑ کمپنی ضلع اٹک میں سرکاری سکول میں تبادلہ کرایا۔ اس کے بعد 2000ء میں راولپنڈی شہر میں ایم اے ایجوکیشن پھر ایم اے عربی فرسٹ ڈویژن پنجاب یونیورسٹی سے مکمل کی۔ اب اس وقت انتیس سال تدریس کے ساتھ تیس سال امامت وخطابت کی ہے ساتھ ہی اب صرف خطابت فی سبیل اللہ اسلام آباد میں ہے۔ پنتالیس مرتبہ قرآن پاک ماہ رمضان میں سنانے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اور اب اس وقت جنڈ شہر ضلع اٹک میں ایک مسجد کی تعمیر ذاتی جگہ پر زیر تعمیر ہے۔

مولانا حافظ نور احمد قادری (اچھڑی، اٹک):

آپ استاذ الحفاظ مولانا حافظ محمد نعیم کے گھر 1966ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گاؤں کی جامع مسجد کے امام وخطیب تھے۔ خاندان کے اکثر افراد علماء وحفاظ تھے۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی مولانا حافظ حاجی میاں احمد سے میرا شریف قرآن پاک حفظ کیا۔ بعض درسی کتب جامعہ غوثیہ حنفیہ رضویہ (اٹک) مفسر قرآن مولانا ریاض الدین (تلمیذ رشید محدث اعظم پاکستان) سے پڑھیں۔ فقہ،

اصول، منطق اور حدیث کی اکثر کتب پانچ سال کے عرصہ میں دار العلوم جامعہ اکبریہ پڑھیں۔ یہاں مولانا نذیر احمد الباروی، صاحبزادہ مولانا عبد المالک چشتی، مولانا نیاز احمد اور شیخ الحدیث مولانا عبد الغفور سے بھرپور استفادہ کیا۔ 1985ء میں جامعہ شمس العلوم کراچی چلے گئے ایک سال شیخ الحدیث مولانا نصر اللہ خان افغانی سے استفادہ کیا اور سند حدیث حاصل کی۔ شیخ الحدیث مولانا نصر اللہ خان سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی۔

ایک سال جامعہ خلیلیہ (کندیاں) درسیات کے مدرس رہے۔ اس کے بعد اپنے علاقے اچھڑی میں تبلیغ و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ مدرسہ رضویہ میردیہ اکبر العلوم کی بنیاد رکھی۔ جس کا افتتاح صاحبزادہ مولانا عبد المالک نے فرمایا۔

مفتی حافظ سیف اللہ (نصیر):

مولانا سیف اللہ (نصیر) ہزارہ شمالی تحصیل پپلاں ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ہزارہ شمالی پندرہ پارے قاری سید رسول سے حفظ کئے باقی پندرہ پارے گاؤں کے قریب مہرے والا بھان قاری غلام احمد سے حفظ کئے قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد سکول کی تعلیم شروع کی۔ عصری تعلیم مکمل کرنے کے بعد 1994ء میں کمبوہ شریف ڈیرہ اسمٰعیل خان درس نظامی شروع کی اس کے بعد دار العلوم چشتیہ رضویہ پہاڑپور ڈیرہ اسمٰعیل خان چلے گئے۔

1997ء کو دار العلوم جامعہ اکبریہ میانوالی مفتی حسین علی چشتی کی معیت میں داخلہ لیا جامعہ اکبریہ میانوالی میں 2000ء تک موقوف علیہ تک درس نظامی مکمل کی۔ 2001ء میں جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی دورہ حدیث شریف مکمل کیا۔ یکم

جنوری 2002ء مفتاح العلوم حضرو ضلع اٹک تدریس شروع کی، مئی 2007ء تک وہاں تدریس کی جون 2007ء سے جامعہ مظہریہ بندیال شریف تدریس شروع کی 2012ء تک بندیال شریف تدریس کی 2012ء سے مادر علمی جامعہ اکبریہ میانوالی میں تدریس وافتاء کے فرائض سنبھالے ہوئے ہیں۔

مولانا حافظ محمد علی اعظمی

حافظ محمد علی اعظمی بن محمد بخش 1966ء میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر میں حفظ قرآن وسکول کی تعلیم شروع کی 1978ء میں حفظ قرآن وپرائمری کی تعلیم مکمل کی۔ 1980ء میں درس نظامی کی تعلیم شروع کی اور مولانا نذیر احمد البارویؒ، صاحبزادہ مولانا عبد المالک چشتی، مولانا نیاز احمدؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبد الغفورؒ سے استفادہ کیا۔ 1987ء میں دورہ حدیث مکمل کیا۔ مرکزی جامع مسجد پیر عادل حسین شاہ میانوالی میں 1984ء میں بطور خطیب وامام مقرر ہوئے۔ 2014ء کو دار العلوم الکلیۃ الغوثیہ للبنات کا آغاز کیا۔ اب درجہ عامہ سے عالمیہ دوم تک کی کلاسز پڑھائی جارہی ہیں۔

آپ کی درج ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں:

1. معراج المومنین، محمد علی اعظمی، انجمن فضلاء اکبریہ میانوالی، 1992ء
2. خمینی اپنے آئینہ میں، محمد علی اعظمی، انجمن فضلاء اکبریہ میانوالی، 1992ء
3. نماز تراویح، محمد علی اعظمی، انجمن فضلاء اکبریہ میانوالی، 1998ء
4. نذر کی شرعی حیثیت، محمد علی اعظمی، انجمن فضلاء اکبریہ میانوالی، 2000ء
5. فضیلت العلم العلماء، محمد علی اعظمی، انجمن فضلاء اکبریہ میانوالی، 2002ء
6. نماز صلوٰۃ وتسبیح کی جماعت، محمد علی اعظمی، انجمن فضلاء اکبریہ میانوالی، 2005

7- کنز الحسنین فی تحقیق یوم الاثنین، محمد علی اعظمی، انجمن فضلاء اکبریہ میانوالی، 2012

8- القول المقبول فی جواب صلح ابن رسول، محمد علی اعظمی، انجمن فضلاء اکبریہ میانوالی، 2021

9- المدلل فی شرح المطول کا ترجمہ

اس کے علاوہ ماہنامہ تحفظ کراچی میں 26 اقساط میں مذہب شیعہ کا مفصل تعارف بھی کرایا ہے۔ بیس کے قریب مضامین مقامی و قومی اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔

مولانا عبد الرحمٰن جامی:

آپ 1974ء میں وڑچھ شریف میں پیدا ہوئے۔ مولانا حافظ عبد الرؤف سے قرآن پاک حفظ کیا۔ 1987ء میں جامعہ اکبریہ داخل ہوئے۔ تجوید و قرآت کے لئے دو سال مولانا قاری جاوید اقبال سیالوی سے استفادہ کیا۔ 1990ء میں درس نظامی شروع کی۔ حسب ذیل اساتذہ سے درسی کتب پڑھیں۔

شیخ الحدیث مولانا عبد الغفور سیالوی ؒ، حضرت مولانا عبد المالک چشتی نظامی، مولانا محمد دین، مفتی عبد العزیز سیالوی، مفتی حسین علی چشتی، مولانا مفتی محمد عمر، جامع اکبریہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ سلسلہ چشتیہ میں پیر سید نصیر الدین نصیر سے بیعت ہوئے۔ بیعت ثانی عراق کے سلسلہ قادریہ کے بزرگ شیخ لطیف رؤف الصولی سے کی اور سلسلہ صولیہ ضلع میانوالی کے وکیل مقرر ہوئے۔ بزم اکبریہ کے چھ سال جنرل سیکرٹری اور دو سال صدر رہے۔ بیس سال سے انجمن فضلاء جامعہ اکبریہ کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ بارہ سال سے جماعت اہل سنت سٹی میانوالی کے ناظم ہیں۔ آواز انتہائی خوبصورت ہے۔

ترنم کے ساتھ خطاب کرنے کی وجہ سے عوامی جلسوں میں پسند کئے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ اتحاد بین المسلمین کیلئے آپ کی کاوشیں نمایاں ہیں۔

مولانا قاری محمد اشرف:

آپ 1969ء جھوک گانمے والی، ڈیرہ اسماعیل خان ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد 1988ء میں جامعہ اکبریہ داخل ہوئے اور 1994ء میں سند فراغ حاصل کی۔ جامعہ میں آپ کے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا عبد الغفور سیالویؒ، حضرت مولانا عبد المالک چشتی نظامی، مولانا مفتی محمد عمر تھے۔ دورہ حدیث کے لئے جامعہ شمس العلوم کراچی چلے گئے۔ مولانا یوسف بندیالوی سے دورہ حدیث کیا۔ 1995ء سے 2020ء تک جامعہ اکبریہ میں شعبہ حفظ کے مدرس رہے اور جامعہ مسجد اقصیٰ میانوالی کی امامت وخطابت عرصہ تیس سال سے آپ کے پاس ہے۔

علامہ فیض الحسن شاہ:

آپ 1968ء میں محمد اسلم قریشی کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ 1983 سے 1986ء تک دار العلوم جامعہ اکبریہ میں پڑھتے رہے۔ جامعہ میں آپ کے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا عبد الغفور سیالویؒ، حضرت مولانا عبد المالک چشتی نظامی، مولانا نذیر احمد الباروی، مولانا محمد دین شامل تھے۔ آپ کے ہم سبق ساتھیوں میں علامہ محمد نور الزمان شاہؒ (کوٹ چاندنہ)، ڈاکٹر علامہ قاری ظفر اقبال، علامہ نور الحسن نقشبندی (قائد آباد)، علامہ قاری فیض الرحمن سلطانی کلور کوٹ، علامہ بشیر احمد میروی (میرا

شریف)، علامہ فیض الحسن کاظمی (کرمشانی) شامل ہیں۔ آپ نے 1988ء میں جامعہ رضویہ کراچی سے دورہ حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ کراچی میں تدریس وامامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر حافظ محمد عمر دراز (کنسلٹنٹ میڈیکل سپیشلسٹ)

آپ 1981ء میں مولانا فیض محمد چشتی کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے 1991ء میں دار العلوم جامعہ اکبریہ سے قرآن پاک حفظ کیا۔ کتب فارسی اور کتب فقہ سبقاً سبقاً شیخ الحدیث مولانا عبد الغفور سیالوی اور مفتی حسین علی بندیالوی سے پڑھیں۔ بعد ازاں ایم بی بی ایس کیلئے داخلہ ملا تو مجبوراً درسیات چھوڑنا پڑیں۔ کنگ ایڈورڈ یونیورسٹی لاہور سے میڈیسن میں سپیشلائزیشن کی اور اس وقت کنسلٹنٹ میڈیکل سپیشلسٹ کے طور پر ڈی ایچ کیو ہسپتال میانوالی میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

علامہ عنایت اللہ خان:

علامہ عنایت اللہ خان نے جملہ درسی کتب دار العلوم جامعہ اکبریہ سے پڑھیں اور یہیں سے سند فراغت حاصل کی۔ ایم فل کر چکے ہیں۔ موضوع تحقیق ذیل تھا۔

1۔ مقالہ برائے ایم فل (علوم اسلامیہ)، تفسیر امداد الکرم (علامہ امداد حسین شاہ) اور تفسیر توضیح القرآن (مفتی تقی عثمانی) کے اسلوب و منہج کا تقابلی مطالعہ، قرطبہ یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

علامہ محمد حامد رضا چشتی:

مولانا حامد رضا نے دار العلوم جامعہ اکبریہ سے حفظ کیا اور چار سال تک درسی کتب پڑھیں اور بعد ازاں بھیرہ شریف دار العلوم محمدیہ غوثیہ سے سند فراغت حاصل کی۔ درج ذیل موضوع پر ایم فل کر چکے ہیں۔

1۔ مقالہ برائے ایم فل (علوم اسلامیہ)، علامہ عطا محمد بندیالوی، حیات و خدمات، جی سی یونیورسٹی لاہور

دیگر فارغ التحصیل فضلاء جامعہ اکبریہ:

یہاں تاسیس ثانی کے بعد فارغ التحصیل ہونے والے اُن بعض علماء کے سنین فراغت معہ اسماء گرامی درج کئے جاتے ہیں جنہوں نے درسیات کی تکمیل دار العلوم اکبریہ سے ہی کی۔

مولانا محمد شیر سیالوی ولد جان محمد، شادیہ میانوالی، 1984، مولانا عبد المجید سیالوی ولد اللہ داد، جنڈ نوالہ، 1984، مولانا خیر دین ولد غلام محمد، میانوالی، 1984، مولانا پروفیسر عبد المجید سیالوی ولد غلام حسن، میبل شریف بھکر، 1986، مولانا قاری فتح خان سیالوی ولد شیر محمد، سکا ضلع چکوال، 1986، مولانا قاری امان اللہ قادری ولد کریم بخش، ضلع بھکر، 1986، مولانا قاری نور زمان گولڑوی ولد محمد محمود، سکا ضلع چکوال، 1986، مولانا نور الحسن مظہری ولد صوفی محمد سعید، قائد آباد، 1988، مولانا حافظ شیر محمد میروی ولد گل محمد میروی، میرا شریف اٹک، 1988، مولانا حافظ فیض الرحمن سلطانی ولد عبد الرحمن، کلور کوٹ، 1988، مولانا حافظ محمد یٰسین ولد حافظ میاں جی، کو

ٹ قاضی چکوال، 1988، سید امان اللہ شاہ، دندہ شاہ بلاول 1989، مولانا حافظ محمد اکر م خان ولد حاجی احمد خان، بھکر، 1992، مولانا حافظ محمد شاہین شاہ ولد محمد مسلم شاہ، میا نوالی، 1992، مولانا عبد الغفور عاطف ولد حاجی غلام حسن، میانوالی، 1992، مولانا امام بخش گولڑوی ولد خدا بخش، ڈی آئی خان، 1992، مولانا محمد شاہ نواز ولد غلام قاسم، معظم والی ڈی آئی خان، 2000، مولانا احمد حسن ولد غلام محمد، معظم والی ڈی آئی خان، 2000، مولانا محمد اسلم ولد محمد ابراہیم، معظم والی ڈی آئی خان، 2000، مولانا عبد العزیز ولد غلام یٰسین، سید علیاں، 2000، مولانا نصیر احمد ولد محمد انور، ماہڑ نوالہ میا نوالی، 2000، مولانا محمد رمضان ولد غلام یٰسین، ہوندے والی، 2000، مولانا عبد الغفا ر ولد احمد یار، موسی والی، 2000، مولانا ملازم حسین ولد غلام قادر، چاہ جانے والا میا نوالی 2000، مولانا محمد امین ولد غلام حسین، ہوندے والی میانوالی، 2000، مولانا قمر عباس ولد حاجی نذیر احمد، داؤد خیل میانوالی، 2000، مولانا محمد مشتاق شاکر ولد محمد عثما ن، احمد شاہ والی میانوالی، 2002، مولانا محمد ابراہیم ولد غلام حسین، احمد شاہ والی میا نوالی، 2002، مولانا محمد اسلم ولد غلام سرور، ماہڑ نوالہ میانوالی، 2002، مولانا جاوید ا قبال ولد کرم داد، داؤد خیل میانوالی، 2002، مولانا عبد الرؤف ولد حاجی غلام حسین، پکہ گھنجیرہ میانوالی، 2002، مولانا مشتاق احمد صابر ولد مظفر حسین، جھوک گامے والی ڈی آئی خان، 2002، مولانا فضل الرحمٰن ولد عبد الغفار خان، نیکو خیلا نوالہ میانوالی، 2006، مولانا حافظ شمس الدین ولد غلام قاسم، پپلاں میانوالی، 2006، مولانا مشتاق احمد بندیالوی ولد خان زمان خان، ونجاری عیسیٰ خیل، 2006، مولانا محمد خان ولد فتح خان، شادیہ میانوالی، 2008، مولانا زبیر اقبال ولد کرم داد خان، داؤد خیل میانوالی،

2008، مولانا محمد حنیف ولد احمد حسین، ڈیرہ اسماعیل خان، 2008، مولانا منظور الکو نین ولد حاجی احمد، ڈیرہ اسماعیل خان، 2008، مولانا محمد جواد الحسن ولد گل حسن، کمبوہ شریف ڈی آئی خان، 2008، مولانا محمد فیض رسول ولد حافظ سید رسول، ہزارہ شمالی میا نوالی، 2008، مولانا عبد الغفار ولد غلام سرور، معظم والی ڈی آئی خان، 2008، مولانا حافظ محمد رمضان ولد غلام رسول، پپلاں میانوالی، 2008، مولانا مدثر علی شاہ ولد محمد اصغر شاہ، سمندر شریف ضلع لکی مروت، 2008، مولانا طاہر رضا ولد جان محمد، حافظ امیر والا میانوالی، 2010، مولانا عنایت اللہ خان ولد امیر فیض اللہ خان، بھانی والی ڈی آ ئی خان، 2010، مولا نا محمد عابد علی ولد حکیم نیاز علی، واں بھچراں میا نوالی، 2010، مولانا ظفر اقبال ولد محمد اقبال، لاوہ چکوال، 2010، مولانا محمد اسماعیل مظہری ولد گل جہان چکڑالہ 2010، مولانا ملک دلاور ولد جانوں، کھرو والی ڈی آئی خا ن، 2010، مولا نا محمد اختر ولد مولا نا عبد الغفور، ناڑی واں بھچراں میا نوالی، 2013، مولا نا غازی ہدایت اللہ ولد حاجی امان اللہ، ہزارہ شمالی میا نوالی، 2013، مولا نا محمد اسلم ولد غلام احمد، آدھی کوٹ، 2013، حافظ رحمت اللہ ولد غلام فرید، ہزارہ شمالی میانوالی، 2013، مولانا محمد عبد المجید قاسمی ولد غلام قاسم، جھوک معظم والی ڈی آئی خان، 2013، مولانا کریم بخش ولد محمد بخش، حضرو اٹک، 2015، مولانا محمد رمضان ہزاروی ولد حاجی احمد نواز، ہزارہ شمالی میانوالی، 2015، مولانا عبد الحمید ہزاروی ولد حاجی احمد نواز، ہزارہ شمالی میانوالی، 2015، مولانا لعل حسین شاہ ولد محمد حسین شاہ، حضرو اٹک، 2015، مولانا محمد تنویر ولد غلام محمد، احمد شاہ والی میانوالی، 2015، مولانا محمد خالد محمود ولد حافظ ربنواز، اسلام پور روڈ،

2015، مولانا مشتاق ولد محمد خان، ڈھوک میانی میانوالی، 2015، مولانا محمد عرفان ولد خان زمان، کچہ ملی خیل ڈی آئی خان، 2016، مولانا محمد مطیع اللہ ولد حاجی احمد، ہزارہ شمالی میانوالی، 2016، مولانا محمد صادق ولد عبد الرزاق، ہزارہ شمالی میانوالی، 2016، علامہ غلام فرید ولد فلک شیر، جمعہ شریف ڈی آئی خان، 2016، علامہ محمد سمیع اللہ نصیر ولد غلام یٰسین، جھوک گامے والی ڈی آئی خان، 2016، علامہ حافظ محمد شہباز ولد محمد صدیق، احمد شاہ والی پپلاں، 2016، علامہ محمد ظہور الدین ولد بشیر احمد، دلیو الہ بھکر، 2016، علامہ قاری محبوب ولد احمد نواز، پہاڑپور ڈی آئی خان، 2016، علامہ قاری شاہجہان ولد عبد الخالق، ہزارہ شمالی میانوالی، 2016، علامہ محمد ندیم جامی ولد منیر احمد، ہزارہ شمالی میانوالی، 2018، علامہ محمد سلیم ولد منظور احمد، مموں والی میانوالی، 2018، علامہ محمد وسیم مصطفائی ولد ربنواز، اسلام پور روڈی، 2018، علامہ قمر اقبال سیالوی ولد قاری جاوید اقبال سیالوی، ہاکی سٹیڈیم میانوالی، 2018، علامہ قاری محمد صدیق ولد رقیب، میر اشریف اٹک، 2018، علامہ محمد فیاض ولد محمد نواز، میبل شریف، 2018، علامہ محمد سجاد ولد محمد اقبال، ملتان، 2018، علامہ ابو بکر ولد غلام سرور، میانوالی، 2018، علامہ عبد اللطیف ہزاروی ولد عبد الحمید، ہزارہ شمالی میانوالی، 2019، علامہ ثاقب جاوید ہزاروی ولد صغیر احمد، ہزارہ شمالی میانوالی، 2019، علامہ محرم علی ہزاروی ولد عبد الحمید، ہزارہ شمالی میانوالی، 2019، علامہ بشیر احمد کلو ہزاروی ولد حافظ غلام جیلانی، ہزارہ شمالی میانوالی، 2019، علامہ محمد جنید گولڑوی ولد شیخ عبد الرؤف، پہاڑپور ڈی آئی خان، 2019، علامہ روشن ضمیر ولد غلا شبیر، حمید کوٹ ہرنولی، 2019، علامہ ذکاء اللہ قریشی

ولد عبد الستار قریشی، داؤد خیل میانوالی، 2019، علامہ سیف اللہ ولد امیر فیض اللہ خان، بھانی والی ڈی آئی خان، 2020، عرفان اللہ ولد غلام قادر، جھوک معظم والی پہاڑ پور ڈی آئی خان، 2020، علامہ عرفان ولد خادم حسین، ہزارہ شمالی میانوالی، 2020، علامہ محمد ذوالفقار ولد غلام حسن، چاہ جانے والا میانوالی، 2020، علامہ محمد آصف ولد غلام فرید، چاہ جانے والا میانوالی، 2020، علامہ محمد ذوالفقار ولد غلام حسن، چاہ جانے والا میانوالی، 2020، علامہ محمد خرم اقبال ولد قاری جاوید اقبال سیالوی، ہاکی سٹیڈیم میانوالی، 2020، علامہ محمد عثمان میروی ولد شمس الدین، اٹک، 2020، علامہ محمد رضوان ولد غلام احمد، کالاپانی پہاڑ پور ڈی آئی خان، 2020،

فصل سابع

مولانا اکبر علیؒ کی تحریک اکبریہ پر ایک تاریخی نظر

میانوالی کی معلوم تاریخ کا ایک نمائندہ و درخشندہ استعارہ جامعہ اکبریہ ہے۔ یہ جامعہ تاریخ کا ایک ایسا دلکش سنگم ہے جہاں قدیم و جدید میانوالی کی تاریخ کو باآسانی تلاشا جاسکتا ہے۔ اس نے تاریخ کے بہت سے انمول اور دلکش رنگوں کو اپنے دامن میں سمو رکھا ہے۔ یہاں دلکشی بھی ہے، دل فریبی بھی ہے، رعنائی بھی اور دل نوازی بھی، زیبائی بھی اور حیرت بھی! یہاں سے جنم لینے والے فقر غیور نے ہر زمانے کے طاغوت کے غرور کو للکارا ہے۔

تاریخ کو صدا دیں تو یہی وہ مقام پاک باز ہے جہاں سے تحریک اکبریہ کے ایک نامور مجاہد خان محمد اکبر خان خنکی خیل (1886-1972) کی قیادت میں غازی علم الدین شہیدؒ کی رہائی اور بعد ازاں شہید ملت کے جسد پاک کے حصول کیلئے جلوس نکلا کرتے تھے۔ جامعہ اکبریہ سے نکلنے والے یہ جلوس اس قدر زور دار اور

بھرپور اور پر خلوص ہوا کرتے تھے کہ غازی ملت علم الدین شہیدؒ نے انکے والہانہ اور جانفشانہ پن کی خود ان لفظوں میں گواہی دی تھی:

"مجھ کو وفات کے بعد یہاں غسل دینا اور جنازہ بھی یہاں پڑھنا تاکہ میانوالی کے مسلمانوں کی دعاؤں سے بھی مستفید ہو سکوں۔ میانوالی کے لوگ پکے مسلمان اور عاشق رسول ﷺ ہیں، ان میں سے ہر شخص نے میری بھرپور طریقے سے خدمت کی ہے اور احوال پرسی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ خدا ان پر رحمتیں نازل کرے۔"

میانوالی کے لوگ آج بھی غازی ملت کے ذکر پر رنجیدہ وافسردہ ہو جاتے ہیں کہ ان کی پھانسی پر عمل درآمد ہم رکوانہ سکے لیکن خود غازی صاحبؒ کے الفاظ اور گواہی اس امر کی غمازی کرتے ہیں کہ انگریز استعمار کے اس مہلک وار کو روکنے کیلئے اس وقت کے نہتے مسلمانوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رکھا تھا اس زوردار تحریک پر خود غازی صاحب کی یہ زریں تصدیق میانوالی کی تاریخ کا سرمایہ بھی ہے اور اجر خداداد بھی۔

تحریک اکبریہ کے موسس اعلیٰ حضرت مولانا محمد اکبر علیؒ ہی تھے جنہوں نے میانوالی جیل کے اندر غازی ملت کا جنازہ پڑھانے کا سرمدی اعزاز پایا تھا۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ غازی صاحب کے مقدس چہرے سے نور کی ایسی لاٹیں نکل رہی تھیں جنہوں نے خود آسمانِ پرنور کو بھی اپنی لپیٹ میں لیکر بقعہء نور بنالیا تھا۔

ناموس رسالت کے سات شہید نامی کتاب میں رائے محمد کمال لکھتے ہیں:۔

30"اکتوبر کو یہ خبر کہ کل غازی علم الدین کو شہید کر دیا جائیگا آناً فاناً سارے مضافات میں پھیل گئی، چنانچہ بدھ کی رات کو نو بجے کے قریب موسیٰ خیل، عیسیٰ خیل، داؤد خیل سے اور مقامی مسلمان جوق در جوق در آنا شروع ہو گئے۔ جیل سے شہر تک دو میل کے فاصلے پر انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا وہ لوگ اپنے ساتھ ڈھول لائے تھے اور اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں میں اس زور سے ڈھول بجاتے کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ وہ لوگ ریتلے میدان میں رات بھر درود شریف کا ورد کرتے رہے۔ ان کی یہ بڑی تمنا تھی کہ وہ صبح اول ہی اول شہید کا چہرہ مبارک دیکھیں گے۔ آدھی رات کے وقت لاہور سے تاج دین بٹ، میاں نیاز احمد، نیاز محمد کمبوہ، ملک منظور الٰہی اور دیگر اہم افراد بھی میانوالی پہنچ گئے جنہوں نے غازی علم الدین کے نعروں کا جواب دینے کا پورا پورا انتظام کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈھول بجانے کا اہتمام حضرت قبلہ غازی صاحب کے حکم کی تعمیل میں ہی ہوا تھا۔"

رائے محمد کمال مزید لکھتے ہیں:۔

"لاہور میں ہر طرف کہرام مچا ہوا تھا۔ ادھر خان محمد اکبر خان رئیس اعظم میانوالی کی مساعی جمیلہ بھی قابل ذکر ہیں۔ تیس اکتوبر کی شام کو ایک وفد آپ کے زیر سرکردگی ڈپٹی کمشنر

میانوالی سے ملا اور اس سے کہا "ہمیں حکام جیل سے معلوم ہوا ہے کہ میاں علم الدین کی لاش کو لاہور لے جانے کی اجازت نہیں ہوگی"۔ڈپٹی کمشنر نے جواب دیا"شہید کا جنازہ جیل کے سامنے رکھ دیا جائیگا۔ آپ ورثاء کو لیکر پہلے ہی وہاں پہنچ جائیں، صفوں کو درست کر رکھیں۔ وہاں نماز جنازہ ادا کریں اور پھر انکو جیل کے قریب لاوارثوں والے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا جائیگا۔"اس پر خان محمد اکبر خان صاحب نے ہر ممکن یقین دلایا کہ میں اِس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ غازی کی نعش کو انکے ورثاء کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ لاش کو وصیت کے مطابق لاہور لے جائیں، لیکن ان کی ہر ایک آرزو ٹھکرا دی گئی۔ آخر میں خان صاحب نے کہا کہ اچھا شہید کو شہر کے قبرستان میں دفنانے کی اجازت دی جائے لیکن اس بات کی بھی پرواہ نہ کی گئی اور وفد ناکام و نامراد لوٹ آیا۔اس سلسلے میں میانوالی، موسیٰ خیل، عیسیٰ خیل اور قرب وجوار کے باشندوں کی جرات بھی قابل داد ہے۔

جب انتظامیہ نے میت کو ورثاء کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور شہید کی لاش کو لاوارثوں کے قبرستان میں لے جایا جارہا تھا تو مقامی باشندے اس وقت سخت اشتعال میں تھے انہوں نے میاں طالع مند (غازی صاحب کے والد محترم) اور لاہور کے دیگر معززین سے کہا کہ "اگر اجازت دی جائے تو ہم صرف پندرہ

منٹ کے اندر لاش انتظامیہ سے چھین دیتے ہیں۔"

خولہ متین نے اپنی کتاب غازی علم الدین شہید کے صفحہ نمبر 41 پر لکھا تھا۔

"غازی علم الدین شہید کی شہادت پر میانوالی میں فرنگی حکومت کیخلاف زبردست احتجاجی جلوس نکلے، ہڑتالیں ہوئیں، شہید کا سوگ منایا گیا، غم وغصہ کا اظہار ہوا۔ شہید کے جنازہ میں قیدیوں کے علاوہ کچھ مقامی مسلمانوں نے بھی شرکت کی۔ حکومت وقت نے میانوالی کے کئی افراد کو گرفتار کیا، ان پر مقدمہ چلایا جس میں انکو چھ چھ ماہ قید اور جرمانے کی سزائیں دی گئیں۔"

واضح رہے کہ مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا اکبر علی اور خان محمد اکبر خان خنکی خیل در حقیقت یک جان اور "تین" قالب تھے۔ یوں سمجھئے کہ اس وقت میانوالی کی سلطنت میں مولانا احمد الدین گانگوی صدر، مولانا اکبر علی وزیر اعظم اور خان محمد اکبر خان خنکی خیل گورنر کی حیثیت رکھتے تھے۔

جامعہ اکبریہ جو کہ در حقیقت بہت سے اداروں کا مجموعہ اور ایک وسیع وعریض ہیڈ کوارٹر کی شکل اختیار کر گیا ہے، کو ایک خاص تناظر میں میانوالی کا علی گڑھ کہا جائے تو بے جا اور مبالغہ نہ ہوگا۔ جس طرح قدیم میانوالی (کچھی) میں سیلواں نامی علاقے کو مرکزیت حاصل تھی بعینہ ویسی ہی علمی اور تحریکی مرکزیت موجودہ میانوالی میں جامعہ اکبریہ کو حاصل چلی آرہی ہے۔ گورنر پنجاب خالد مقبول نے اس ادارے کے بارے میں کہا تھا "کہ جہاں جامعہ اکبریہ جیسے ادارے موجود ہوں وہاں کے لوگوں کو پسماندہ کہنا درست نہیں۔" قصہ مختصر جامعہ اکبریہ مادر تحاریک بھی ہے اور ام

المدارس بھی۔

تحریک ترک موالات، تحریک خلافت، انجمن حمایت العرب، دوقومی نظریہ کی تحریک، انجمن اصلاح المسلمین، انصار الاسلام، فوج محمدی، بگوی تحریک، تحریک فروغ تجارت، ہندوؤں سے قلع تعلق کی تحریک، رد خاکسار، تحریک پاکستان، تحریک بحالی مہاجرین، تحریک حقوق کالاباغ (بغوچی محاذ)، تحریک حقوق میانوالی، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفی، تحریک ناموس رسالت اور وقتاً فوقتاً جنم پذیر ہونیوالی تمام دیگر چھوٹی موٹی تحریکوں کی سرپرستی کرنیوالے اس جامعہ اکبریہ کے درودیوار میں صدہا تاریخی داستانیں پوشیدہ اور خوابیدہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں جلد از جلد منظر شہود پر لایا جائے تا کہ عصر حاضر بھی ان کی تفصیلات سے آگاہی پاسکے۔

میانوالی شہر کی مرکزی شاہراہ بلوخیل کے قریباً وسط میں برلب سڑک مغلیہ فن تعمیر کی شاہکار یہ عظیم الجثہ مسجد اور اسکا فلک سار مینار، زور دار، موثر اور پھلتی پھولتی دینی، علمی، عملی، روحانی اور سماجی تحاریک کا ایک گیٹ وے ہے۔ وسیع وعریض رقبے پر پھیلی لائق زیارت مسجد، کئی شعبہ جات پر پھیلا ہوا مدرسہ، متحرک اور فعال خانقاہ، رواں دواں، چلتا پھرتا اور زندہ کتاب خانہ، دیدہ زیب اور خوشنما زینب ہال اور مولانا اکبر علی اور انکے لائق اور زیرک فرزند فاضل امروہہ مولانا غلام جیلانیؒ کے روحانی بارشیں اور لطافتیں برساتے مزارات پر مبنی پر شکوہ احاطہ مزار، یہ سب کچھ دراصل کتاب اکبریہ کا ایک ٹائٹل پیج ہی ہے۔ کیونکہ اب اس مسجد کی وسعت اور حدیں بے کراں ہو چلی ہیں۔ شاید وباید میانوالی شہر میں واقع کوئی مسجد یا اسلامی درسگاہ ایسی ہو جو

اس کے حیطہ اثرات سے باہر ہو خصوصاً میانوالی شہر کی زیادہ تر مساجد اور مدارس اسی جامعہ کے بالواسطہ یابلاواسطہ زیر اہتمام وزیر انتظام ہیں۔ جس سے اس اس کی فعالیت اور تحریک اکبریہ کے روز افزوں اثرات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

یہی اکبر المساجد اور جامعہ اکبریہ ہی تھی جہاں سے تحریک پاکستان کے حق میں زور دار فتویٰ جاری ہوا تھا جس پر مولانا اکبر علیؒ کے علاوہ ان کے نازش روزگار استاد مولانا احمد الدین گانگویؒ اور فاضل یگانہ مولانا غلام محمود پپلانویؒ کے بھی دستخط تھے۔ اس فتویٰ کو خان محمد اکبر خان خنکی خیل نے شائع کرایا تھا۔ مولانا اکبر علیؒ کو متعدد بار نازو نعم کی فراخدلانہ پیشکشیں بھی کی گئی تھیں مگر یہ شاہین زیر دام نہ آسکا۔ کیا ہی حسین اتفاق ہے کہ یہی وہ مقام تھا جہاں اس سے قبل ترک موالات کا فتویٰ بھی جاری ہوا تھا۔

1936ء کا دور قیام پاکستان کی تحریک کا دور تھا۔ میانوالی کے اکثر زمیندار یونینسٹ پارٹی سے وابستہ تھے جو کہ کانگریس کی ہمنواء تھی، مسلم لیگ کے قیام کیلئے پہلا اجتماع حضرت خواجہ محمد اکبر علیؒ کے زیر سایہ جامعہ مسجد میانوالی (موجودہ جامعہ اکبریہ) میں ہوا۔ محمد اکبر خان خنکی خیل کو صدر چنا گیا، اسی اجتماع میں مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی نے پہلی تقریر فرمائی ان دنوں آپ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے جوائنٹ سیکرٹری تھے اور اس وقت مسلم لیگ غریب لوگوں کی جماعت تھی۔

1940ء کا عشرہ مسلمانان برصغیر کی دینی، ملی اور سیاسی بیداری کا عشرہ ثابت ہوا، قیام پاکستان جو کہ سب کا مشترکہ خواب بن گیا تھا، اس کے بڑے مثبت اثرات مرتب ہوئے، مختلف الخیال لوگ ایک پلیٹ فارم پر مجتمع ہو گئے اس دور کے محفوظ رہ جانے والے تاریخی ریکارڈ کے مطالعہ سے یہ منظر نامہ بالکل واضح

ہو جاتا ہے۔ لہٰذا بہت سے لوگوں کی کاوشوں کو ایک اکائی کی صورت میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

02 اکتوبر 1943ء کو جارج پریس میانوالی سے شائع ہونیوالے مجلس شعبۃ التبلیغ کے ایک تاریخی اشتہار سے پتہ چلتا ہے کہ ملی شیرازہ بندی کی کوششوں میں سب یکجا تھے اور علاقائی تناظر میں ایسی کوششوں کو خواجگانِ سیال شریف وسہاگ (سواگ شریف) ضلع مظفر گڑھ (حال ضلع لیہ) کی مکمل سرپرستی بھی حاصل تھی اور ضلع میانوالی میں مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا اکبر علی، مولانا غلام جیلانی، خان محمد اکبر خان خنکی خیل، مولانا سید غلام قاسم شاہ، مخدوم سلطان محمود، میاں اصغر علی اور دوست محمد اسی مجلس اور کونسل کے ایگزیکٹو ارکان تھے۔ جبکہ انتظامی ممبران کی تفصیل ایک خوشگوار ترین حیرت کی حامل ہے اس مجلس کے منتظمین میں خان مظفر خان، مولانا عبدالستار خان نیازی، خان محمد امیر عبداللہ خان روکھڑی، خان محمد برخوردار خان، خان احمد گل خان، خان محمد اکبر خان ثانی، حکیم محمد امیر علی شاہ، حکیم غلام یٰسین، پیر سراج الدین، میاں شیر محمد گانگوی، میاں فضل احمد، ملک مولا بخش وکیل، حافظ حسن الدین، حاجی شمس الدین، صوفی محمد حسن اور شیخ محمد حسین شامل تھے جبکہ اس مجلس کے مبلغین میں مولوی شیخ کلیم اللہ صاحب کوٹلہ جام، مولوی نور محمد صاحب کندیاں، مولوی نور احمد صاحب وتہ خیل، مولوی علی محمد صاحب بلوخیل، مولوی غلام یٰسین صاحب قریشی اور مولوی حافظ احمد الدین علی خیلانوالہ شامل تھے۔

اس مجلس کے ناظم خان محمد اکبر خان خنکی خیل تھے اور علاقہ بھر میں جابجا اس مجلس کی ذیلی تنظیموں کا جال بچھا دیا گیا تھا۔ اس مجلس کی طرف سے مسلمانوں کے

اپنے اختلافی مسائل ختم کرنے اور فرقہ بندی کے خاتمے کی اپیل کی گئی۔

اس مجلس کے اغراض و مقاصد بھی بڑے زور دار تھے مثلاً مسلمانوں میں دین کی تعلیم کو بین الاقوامی معیار کے مطابق ترویج دینا، انکی دینی اخلاقی اور اقتصادی حالت کی اصلاح کرنا، الحاد اور دہریت کا مقابلہ کرنا، لوگوں کو فرقہ بازی سے بچانا، بری رسموں کا خاتمہ کرنا، مرد و خواتین کیلئے دینی مدارس قائم کرنا، خانگی جھگڑوں کے حل کیلئے علماء کی خدمات سے استفادہ کرنا، بری رسومات کے خاتمے کیلئے مبلغوں کو چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں بھیجنا وغیرہ شامل تھے۔ چونکہ اس مجلس کے کارکناں ضلع کے بڑے بڑے علماء اور رؤسا تھے لہٰذا مجلس کی باقاعدہ رسیدات چھپوائیں گئیں اور حاصل شدہ سرمایہ کواپریٹو بنک میانوالی میں جمع کرایا جاتا تھا۔ مجلس ہذا کی معاونت کیلئے بیت المال پہلے سے ہی موجود تھا جس میں ہر شکل کی امداد وغیرہ آیا کرتی تھی۔

اس مجلس کے عزائم و ارادے اس قدر بلند تھے کہ مستقل آمدن دینے والی جائیدادیں خریدنے کا بھی عندیہ دیا گیا تھا اور بعد ازاں اس مجلس اور اس قبیل کی دیگر مجالس نے واقعتاً قابل فخر کارنامے سر انجام دیئے۔ ایسے ادارے قائم کئے جو آج بھی بھرپور انداز کیساتھ آباد ہیں۔

میانوالی اور سیاست کے عنوان سے سید نصیر شاہ رقم طراز ہیں:

> تحریک خلافت شروع ہوئی تو یہاں کے عوام نے اس تحریک کا بھرپور ساتھ دیا، بریلویوں نے جو یہاں اکثریت میں تھے، بھی تحریک خلافت کا ساتھ دیا۔ یہاں کے بریلویوں کی طرف سے تحریک خلافت کی پذیرائی اور مکمل حمایت کی بڑی وجہ یہ تھی کہ

یہاں کی آبادی کی اکثریت بالواسطہ یابلاواسطہ سیال شریف کے سجادہ نشینوں کے حلقہ ارادت میں تھی ان دنوں سیال شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ ضیاء الدین مرحوم حق گوئی وبے باکی میں بے مثال تھے اور تحریک آزادی کے بہت بڑے مجاہد تھے۔ انہوں نے تحریک خلافت میں انتہائی جان دار کردار ادا کیااور ان کے تمام مریدان باصفا انگریز استعمار کیخلاف سینہ سپر ہوگئے اس وقت واں بھچراں کے رئیس اعظم ملک مظفر خان کو انگریزوں کی طرف سے خان بہادر کا خطاب ملا تھاوہ بھی آستانہ سیال شریف سے وابستہ تھے اور خواجہ ضیاء الدین کے عقیدت مند تھے تحریک خلافت کے دوران وہ سیال شریف میں قدم بوسی کیلئے حاضر ہوئے اور ایک ہزار روپے کی تھیلی نذر کی اس وقت ایک ہزار روپے کی بڑی قدر وقیمت تھی خواجہ صاحب نے تھیلی کو لات ماری اور فرمایا"مظفر! جامیری نظروں سے دور ہوجا تو اس انگریز کا وفادار ہے جس کے ہاتھ ترک مسلمانوں کے لہو سے آلودہ ہیں تو خان بہادری کے خطاب کو چاٹتا رہ آج سے ہمارا تمہارا تعلق ختم"عقیدت مند ملک مظفر کانپنے لگا اس نے اسی وقت لکھا میں خان بہادری کا خطاب واپس کرتا ہوں اور فوج کا جو اعزازی عہدہ مجھے دیا گیا اس سے بھی استعفیٰ دیتا ہوں"اس طرح حضرت کی خفگی دور ہوگئی۔ بہر حال میانوالی کی گلیوں میں "بولیں اماں محمد

علی کی۔ جان، بیٹا خلافت پہ دے دو" کا نغمہ گونجتا رہا۔ کرنل الطاف الٰہی ملک کے بیان کے مطابق اسی تحریک کے دوران مولانا محمد علی جوہر کی والدہ جو "اماں بی" کے نام سے مشہور تھیں میانوالی تشریف لائی تھیں اور ان کے والد ملک مولا بخش ایڈووکیٹ کے پرانے مکان واقع صدر بازار بالمقابل زنانہ ہسپتال میں قیام کیا تھا۔

یہاں مولانا حسین احمد مدنی بھی مولانا شیر محمد زرگر کی دعوت پر متحدہ قومیت کا علم اٹھائے تشریف لائے تھے اور ہندوؤں کے دھرم شالہ (جہاں آج کل ایم سی ہائی سکول ہے) میں قیام کیا تھا۔ علامہ اقبال کے 1930ء کے الہ آباد والے خطبہ صدارت کی اور مسلم لیگ کی گونج یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ یہاں کا دانا ہندو جان گیا تھا کہ ایک روز پاکستان بن ہی جائیگا اس لئے ہندو مسلم اتحاد میں سرگرم ہو گیا تھا۔ اسی خیر سگالی کے طور پر لالہ ہیم راج نے وہ مسجد بنوائی تھی جسے آج کل موتی مسجد کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اس طرح گویا یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ یہاں کا ہندو بڑا وسیع الظرف ہے۔ قائد اعظم اپنی کوششوں کی عدم پذیرائی پر مایوس ہو کر انگلستان چلے گئے۔ ان کا فیصلہ تھا کہ اب وہ کبھی ہندوستان نہیں آئیں گے پھر علامہ اقبال نے انہیں متواتر خطوط لکھے اور آخر اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ ہندوستان واپس آ کر مسلم لیگ کی قیادت سنبھال لیں۔ یوں مسلم لیگ کے تن مردہ میں حیات تازہ کا لہور واں ہو گیا۔ قاضی دین الحق کراچی کی روایت کے مطابق قائد اعظم، مولانا عبد الستار خان نیازی، مرزا عبد الحمید کی کوششوں سے پہلی دفعہ لاہور آنے پر رضامند ہوئے تھے مرزا عبد

الحمید ان دنوں آسٹریلیا مسجد نزد ریلوے اسٹیشن میں خطیب تھے قائد اعظم نے ایک نماز ان کی امامت میں ادا کی تھی۔ پنجاب کے زمینداروں میں پہلے شخص ملک امیر محمد خان آف کالاباغ تھے جنہوں نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔

علامہ اقبال نے دو قومی نظریہ کی تحریک شروع کی تو میانوالی کے علماء نے ان کا بھرپور ساتھ دیا مولانا حکیم محمد امیر علی شاہ نے سرائیکی نظموں کے ذریعے نظریہ کی وضاحت کی۔ مولانا غلام محمود صاحب پپلانوی نے مولانا حسین احمد مدنی کو ان کی غلطی پر متنبہ کرنے کیلئے انہیں بہت سے خطوط لکھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی کو بھی خط لکھے جن میں ان کی صداقت پرستی پر انہیں ہدیہ تحسین و تبریک پیش کیا گیا انہوں نے اپنی تقاریر میں بھی دو قومی نظریہ کو ہی موضوع بنائے رکھا ان کے گرامی قدر فرزند مولانا محمد حسین شوق نے عملی طور پر تحریک پاکستان میں حصہ لیا مولانا احمد الدین گانگوی اور مولانا محمد اکبر علی نے قائد اعظم کی حمایت کو دینی فریضہ قرار دیتے ہوئے ایک فتویٰ تحریر کیا جس پر بریلوی مکتب فکر کے دیگر علماء کے بھی دستخط تھے۔

میانوالی میں جب مسلم لیگ کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا تو جابجا مسلم لیگ کے جلسے ہونے لگے یہاں یہ تحریک مولانا عبدالستار خان نیازی کی مساعی جمیلہ کی مرہون احسان تھی۔ پیر شاہ عالم شاہ اور خان محمد اکبر خان خنکی خیل اس تحریک کے متحرک کارکن بن گئے محمد امیر خان سنبل ضلعی جنرل سیکرٹری اور مولانا حکیم محمد امیر علی شاہ سیکرٹری نشرواشاعت مقرر ہوئے بعد میں حکیم محمد عظیم خان خنکی خیل بھی ان صفوں میں شامل ہو گئے جلسوں میں سٹوڈنٹ لیڈر کی حیثیت سے حبیب اللہ خان (مرحوم) آف دھلہ عظمت متعارف ہوئے اور مولانا نیازی کے بعد پرجوش اور شستہ تقریر دل

کے باعث معروف ہو گئے امان اللہ خان شیر مان خیل بھی سٹوڈنٹ لیڈر تھے اور مسلم لیگ کے جلسوں میں اپنا کردار ادا کر رہے تھے۔ اب مسلم لیگ کی آواز ہر گھر میں پہنچ گئی اور گلی کوچوں میں بچے تک پاکستان زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ میانوالی میں جامعہ اکبریہ میں بہت بڑا جلسہ ہوا۔ امیر عبد اللہ خان روکھڑی اور محمد عظیم خان خنکی خیل نے سول نافرمانی کے آغاز کا علم بلند کیا اور ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے ضلع کچہری پہنچے امیر عبد اللہ خان روکھڑی نے ڈی سی آفس پر چڑھ کر برطانوی جھنڈا اکھاڑ کر پھینک دیا اور اپنے آپ کو گرفتاری کیلئے پیش کر دیا آخر عوامی احتجاج سے مجبور ہو کر خضر حیات ٹوانہ نے مارچ 1947ء میں استعفیٰ دیدیا۔ آخر بے دست وپا ہو کر انگریز نے 14 اگست 1947ء کو آزادی کا اعلان کر دیا اور پاکستان وجود میں آگیا۔ (بحوالہ تاریخ میانوالی صفحہ نمبر 206 تا 209، مرتبہ: ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی)

تاریخ میانوالی کے مندرجہ بالا طویل اقتباس سے اس دور کی سیاسی اور دینی صف آرائی کا قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

غلام محمد خان نیازی، عبد الرحیم خان نیازی مسکین، سابق صدر مجلس احرار اسلام پاکستان کے حالاتِ زندگی لکھتے ہوئے اپنی کتاب سرگزشت مسکین کے صفحہ نمبر 147 پر "شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی میزبانی کا انتظام" کے عنوان سے یوں رقم طراز ہیں:۔

> "تقسیم ملک سے پہلے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اپنے جماعتی پروگرام کے مطابق بنوں صوبہ سرحد تشریف لے گئے۔ ان ایام میں بنوں جانے کیلئے میانوالی کالاباغ لکی مروت کے راستے

ریل گاڑی پر ہی لوگ سفر کر کے جاتے تھے۔ حضرت موصوف نے واپسی پر میانوالی شہر کی کانگریس جماعت کے جلسے میں رات کو خطاب کرنا تھا۔ اس وقت میانوالی کی کانگریس جماعت میں کوئی شخص مسلمان کارکن نہیں تھا۔ اس لئے میانوالی کانگریس کے ہندو صدر چاندی رام نے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی میزبانی اپنے ذمہ لی۔ جب عبد الرحیم خان کو اس بات کا علم ہوا تو کافی پریشان ہوئے آپ نے چاندی رام صدر کانگریس میانوالی کے اس مجوزہ پروگرام سے اتفاق نہ کیا اور اس سے اجازت لیکر انکی میزبانی کی ذمہ داری خود سنبھالی۔ اس لئے آپ اپنے مقامی دوست صوفی شیر محمد زرگر کو ہمراہ لیکر کالاباغ کے نزدیک ماڑی انڈس گئے اور وہاں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی واپسی کے موقع پر استقبال کر کے ریل گاڑی کے ذریعے میانوالی اپنے ساتھ لائے اور اپنے دوست صوفی شیر محمد کے گھر ٹھہرایا وہاں آپ نے نہ صرف خوردونوش کا اہتمام کیا بلکہ حضرت مولانا مذکور جتنا وقت میانوالی شہر رہے، آپ اور آپکے احرار کارکنوں نے حفاظتی دستہ کے طور پر بھی کام کیا۔ آپ کے ساتھ آپکے دیگر معروف ساتھی بھی اس میزبانی اور نگرانی کے انتظام میں شریک رہے۔"

تاہم مولانا حسین احمد مدنی کے مذکورہ بالا دورہ میانوالی کے موقع پر مولانا

اکبر علی اور مولانا غلام محمود پپلانوی نے مولانا مدنی سے احتجاجاً ملاقات سے اجتناب کیا بلکہ مولانا احمد الدین گانگوی نے لالہ ہیم راج کی بنوائی گئی موتی مسجد کے قضیے کیخلاف سخت محاکمہ کیا اور شدید گرفت کرتے ہوئے ایک معرکتہ الاراء فتویٰ بعنوان "الشعلۃ الجباریہ لاحراق مسجد آریہ" جاری کر کے اس سازش کو طشت از بام کر دیا اور یوں قومیت پرست علماء کے سیاسی غبارے سے ہوا نکال دی۔

برصغیر پاک و ہند کی پرامن اور ہمہ گیر تحریک، تحریک خلافت میں بظاہر ناکامی کے بعد بیدار مغز اور دور اندیش مسلم زعماء، علماء اور مشائخ نے جب اس کے منفی اثرات مترتب ہوتے دیکھے تو اس کے سدباب کیلئے اپنے اپنے حلقوں میں مصروف کار ہو گئے۔ مجاہد ملت مولانا ظہور احمد بگوی ان عظیم بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے حالات کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے اپنے فرض کو پہچانا اور دین کی اشاعت و سربلندی اور مسلمانوں کی تعلیم و اصلاح کیلئے انتہائی موثر اقدامات کئے گئے۔ 05 نومبر 1929ء کو مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ کی تشکیل کی گئی اور یہ تحریک میانوالی تک بھی پہنچ گئی۔ لیکن یہاں پر اس سے بھی پہلے اصلاح المسلمین کے نام سے ایک جماعت عمل میں آچکی تھی اور مصروف کار تھی۔ حیرت کی بات ہے کہ اس مجلس کے بانیان بھی مولانا احمد الدین گانگویؒ اور مولانا اکبر علیؒ تھے۔ چنانچہ تذکار بگویہ جلد اول صفحہ 792 اور 793 پر اس حقیقت کا کیا زبردست اعتراف موجود ہے۔ آپ بھی پڑھیے:

"خوش قسمتی سے ضلع میانوالی میں چند ایسے مخلص خدام ملت موجود ہیں جن کے ذریعے اصلاح المسلمین کے نام سے ایک باعمل جماعت کا قیام عمل میں آچکا تھا"۔

ضلع میانوالی میں مندرجہ ذیل علماء کا وجود مسلمانوں کیلئے باعث برکت ورحمت ثابت ہوا: مولانا گل شیر خان کالاباغ، مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا محمد اکبر علی میانوالی، مولانا نور احمد وتہ خیل، مولانا صاحبزادہ محمد فخر الزمان سجادہ نشین کوٹ چانن بن حضرت مولانا نور الزمان، مولانا صاحبزادہ محمد زین الدین سجادہ نشین ترگ شریف، جناب خان اللہ داد خان رئیس عیسیٰ خیل، حضرت مولانا ابو السعد احمد خان مجددی خانقاہ کندیاں شریف، جناب حکیم عبد المجید سیفی

انجمن اصلاح المسلمین اور اکابرین ضلع میانوالی کی درخواست پر 30 ستمبر 1938ء کو جامع مسجد میانوالی میں مولانا ظہور احمد بگوی صاحب امیر حزب الانصار کا زبردست خطاب ہوا جس سے عام مسلمانوں خصوصاً نوجوانوں پر بہت اچھے اثرات پڑے اسی روز اکابرین کے مشورے سے رضاکاران اسلام کی بھرتی کا پروگرام مرتب کیا گیا اور اس کے دوسرے دن اسلامی تنظیموں کا عملی کام شروع کر دیا گیا عیسیٰ خیل، ترگ، موچھ، کالاباغ، کوٹ چاندنہ، ٹھٹھی ودیگر مقامات پر رضاکاران کے جیوش مرتب ہو گئے پندرہ روز کے اندر، وردیاں بھی تیار ہو گئیں اور اسی عرصہ میں ترکی زبان میں فوجی پریڈ بھی شروع ہو گئی۔

22 اکتوبر 1938ء کو تین سو سے زیادہ رضاکاران نے عید گاہ میانوالی کے وسیع میدان میں منظم طریقے پر حربی پریڈ کی جس کو دس بارہ ہزار اشخاص نے دیکھا۔ درج ذیل اصحاب باہر سے شامل ہوئے۔ حضرت مولانا ظہور احمد بگوی، مولانا عبد الرحمن میانوی، مولانا پیر منیر شاہ خوشابی، مولانا محمد علم الدین خطیب جامع مسجد کیمبل پور، مولانا سید محمد بخش سوکڑی اور مولانا صاحبزادہ نور الحسن ٹمنوی۔ دو دنوں

کے اجتماعات سے علماء کرام نے خطاب کیا اور خاکساریت کی قلعی کھول دی۔
23 اکتوبر کے آخری اجلاس میں اتفاق رائے سے یہ قراردادیں منظور ہوئیں

1۔ اسلامیان میانوالی کا یہ نمائندہ اور عظیم الشان اجتماع مسٹر عنایت اللہ مشرقی کے کفر پرور، اسلام سوز اور ملحدانہ رویے کیخلاف رنج و نفرت کا اظہار کرتا ہے اور حکومت پنجاب کے ذمہ دار ارکان کو متنبہ کرتا ہے کہ اس کے کسی مطالبہ کو بھی مسلمانان پنجاب کا مطالبہ قرار نہ دے۔ مسٹر مشرقی کو مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ہرگز حاصل نہیں ہے۔ نیز مسلمانان پنجاب کبھی گوارہ نہیں کرسکتے کہ حکومت کی طرف سے مشرقی کو ملحدانہ پراپیگنڈہ کیلئے آسانیاں بہم پہنچائی جائیں یا اسلامی بیت المال کا ادارہ اس کے حوالے کیا جائے۔ لہٰذا یہ اجلاس مشرقی کے پیش کردہ مطالبات سے بےزاری کا اعلان کرتا ہے۔

2۔ اسلامیان ضلع میانوالی کا یہ نمائندہ اجتماع اعلان کرتا ہے کہ سنٹرل اسمبلی کے جن مسلم ارکان نے اسلام اور ملک کے مفاد سے غداری کر کے فوجی بل کے حق میں ووٹ دیئے ہیں انہوں نے مسلم ووٹران کے جذبات کا ہرگز احترام نہیں کیا۔ ایسے غداران اسلام مسلمانوں کی نمائندگی کا قطعاً حق نہیں رکھتے۔

3۔ مسلمانان ضلع میانوالی کا یہ شاندار نمائندہ اجتماع سرحد اور فلسطین کے مظلوم باشندگان کیساتھ کامل ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے حکومت برطانیہ کی مسلم آزار روش کیخلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔

4۔ مسلمانان ضلع میانوالی کا یہ شاندار نمائندہ اجتماع حکومت پنجاب سے مطالبہ کرتا ہے کہ ضلع میانوالی کے ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل بورڈوں میں نامزدگی کو جلد از جلد ختم کر کے انتخابی اور نمائندہ دستور جاری کیا جائے۔

(بحوالہ شمس الاسلام بھیرہ)

اجتماع میانوالی کے اہم فیصلے:

چونکہ اجتماعی مظاہرے کا آغاز اور شاندار اہتمام میانوالی سے ہوا تھا اس لئے اکابرین نے طے کیا کہ جگہ جگہ پھیلی انفرادی کوششوں کو ایک مضبوط مرکزی سلسلے کے ساتھ مربوط کر دیا جائے چنانچہ اس مقصد کیلئے درج ذیل فیصلے کئے گئے

1۔ امیر حزب انصار کی جانب سے ضلع میانوالی کی اسلامی جماعتوں کو ہر قسم کی عملی امداد و راہنمائی

2۔ جریدہ شمس الاسلام کے بھرپور تعاون کی یقین دہانی اور نشر و اشاعت کی آسانی

3۔ رضاکاروں کی جماعت کا نام انصار الاسلام یعنی "فوج محمدی" ہو گا

4۔ راہنمائی کیلئے ایک مجلس مشاورت کی تشکیل

5۔ دستور اساسی اور دستور العمل کی تدوین

اپنے طویل مضمون کے آخر میں حزب الانصار کے مبلغ اور سالار جیوش فوج محمدی، مولانا عبد الرحمان میانوی لکھتے ہیں۔

"میانوالی کے اس اجتماع کی مفصل روداد درج کرنے سے ہمارا اصلی مقصد یہ ہے کہ دیگر مقامات کے مسلمان بھی اس عملی مثال

اور کارکردگی کو دیکھ کر خواب غفلت سے بیدار ہوں اور مسلم
نوجوانوں کی تنظیم کرکے ان میں عسکریت کا جذبہ پیدا کریں اور
ان کے دلوں میں اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اپنی زندگیاں وقف کرنے کا
جذبہ پیدا کریں جو حضرات اپنے ہاں ایسی جماعت قائم کرنا چاہیں
وہ حضرت امیر حزب اللہ کو اپنے عزائم سے مطلع کریں۔"
(شمس الاسلام، نومبر 1938ء)

اجتماع میانوالی کے بعد صوبہ بھر میں جگہ جگہ تبلیغی اور تنظیمی سرگرمیاں تیز تر ہو گئیں۔
اجتماع جمعۃ الوداع کے دن بھیرہ میں جیوش حزب الانصار (فوج محمدی) نے شاندار
جلوس نکالا۔

تذکار بگویہ صفحہ نمبر 796 پر مزید مذکور ہے۔

"15 جون 1939ء کو کالاباغ میں فوج محمدی کی مجلس مشاورت
درج ذیل اصحاب شامل ہوئے"

حضرت مولانا صاحبزادہ فخر الزمان کوٹ چاندنہ، حضرت مولانا احمد الدین سجادہ نشین مکھڈ شریف، حضرت علامہ مولانا زین الدین سجادہ نشین ترگ شریف، ڈاکٹر سید محمد شاہ ٹھٹھوی، جناب قاضی منظور حسین بھیں، خان اللہ داد خان عیسیٰ خیل، مولانا گل شیر خان کالاباغ، مولانا محمد داؤد ٹیکسلوی، مولانا افتخار احمد بگوی بھیرہ اور دیگر مجالس کے نمائندگان۔

اتفاق رائے سے درج ذیل فیصلے کئے گئے:
عسکری تنظیم کے قائد اعظم مولانا صاحبزادہ محمد فخر الزمان کوٹ چاندنہ ضلع میانوالی

☆ قاضی منظور حسین بھیں، نائب قائد اعظم

☆ امیر العساکر حلقہ شرقی مولانا افتخار احمد بگوی

☆ امیر العساکر حلقہ غربی ڈاکٹر سید محمد شاہ ٹھٹھوی

☆ امیر العساکر حلقہ شمالی مولانا محمد جان ٹیکسلوی

☆ ادارہ عالیہ عسکریہ محمدیہ کا صدر مقام ٹیکسلا ہو گا

☆ رضاکاروں کی وردی خاکی رنگ اور سر کیلئے سرخ رنگ کی ترکی ٹوپی ہو گی

☆ ہر مجاہد اور ہر معاون اپنے بازو پر سبز رنگ کا نشان "نصرت" چسپاں کریگا

☆ محمدی فوج کا منظور شدہ جھنڈا ادارہ عالیہ کی طرف سے ہر مجلس کو ملے گا۔

ادارہ عالیہ کے اہم اعلانات اور ہدایات

اعلان نمبر 2 میں لکھا ہے کہ ڈی آئی خان، بنوں اور میانوالی کے اضلاع میں جس قدر انصار الاسلام (فوج محمدی) کی جماعتیں قائم ہو چکی ہیں وہ پریڈ سکھلانے کیلئے حضرت صاحبزادہ محمد زین الدین سجادہ نشین ترگ ضلع میانوالی ناظم اعلیٰ احتساب سے امداد طلب کریں حضرت ممدوح ان کے پریڈ کرانے والے عسکری کو روانہ کر دیں گے دیگر امور کے متعلق ان اضلاع کی جماعتیں حضرت صاحبزادہ محمد فخر الزمان شاہ صاحب سجادہ نشین کوٹ چاندنہ ڈاکخانہ کالاباغ سالار اعظم محمدی فوج سے مشورہ طلب کر سکتی ہیں۔

فوج محمدی میانوالی کی کابینہ

تمام مجالس اسلامیہ کی متفقہ مرکزی مجلس، امیر حزب الانصار کی مشاورت سے طے کی

گئی:۔

صدر: جناب اللہ داد خان رئیس عیسیٰ خیل

مفتی اعظم: جناب مولانا محمد زین الدین ترگ

ناظم عمومی: محمد اکبر خان خنکی خیل

ناظم تعلیمات: حافظ مولوی غلام جیلانی میانوالی

سالار اعظم: حضرت مولانا پیر سید محمد فخر الزمان شاہ صاحب کوٹ چاندنہ

اسی افواج محمدی کی تنظیمی تبلیغی اور عسکری پھیلاؤ کی وضاحت کیلئے ان چند مقامات کے نام درج کئے جاتے ہیں جہاں پر افواج محمدی اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کیلئے سرگرم عمل تھی۔

ایبٹ آباد، راولپنڈی، کیمبل پور، بنوں، میانوالی، سندھ، صوبہ یوپی ہندوستان، ڈھاکہ بنگال، کلکتہ، ملتان، جہلم، چنیوٹ، ڈیرہ اسمٰعیل خان، ٹانک، کشمیر وغیرہ

قارئین! کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ایسی وسعت پذیر تنظیم کے ارباب بست وکشاد میانوالی کی جماعت اصلاح المسلمین کی کارکردگی سے مطمئن بھی تھے، خوش بھی اور اللہ تعالیٰ کے حضور شکر گزار بھی۔

عقل و دانش محو حیرت ہے کہ مسجد میں اپنی زندیاں بتا دینے والے اپنے معاشرے سے بھی مکمل طور پر جڑے رہے اور کبھی بھی سماج کے تقاضوں سے غفلت کے مرتکب نہ ہوئے۔ مولانا اکبر علیؒ نے وہ زمانہ پایا جب تمام شعبہ ہائے زندگی پر ہندوؤں کی بالادستی تھی اور مسلمانوں کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ غافل مسلمانوں کی مجموعی زندگی بٹیر بازی، کتا بازی، لہو و لعب بازی کا شاخسانہ تھی۔ اگر کوئی کاروبار کرنا

بھی چاہتا تو اسے (کراڑ) یعنی ہندو ہونے کا طعنہ ملتا۔

کہا جاتا ہے کہ میانوالی کے مین بازار میں مسلمانوں کی ایک دکان بھی موجود نہ تھی ایک طرف فضول خرچی تھی اور دوسری طرف قرض کا مہلک مرض لاحق تھا چالاک ہندو بنیا قرض کا حساب اپنی ہی مرضی سے لکھتا تھا اور اس پر وہی لطیفہ چلتا تھا کہ "سات اڑھایہ ساڑھے سینتیس، اوپر مارے چار، ہو گئے خان صاحب کل ساٹھ روپے صرف" اور خان صاحب کہتے "لکھ دے سیٹھ بہی میں، فصل پر ایک ایک پائی چکا دوں گا۔"

جہالت اور پسماندگی کی کوکھ سے جنم والی دیگر سماجی و معاشرتی برائیاں اس پر مستزاد تھیں۔ مسلمان غریب بچوں کا بھی کوئی ولی وارث نہ بنتا۔ یہاں تک کہ مسلمان غریب بچوں کی کفالت سے ہندو بھی نفرتاً انکار کرتے دیتے، نتیجتاً بالآخر اس محاذ پر بھی انہیں علماء نے لڑنے کا فیصلہ کیا۔ انقلابی اقدامات کئے گئے، مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا اکبر علی اور خان محمد اکبر خان خنکی خیل پر مشتمل ایک بیدار مغز اور شعورِ عصر سے معمور ٹرائیکا نے ہلکے کے کام سر انجام دیئے۔

چنانچہ مسلمان تاجروں کو باضابطہ فنڈز اکٹھے کر کے دیئے گئے انہیں دکانیں کھلوا کر دی گئیں مثلاً جامعہ مسجد (جامعہ اکبریہ) کیساتھ حاجی محمود ڈرہال کو کریانہ، شیر محمد آف ٹھٹھی کو گوشت، قریشی میاں محمد کو دودھ دہی، حاجی صالح محمد شاہ، حاجی محمد امیر شاہ وغیرہ کو سبزی کی دکانات بنوا کر دی گئیں اور عام مسلمانوں کو ان دکانوں سے سودا لینے کا حکم دیا گیا، جامعہ اکبریہ کیساتھ ہی بر لب سڑک دکانات بھی اسی مقصد کیلئے تعمیر کی گئی تھیں۔

برصغیر بھر میں پھیلی ہوئی مسلمانوں کی سماجی تنظیم "انجمن اسلامیہ" ضلع میانوالی جس کی بنیاد مولانا احمد الدین گانگوی اور مولانا اکبر علی نے ہی رکھی تھی، اسکی صدارت خان محمد اکبر خان خنکی خیل کے پاس تھی۔ اس انجمن میں میانوالی کے دیگر نامی گرامی بزرگ خان سلطان خان سرور خیل، میاں محمد اکبر میانہ، خان جی احمد خان خنکی خیل، حاجی خانزمان خان خنکی خیل، خان غلام محمد خان زادے خیل، مولابخش ایڈووکیٹ، میجر غلام حسن خان وغیرہ بھی شانہ بشانہ ہوا کرتے تھے۔ انتہائی وسیع وعریض یتیم خانہ اور اس سے بڑا دار الاطفال قائم کیا گیا یہ تاریخی عمارتیں آج بھی قابل دید ہیں یہاں سے ہزاروں یتیم طلبا پروان چڑھے، بعد ازاں ایکڑوں پر مشتمل میانوالی کی تاریخی عید گاہ اور جنازہ گاہ بلوخیل بھی قائم ہوئی جس کی تولیت اور خطابت مسلسل خاندان اکبریہ کے پاس چلی آرہی ہے۔

دینی، سماجی واصلاح احوال کیلئے جامعہ اکبریہ اور اس عید گاہ میں کئی کئی دنوں تک مسلسل جلسے منعقد ہوتے رہتے۔ دراصل یہ اپنی نوعیت کے ریفریشر کورسز ہوا کرتے تھے۔ مولانا گل شیر آف ملھوالی پنڈی گھیپ اور انتہائی انقلابی بگوی تحریک کے مولانا ظہور احمد بگوی اور سید عطا اللہ شاہ بخاری جیسے نابغہء روزگار لوگوں کے انقلاب آفریں نغموں سے آج بھی یہاں کے درو بام گونج رہے ہیں۔ چشم و گوشِ تصور میسر ہوں تو ان کی دھمک کو آج بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد مہاجرین کی آمد اور آباد کاری ایک مسئلہ تھا۔ مہاجرین کیلئے مختلف جگہوں پر کیمپ بنائے گئے۔ جامعہ مسجد اکبریہ کو بھی مہاجرین کا ایک کیمپ قرار دیا گیا۔ حضرت مولانا اکبر علیؒ ضعیف تھے آپ نے اپنے صاحبزادگان حضرت

مولانا غلام جیلانیؒ، مخدوم غلام ربانیؒ اور انکے علاوہ غلام قادر خان زادے خیل کو ان کی خدمت اور مکانوں کی الاٹ منٹ پر پر مامور فرمایا آپ کے استغناء کا عالم یہ تھا کہ ایسے وقت میں جب کہ بہت سے لوگ بہتی گنگا میں ہاتھ دھو رہے تھے آپ نے اپنے لئے یا لنگر غوثیہ کیلئے نہ تو کوئی جائید ادلی اور نہ ہی کوئی نذرانہ قبول فرمایا، اسی طرح ایک انگریز ڈپٹی کمشنر نے لنگر کے نام پر زمین وقف کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے کئی مربع زمین لینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ یہ غوث اعظم کا لنگر ہے اور انہی کی برکت وعطا سے چلتا ہے اسے زمینوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

مجاہد ملت مولانا محمد عبد الستار خان نیازی اور جامعہ اکبریہ کا جنم جنم کا ساتھ رہا عشروں پر پھیلا روح وخاطر کا یہ نیاز مندانہ اور سدا بہار تعلق نیازی صاحب کی عین وفات تک قائم ودائم رہا۔ چشم فلک نے دین وسیاست کی ایسی یکجائی کم ہی کہیں دیکھی ہو گی، جمعیت علماء پاکستان اور جامعہ اکبریہ اکائی بن کر رہے۔ دونوں ہمیشہ ایک دوسرے سے کندھے سے کندھا ملا کر چلے۔ یہ رشتہ من وتو کا نہیں بلکہ تن وروح اور گل وخوشبو کا رشتہ تھا۔

گلستانِ اکبریہ کی آبیاری میں چار نسلوں کے خون پسینے کی بو باس رچی بسی ہے نہ جانے کتنے مردان وفا شعاروں کی آہ نیم شبی نے اس ٹکڑہ زمیں کو ابدی جمال جاوداں سے نواز دیا ہے۔ یہ جامعہ پکار ہے جاگتے رہنے کی اور اک للکار ہے جبر جفا کار کیخلاف اٹھ کھڑے ہونے کی۔ جامعہ اکبریہ ایک سفر ہے، تلاش کا، متاع گم گشتہ کو کھوجنے کا، کاروانِ گم کردہ راہ کو راہ بطحا دکھانے کا یہ استعارہ ہے بازیابیء عظمتِ رفتہ کا، نشان ہے ایسے قافلہ سالاروں کا جو آج بھی وقت کے شبستانوں میں چراغ بکف کھڑے ہیں۔ یہ

نام ہے ایسے مصلحت نا آشنا پیکرانِ عظمت کا جنہوں نے متاع غیرت وایماں کا سودا نہ کرنے کا سودا کر رکھا ہے۔ دم تحریر بھی غازیان جامعہ اکبریہ کا ایک قافلہ جیل سے رہا ہو کر آیا ہے، تفصیل اس قصے کی پھر سہی!

جامعہ اکبریہ اہل سنت کے سیاسی حقوق کا ہمیشہ قلعہ ثابت ہوا۔ جامعہ اکبریہ کی تنہا اور دیگر تنظیموں کیساتھ مشترکہ محاذ آرائیوں اور معرکہ آرائیوں کی پاداش میں صاحبزادہ محمد عبد المالک صاحب اور انکے رفقائے کار واحباب کو متعدد بار قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں اور مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔ تحریک حقوق کالاباغ کی پاداش میں 13 دن میانوالی جیل اور تحریک نظام مصطفی کے دوران 18 دن جھنگ جیل میں گزارے۔ MPO16، 144، 7ATA جیسے دہشت گردی کے مقدمات کا سامنا کیا۔ جامعہ کے طلباء، اساتذہ اور صاحبزادہ صاحب کے بھائی صاحبزادہ عبد الاسلام بھی گرفتار رہے اور مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔ 1970-77 کا دور اہل حق کیلئے مشکل دور تھا۔ حکومت نے آواز حق کو دبانے کیلئے جلسے جلوسوں پر سختی پر پابندی لگا رکھی تھی۔ قائدین اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا عبد الستار خان نیازی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، پیر سید برکات احمد شاہ، ملک محمد اکبر ساقی اور دیگر اکابرین جمعیت علماء پاکستان کے جلسے کو ناکام بنانے کیلئے کمیٹی گراؤنڈ میں پانی چھوڑ دیا گیا۔ جلسہ عید گاہ میانوالی منتقل ہوا پولیس نے لاؤڈ سپیکر اتار کر سٹیج توڑ دیا پھر اکبر المساجد میں جلسہ منعقد کیا گیا اجتماع تاریخی شکل اختیار کر گیا۔ اس پاداش میں صاحبزادہ عبد المالک، محمد سعید اسدی ایڈووکیٹ اور پیر جمال الدین شاہ کاظمی پر مقدمات درج ہوئے۔ جس دور میں تحریک نظام مصطفی چلی مرکزی دفتر جامعہ اکبریہ ہی تھا۔ دو مہینے تک احتجاجی جلوس نکلتے

رہے بلآخر جمعیت کی ساری قیادت کو گرفتار کر کے جھنگ جیل بھیج دیا گیا۔ اٹھارہ دن جھنگ جیل میں گزرے آخر کارہائی کورٹ کے حکم سے میانوالی منتقلی ہوئی۔

مولانا اکبر علی کے لائق و فائق فرزند مولانا غلام جیلانی فاضل جامعہ اسلامیہ امروہہ ہندوستان نے اپنے والد گرامی کی قائم کردہ بنیادوں کو اور مستحکم کیا اور حیات مستعار کے ایک ایک لمحے کو پوری وابستگی کیساتھ اس ادارے کی آبیاری کیلئے وقف کر کے رکھ دیا، زمانہ شاہد ہے کہ آپؒ مسجد و مدرسہ ہی کے ہو کر رہ گئے اور اپنے پاکیزہ مقاصد کو بروئے کار اور بر لانے کیلئے جدوجہد اور استقامت کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔

مولانا فخر الدین گانگویؒ نے اپنی ذاتی ڈائری کے اوراق میں دین متین کی خدمت و ترویج کیلئے مولانا غلام جیلانی کے بسوں کی چھتوں اور بائی سائیکل پر سفر کرنے کے تذکرے بھی رقم کئے ہیں۔ کیا بات ہے محبت خدا و مصطفی ﷺ میں سرشار ان مردانِ وفاشعاروں کی!

یہ مولانا جیلانی ہی تھے جنہوں نے میانوالی میں 1960ء میں میلاد النبی ﷺ کے جلوس کی ابتداء کی تھی۔ ابتداء میں یہ جلوس چند گڈوں اور چند تانگوں پر ہی مشتمل ہوا کرتے تھے۔ تحریکات اکبریہ کی نشاۃ ثانیہ آپ ہی کے دور میں شروع ہوئی آپ اپنے والد گرامی کے مشن کو جاری و ساری ہی نہیں بلکہ اپنے تن و جان پر طاری کر چکے تھے۔ جامعہ مسجد کی خطابت، عظیم عید گاہ میانوالی کی سرپرستی و خطابت یتیم خانہ و دار الاطفال کی نگہداشت آپ کی زندگی کا مشن بنی رہی۔ سیاسی طور پر مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازیؒ کا ہی ساتھ دیا اور مجاہد ملت کے اکثر خطابات اکبر المساجد ہی میں ہوا کرتے تھے۔

مالک عرش کریم کا کرم بالائے کرم ہوا کہ مولانا غلام جیلانیؒ کے گھر آنگن میں ایک ایسا پھول کھلا جس کی خوشبو سے لالہ زارِ اکبریہ مہک مہک اٹھا۔ آسمانِ جامعہ اکبریہ کو چار چاند سے لگ گئے اور اس خطہء نور کا ذرہ ذرہ تک چمک دمک اٹھا۔ موجودہ زیبِ سجادہ صاحبزادہ محمد عبدالمالک صاحب قدس سرہ العزیز نے سلسلہء عالیہ کے بزرگوں کے اس بارِ گراں کو اپنے ناتواں کندھوں پر یوں اٹھا اور نبھایا کہ اسے ہم دوش ثریا کر کے دکھادیا۔ اکبر المساجد اور جامعہ اکبریہ کے زیر اہتمام چلنے والی سینکڑوں مساجد، مدارس، اداروں، تنظیموں اور جماعتوں کو تسبیح کے دانوں میں پرو کر ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا جس پر کارکنانِ تحریک اکبریہ جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے ان تمام اداروں کی بنیادوں کو اس قدر گہرا کر کے تعمیر کیا ہے اور انہیں اپنی بے نظیر انتظامیہ صلاحیتوں کے بل بوتے پر وہ بے مثال استحکام بخشا ہے کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے اس پر بساء اوقات یقین نہیں آتا۔ صاحبزادہ صاحب کی ذات باوقار ایک ایسا شجر پر بہار ہے جس کے تسکین بخش اور گھنیرے سائے میں مسافرانِ راہ حقیقت آن ستاتے ہیں اور آپ کے ہاتھوں سے شراب محبت کے جام لنڈھا کر نئی استقامت کیساتھ پھر جادہء منزل پر سرمست خرام ہو جاتے ہیں۔ انکے دامن شفقت سے ایک ماں جیسا پیار ملتا ہے اور انکی آنکھوں سے سدا پیار کے جھرنے بہتے ہیں۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ مے خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

حضرت خواجہ محمد اکبر علیؒ کی علمی و سماجی خدمت کے سو سال

جامعہ اکبریہ ماہ و سال کی روشنی میں:

میانوالی کی سنگلاخ سرزمین کو اپنے مرشد و ہادی خواجہ احمد میرویؒ کے حکم سے ایک صدی قبل سراج السالکین عمدۃ العارفین الفاضل الکامل حضرت مولانا خواجہ محمد اکبر علیؒ نے میانوالی کو رشک طور بنایا۔ جانفشانی اور محنت سے ایک ایسا پودا لگایا جو تناور درخت بن کر بنی کریم ﷺ کی حدیث کے مطابق ایک گھنا سایہ دار میٹھے پھل والا کار آمد شجرہ طیبہ بن چکا ہے حضرت کی خدمات علمی و روحانی سماجی کا احاطہ ممکن نہیں، تاہم مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

- ☆ جامعہ اسحاقیہ، گانگویہ سے فراغت علوم 1320ھ 1901ء
- ☆ مدارس ہندوستان سے علوم عقلیہ و نقلیہ میں فراغت کا سال 1323ھ 1904ء
- ☆ میانوالی مسجد علی خان کی توسیع، مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد 1324ھ 1905ء
- ☆ ہادی طریقت قطب دوراں خواجہ احمد میرویؒ کی بیعت 1325ھ 1906ء
- ☆ خرقہ خلافت و روحانی مدارج کی اجازت 1327ھ 1908ء
- ☆ میانوالی کو مرکز روحانیت وارشاد بنانے کا فیصلہ 1329ھ 1910ء
- ☆ انجمن اسلامیہ کا قیام و مسلمان یتیم بچوں کے لیے دار الکفالت کا قیام 1313ھ 1912ء
- ☆ لائبریری و دار الکتب کا قیام 1332ھ 1913ء

- ☆ عید گاہ میانوالی کی تعمیر واجتماعی نماز عید کا اہتمام 1337ھ 1918ء
- ☆ عید گاہ میانوالی میں ترک موالات کی تحریک کا آغاز 1339ھ 1920ء
- ☆ ہندوؤں سے قطع تعلق اور مسلمانوں کو تجارت شروع کرانے کی تحریک 1343ھ 1924ء
- ☆ عید گاہ میانوالی میں اس سلسلہ میں تین روزہ اجتماع مولانا گلشیر مرحوم کے خطابات 1343ھ 1924ء
- ☆ تحریک ترک موالات کی حمایت میں فتویٰ کا اجرا 1349ھ 1930ء
- ☆ حضرت ثانی کا پہلا حج از بمبئی 1357ھ 1938ء
- ☆ میراشریف کی سجادگی کا وصیت نامہ 1358ھ 1939ء
- ☆ مدرسہ اسلامیہ کی وسعت درس نظامی کا قیام 1359ھ 1940ء
- ☆ بیماری ووفات حسرت آیات۔ حضرت ثانی کو خلیفہ نامزد کرنا 1365ھ 1956ء
- ☆ حضرت ثانی کی طرف سے عرس مبارک 1366ھ 1957ء
- ☆ مسجد اکبر کی تعمیر نو 1383ھ 1973ء
- ☆ تحریک ختم نبوت میں صاحبزادہ صاحب کا نمایاں کردار 1384ھ 1974ء
- ☆ صاحبزادہ عبدالمالک صاحب کا سن فراغت و عملی ذمہ داریوں میں حصہ 1385ھ 1975ء
- ☆ انجمن اکبریہ کا قیام، مدرسہ کی تعمیر نو کا آغاز (جامعہ اکبریہ) 1385ھ 1975ء

☆ تحریک نظام مصطفی ﷺ میں حضرت صاحبزادہ عبدالمالک صاحب کی شمولیت اور جامعہ اکبریہ کا نمایاں کرداراور اساتذہ اور طلباء گرفتاریاں 1387ھ1977ء

☆ جامعہ اکبریہ میں شعبہ حفظ مع التجوید کا اجرا 1389ھ1979ء

☆ جامعہ اکبریہ میں شعبہ بنات (گرلز سیکشن کا آغاز) 1390ھ1980ء

☆ حضرت ثانی حضرت مولانا غلام جیلانیؒ کی وفات 1394ھ1984ء

☆ جامعہ اکبریہ میں مڈل سکول کا قیام 1398ھ1988ء

☆ جامعہ اکبریہ میں کمپیوٹر سنٹر کا قیام 1410ھ1999ء

☆ جامعہ اکبریہ کا ڈائننگ ہال واساتذہ کے کوارٹرز کی تعمیر 1411ھ2000ء

☆ اکبریہ ماڈل ہائی سکول کی رجسٹریشن سرگودھا بورڈ سے الحاق 1412ھ 2001ء

☆ زینب حال وکمیونٹی سنٹر کا قیام 1418ھ2007ء

☆ کتاب جمال فقر کی دوبارہ اشاعت 1418ھ2007ء

☆ فتاویٰ اکبریہ جلد اول دوم کی اشاعت 1419ھ2008ء

☆ نیو کیمپس جامعہ اکبریہ (اکبریہ ٹاؤن) کی سنگ بنیاد 1420ھ2008ء

☆ اکبریہ گرلز کالج سیکشن میں سکول کلاسز کا اجراء 2009ء

☆ ووکیشنل سکول کا اجراء 2010ء

☆ اکبریہ فاؤنڈیشن انٹرنیشنل کا قیام 2011ء

☆تعمیری یادگاریں☆

☆ مرکزی جامع مسجد اکبریہ میانوالی1912ء

☆ جامعہ اسلامیہ لخدام غوثیہ کا قیام 1914ء

☆ مرکزی عید گاہ میانوالی کی تعمیر 1928ء

☆ اکبر المساجد کی مغلیہ طرز پر خوبصورت تعمیر1973ء

☆ مرکزی جامعہ اکبریہ میانوالی کی تعمیر نو1975ء

☆ مرکزی عید گاہ میانوانی کی تزین نو2004ء

☆ اکبریہ للبنات (گرلز کالج) کی شاندار تعمیر2006ء

☆ جامعہ مسجد العمر نیو کیمپس کی تعمیر2009ء

☆ اکبریہ جونیئر ماڈل سکول کی تعمیر 2010ء

☆ جامعہ اکبریہ کے جلسہ ہائے دستار فضیلت کی حسین یادیں2011ء

☆ رحمت الباری، فی عطاء تقریرات البخاری کی اشاعت 2019ء

تعارفِ مؤلفین: احمد رضا

علامہ محمد ریاض بھیروی کے متعلق

دستاویزی نام	:	محمد ریاض ملک
نسبتی وعرفی نام	:	محمد ریاض بھیروی
ولدیت	:	(صوبیدار ریٹائرڈ) ملک محمد بخش (مرحوم)
تاریخ پیدائش	:	24 جولائی 1966ء
آبائی گاؤں	:	جوڑانوالہ / قتالی والہ، تحصیل میانوالی
نسبت وارادت	:	حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ
عصری مدارس	:	1۔ گورنمنٹ پرائمری سکول نمبر1 طارق آباد، راولپنڈی

2۔ گورنمنٹ پرائمری سکول فار بوائز محلہ میانہ میانوالی

3۔ گورنمنٹ جامع ہائی سکول، میانوالی

4۔ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، میانوالی

5۔ گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج، میانوالی

6۔ یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

عصری تعلیم : ایم اے انگلش، ایم اے ایجوکیشن

دینی مدارس : 1۔ جامعہ اکبریہ، میانوالی

2۔ جامعہ شمس العلوم گانگویہ، میانوالی

3۔ جامعہ شمع صدیقیہ، میانوالی

4۔ دار العلوم چشتیہ، غوثیہ، منڈی بہاؤالدین

5۔ جامعہ حامدیہ رضویہ، گلشنِ اقبال، کراچی

دینی اساتذہ : 1۔ مولانا محمد دین صاحب، دھربٹہ

2۔ مولانا نذیر احمد الباروی ؒ

3۔ مولانا عبد الغفور ؒ، واں بھچراں، میانوالی

4۔ صاحبزادہ محمد عبد المالک صاحب، میانوالی

5۔ شیخ الحدیث مولانا میاں محمد ؒ، میانوالی

6۔ امام المناطقہ علامہ الحافظ عطا محمد بندیالوی ؒ

تصانیف : 1۔ آبشارِ بردہ، (نثری اردو ترجمہ قصیدہ بردہ شریف)

2۔ ریگزاروں سے لالہ زاروں تک

3۔ رودبارِ یقین (غیر مطبوعہ)

4۔ محشرِ خیال (غیر مطبوعہ)

5۔ گفتۂ دل (مجموعہ تقاریر، غیر مطبوعہ)

مضامین : مقامی و قومی اخبارات و جرائد

تدریسی فرائض : معلم گورنمنٹ جامع ہائی سکول، میانوالی (1994ء تا حال)

تنظیمی وابستگیاں : 1۔ سابق جنرل سیکرٹری انجمن طلباء اسلام پنجاب

نوٹ: مذکورہ بالا عہدے کا حلف قائدِ اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی نے لیا

2۔ سابق جنرل سیکرٹری انجمن اساتذہ پاکستان ضلع میانوالی

3۔ سابق جنرل سیکرٹری پنجاب ٹیچرز یونین، میانوالی

4۔ سابق صدر تحریک منہاج القرآن تحصیل میانوالی

مشاغل: مطالعہ کتب

ازواجی حیثیت: شادی شدہ

اولاد: 2 بیٹے 3 بیٹیاں

ڈاکٹر عطا المصطفیٰ مظہری کے متعلق

دستاویزی نام	:	عطا المصطفیٰ
ولدیت	:	علامہ فیض محمد چشتی
تاریخ پیدائش	:	5 جولائی 1992ء
آبائی گاؤں	:	وڑچھہ شریف، ضلع خوشاب
نسبت وارادت	:	پیر محمد مظہر قیومؒ، پپلاں شریف
عصری مدارس	:	گورنمنٹ پرائمری سکول گلی بنک، میانوالی
		گورنمنٹ جامع ہائی سکول، میانوالی
		الصفہ سائنس کالج، میانوالی
		انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد
		گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور
عصری تعلیم	:	پی ایچ ڈی، علوم اسلامیہ
دینی مدارس	:	دار العلوم جامعہ اکبریہ، میانوالی
دینی اساتذہ	:	مولانا فیض محمد چشتی
		مولانا اللہ وسایا ارشد ثانی
		مولانا غلام فرید احمد الوی

علامہ محمد ریاض بھیروی

ڈاکٹر نور محمد شاکر سیالوی

مفتی حسین علی بندیالوی

شیخ الحدیث مفتی عبد الغفور سیالویؒ

شیخ الحدیث صاحبزادہ محمد عبد المالک چشتی نظامی

مصری اساتذہ : ڈاکٹر عبد العزیز خضر الشافعی

ڈاکٹر رمضان الخمیس

ڈاکٹر نبیل فولی

ڈاکٹر محمود حسن نصار

ڈاکٹر جمال مصری

اسنادِ حدیث، فقہ و تصوف: حسب ذیل عرب مشائخ سے اسنادِ حدیث، فقہ اور تصوف بھی حاصل کیں۔

شیخ سید لطیف برزنجی الصولی القادری الحسینی، سلیمانیہ عراق

ڈاکٹر یوسف بن عبد الرحمن المرعشلی، بیروت لبنان

استاذ الحدیث محمد اسامہ سمیح الابرش، سوریا

استاذ الحدیث الشیخ محمد علی الرضوی، الحسینی، جامعہ المشتل، بغداد

استاذ الحدیث شیخ محمد عمار الحسینی، استنبول ترکی

شیخ عبد اللطیف محمد خلیل الکرمی، حلب سوریا

تصانیف : 1۔ مظہر ولایت، عطاالمصطفیٰ مظہری، مکتبہ اکبریہ، س ن

2۔ التحفۃ الروحانیہ فی الشجرۃ المظہریۃ، عطاء المصطفیٰ

مظہری، درگاہ مظہریہ پپلاں، میانوالی، جولائی 2013ء

3۔ افکار الصدرین، عطاء المصطفیٰ مظہری، کتاب محل، لاہور، 2016ء

تحقیقات وتراجم :

4۔ نصاب المریدین (رسالۃ المسترشدین امام حارث المحاسبی) ترجمہ، عطاء المصطفیٰ مظہری، کتاب محل، لاہور،

5۔ تحفۃ المجاہدین (شیخ زین الدین ملیباری) تکمیل ترجمہ، عطاء المصطفیٰ مظہری، کتاب محل، لاہور،

6۔ اسلامی بیت المال، صدر العلماء سید احمد الدین گانگوی، تحقیق و تدوین عطا المصطفیٰ مظہری، تقدیم محمد ریاض بھیروی، کتاب محل لاہور، 2018ء

7۔ حفاظت الایمان، مفتی اعظم الشیخ السید احمد الدین گانگوی، الحنفی (1843، 1968)، توہین رسالت، میلاد النبیؐ، ندائے غائبانہ کے موضوع پر کم وبیش ایک صدی پیشتر رسائل کا مجموعہ، تحقیق و تدوین عطا المصطفیٰ مظہری، تصحیح / نظر ثانی یاسر اعجاز شاہ، کتاب محل لاہور، 2017ء

8۔ کتاب اللمع، امام ابو نصر سراج طوسی، ترجمہ پروفیسر اسرار بخاری، تخریج احادیث: عطا المصطفیٰ مظہری، کتاب محل لاہور،

آرٹیکلز

9۔ رحمت الباری فی عطا تقریرات بخاری، مولانا محمد اکبر علی (تحقیق: عطا المصطفیٰ مظہری)، 2019ء، عکس پبلی کیشنز، لاہور

10۔ گانگوی خاندان کے معروف علماء، مشائخ اور شعراء: تحقیقی مطالعہ، ششماہی قندیل سلیمان، جنوری تا دسمبر 2020ء، نظامیہ دار الاشاعت مکھڈ شریف اٹک

11۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے احوال و آثار، ششماہی قندیل سلیمان، جنوری تا دسمبر 2020ء، نظامیہ دار الاشاعت مکھڈ شریف اٹک

12۔ شیخ ابو القاسم القشیری کے احوال و آثار، ششماہی قندیل سلیمان، جنوری تا دسمبر 2020ء، نظامیہ دار الاشاعت مکھڈ شریف اٹک

13۔ سید احمد الدین گانگوی کی فقہی تعبیرات: تحقیقی مطالعہ، راحت القلوب، تحقیقی مجلہ ایکس کیٹیگری

کتابیات

☆ اکابر تحریک پاکستان، محمد صادق قصوری، مکتبہ رضویہ گجرات، اشاعت 1976ء

☆ الیواقیت المہریہ، مولانا غلام محمد علی گولڑوی، حکیم آرٹ پریس، ملتان، اشاعت 1384ھ

☆ تاریخ میانوالی (تاریخ وتہذیب)، ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، اشاعت 2015ء

☆ تاریخ میانوالی (حصہ اول) تحریر و تحقیق محمد اکبر عبد اللہ روکھڑی، صدق رنگ پبلیکشنز 3/87 ڈبلیو بلاک نیو ملتان اشاعت یکم رمضان 1432ھ /اگست 2011ء

☆ تذکرہ اکابر اہل سنت، علامہ عبدالحکیم شرف قادری، نوری کتب خانہ لاہور، اشاعت 2005ء

☆ تذکرہ اولیائے کرام سر زمین اولیاء میانوالی، مرتبہ سید طارق مسعود شاہ کاظمی، مکتبہ سیدی قطب مدینہ، مسلم بازار میانوالی، اشاعت مئی 2008ء

☆ تذکرہ سادات دوست محمد خیل، حکیم عطا محمد کاظمی، امروز پرنٹنگ پریس ملتان، 1392ھ

☆ گزیٹیئر آف میانوالی ڈسٹرکٹ 1915ء سنگ میل پبلیکشنز، 25 شاہراہ پاکستان، لوئر مال لاہور اشاعت 2008ء

☆ گزیٹیئر آف دی بنوں ڈسٹرکٹ (84-1883) سنگ میل پبلیکیشنز، 25 شاہراہ پاکستان، لوئر مال لاہور اشاعت 1989ء

☆ مراتب سلطانی، تاریخ، تصوف میانوالی، مصنف میاں محمد عالمگیر شاہ گیلانی قادری، سوانح حضرت سید سلطان زکریا الحسن الگیلانی، مقام اشاعت، صدر دفتر انجمن تنظیم الخادمین زکریا فورس صدام ہسپتال، بیت النوریہ آستانہ کریانوالہ مکان نمبر L/141-A محلہ میانہ میانوالی

☆ مٹی کے فرزند (سوانح کرنل الطاف الٰہی ملک)، تدوین، پروفیسر ضیاء الدین خان نیازی، ناشر ملک مولابخش میموریل ٹرسٹ (رجسٹرڈ) اسلام آباد، پاکستان۔ اشاعت اکتوبر 2016ء

☆ سرگزشت مسکین، عبدالرحیم خان نیازی مسکین، سابق صدر مجلس احرار اسلام پاکستان، غلام محمد خان نیازی مطبع شنگریلا پرنٹرز فیصل آباد، بساط ادب، سرکلر روڈ لاہور، ستمبر 1997ء

☆ حیات خدمات تعلیمات، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی، محمد صادق قصوری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور اشاعت مئی 2002ء

☆ اکبر السوانح، تذکرہ حضرت خواجہ محمد اکبر علی، مولف سید محمد باقر شاہ، ناشران خدابخش، محمد اسلم، تاجران کتب، چوک بازار، بھکر، طبع ثنائی پریس سرگودھا،

اشاعت 1957ء

☆ جمال فقر، صاحبزادہ محمد عبدالمالک چشتی میروی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اکبریہ طبع میثاق انٹرپرائزز اسلام آباد ناشر، انجمن اکبریہ بلوخیل روڈ میانوالی، طبع سوم نومبر 2013ء

☆ جمال فقر، سوانح حیات حضرت خواجہ محمد اکبر علی میروی چشتی، مرتبہ پروفیسر محمد اشفاق چغتائی لیکچرار فیڈرل اسلامیہ کالج اسلام آباد، ضیاء القرآن اکیڈمی، حافظ مارکیٹ میانوالی، طبع 1407ھ

☆ انوار قمریہ، تحریر و ترتیب، سید محمد سراج الزمان شاہ، زیر اہتمام نوریہ فخریہ بدریہ کوٹ چاندنہ شریف کالاباغ، میانوالی بار اول، 1435ھ /2014ء

☆ فیض قمر الاولیاء، محمد ظفر ذبیح، خانقاہ قمریہ مجددیہ نقشبندیہ قادری، چکڑالہ ضلع میانوالی پاکستان

☆ تذکرہ مقبول بارگاہ اللہ، احوال حضرت قیوم الزماں حافظ محمد مظہر قیومؒ، تالیف پروفیسر حافظ عبدالمجید شعبہ عربی گورنمنٹ کالج دریاخان بھکر، ناشر انجمن قیوم الزمان قائد آباد ضلع خوشاب، شوال 1430ھ / اکتوبر 2009ء

☆ مظہر ولایت، حافظ عطا المصطفیٰ مظہری جامع مسجد بلال گلی بنک میانوالی، ناشر مکتبہ اکبریہ، جامعہ اکبریہ بلوخیل روڈ میانوالی، س ن

☆ التحفۃ الروحانیہ فی الشجرۃ المظہریۃ، عطاء المصطفیٰ، ناشر درگاہ مظہریہ پپلاں ضلع میانوالی، جولائی 2013ء

☆ اسلامی بیت المال، صدر العلماء سید احمد الدین گانگوی، تحقیق و تدوین عطا المصطفیٰ مظہری، تقدیم محمد ریاض بھیروی، کتاب محل لاہور، 2018ء

☆ حفاظت الایمان، مفتی اعظم الشیخ السید احمد الدین گانگوی، الحنفی (1843، 1968)، توہین رسالت، میلاد النبیؐ، ندائے غائبانہ کے موضوع پر کم وبیش ایک صدی پیشتر رسائل کا مجموعہ، تحقیق وتدوین عطا المصطفیٰ مظہری، تصحیح/نظر ثانی یاسر اعجاز شاہ، کتاب محل لاہور، 2017ء

☆ میانوالی تاریخ کے آئینہ میں، منشی محمد رمضان انصاری، عارف بک سٹال، جنرل بس سٹینڈ میانوالی، س ن

☆ ضیاء شمس الانوار فی تحقیق سماع الابرار و الفجار، سید احمد الدین گانگوی، مطبوعہ سرگودھا، 1924ء

☆ مہرِ منیر، مولانا فیض احمد فیض، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور

غازی علم الدین شہیدؒ کی شہادت گاہ، سنٹرل جیل میانوالی سے لے کر خسور کی پہاڑیوں سے قدم بوس ہوکر گزرنے والے اباسین کے پانیوں تک کا سفر تاریخ کی چاپوں سے معمور و پرنور ہے۔ شاہراہِ عظیم بلوخیل روڈ میانوالی کے وسط میں ایک تاریخی مقام ”جامعہ اکبریہ“ کا فلک پیما مینارہ تاریخ کے کاروانوں کا داستان سرا بن کر کھڑا ہے۔ اس مینارے کے بالکل نیچے مغلیہ طرز کی ”جامع مسجد میانوالی“ سے ملحق خانقاہِ اکبریہ کا ایک حجرہ ہے جس کی الماریاں قرینے اور محبت سے محفوظ بنائی گئی فائلوں اور مسودوں سے بھری پڑی ہیں۔ جن کے صدہا کاغذات پر عہدِ پارینہ کے نقوش مرقوم ہیں۔ ان کی ورق گردانی کریں تو قدیم و جدید میانوالی کی بہت سی اَن دیکھی، اَن کہی پرتیں کھلتی چلی جاتی ہیں، ”تحریک ترک موالات، تحریک خلافت، انجمن حمایت العرب، انجمن اصلاح المسلمین، انصار الاسلام، فوج محمدی، بگوی تحریک، تحریک فروغِ تجارت، ہندوؤں سے قطع تعلق کی تحریک، ردِ خاکسار تحریک، تحریکِ پاکستان، تحریک بحالی مہاجرین، تحریک حقوقِ کالاباغ (بغوچی محاذ) تحریک حقوقِ میانوالی، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ، تحریک ناموسِ رسالت“ نہ جانے کتنی ہی اور داستانیں ہیں جو ان کاغذات کی سطور میں دبی اور مستور ہیں۔

قبل ازیں ”اکبر السوانح“، ”فتاویٰ اکبریہ“، ”جمالِ فقر“، ”ریگزاروں سے لالہ زاروں تک“ نام کی کتابیں، اِن مسودات کو کتابی صورتوں میں بدلنے کی اک شعوری کوشش کا عکس ہیں، زیرِ نظر تالیف ”معارفِ اکبریہ“ بھی ان خزینوں سے کشید نور کی اک اور کوشش ناتمام ہے۔ سفر جاری ہے، میرِ کارواں تھکا نہیں اور کارواں بھی رواں دواں ہے، سرگزشت کی بازگشت کا یہ دائرہ کبھی مکمل بھی ہوگا؟ شاید کبھی نہیں!

علامہ محمد ریاض بھیروی

عکس

AKSPUBLICATIONS

Ground Floor Mian Chamber 3-Temple Road, Lahore.

Ph:042-37300584, Cell # 0300-4827500-0348-4078844

E-mail:publications.aks@gmail.com

9789697311101